مجالسِ مرشد

قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا **طاہر علاؤ الدین** گیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عمر حیات الحسینی

AL-MADINA PUBLICATIONS

Marfat.com

مجالس مرشد

قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین گیلانی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

محمد عمر حیات الحسینی

المدینہ پبلیکیشنز

4-یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38-اردو بازار- لاہور ○ فون: 7320682

Marfat.com

اہتمام اشاعت

محمد ابرار حنیف مغل

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : مجالس مرشد، حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین
القادری البغدادی گیلانی رحمتہ اللہ علیہ

نام مصنف : محمد عمر حیات الحسینی

صفحات : 344

سن طباعت : جولائی 1997ء بمطابق ربیع الاول 1418ء

ناشر : المدینہ پبلی کیشنز
4۔ یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38۔ اردو بازار، لاہور

قیمت : [redacted]/- روپے
200

Marfat.com

انتساب

سب سے پہلے حضرت قدوۃ الاولیاء کے منظور نظر مرید باصفاء
حضرت قائد تحریک منہاج القرآن استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے نام جن کے ذریعے حضرت والاؒ کی صحبت کی نعمت نصیب ہوئی۔
آپ کی نسبت باطنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "نسبت طاہری" کا ایک عظیم حصہ آپ کے علم و فضل کی خصوصیت بنا ہوا ہے۔ آپ پر حضرت والاؒ کے فیوض و برکات جلوہ فگن ہیں۔ آپ نے اپنے میں اپنے اسلاف کے تمام علوم و فیوض کا جوہر سمیٹ رکھا ہے۔ آپ کی زبان حضرت والاؒ کے علوم و معارف کی ترجمان ہے علم و عمل، ایمان و تقویٰ، فہم و بصیرت میں حضرت اقدس کا پورا نمونہ ہیں۔
آپ کے تفسیری درک، حسن کلام، زور استدلال، منطقی اسلوب، استحضار ذہنی قوت یادداشت اور حکیمانہ آہنگ کی خود حضرت والاؒ نے داد دی۔ اور بارہا فرمایا کہ "طاہر بیٹا" کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی کی خیرات عطا فرمائی ہے۔ بلاشبہ آپ کی تقریر میں غزالی کے فلسفے، رازی کی منطق، بیہقی کے فہم حدیث، قرطبی کے حسن تفسیر، اور جنید و بایزید بسطامی اور حضور غوث اعظمؒ کے سلوک کا رنگ جھلکتا ہے۔
حضرت والاؒ کی نظر کیمیاء اور صحبت نے آپ کو اپنے زمانے کا غزالی، اپنے عہد کا رازی، اپنے وقت کا بیہقی، اور عصر حاضر کا رومی بنا دیا ہے۔
آپ کو حضرت مرشدیؒ سے والہانہ عشق ہے۔ جب حضرت اقدسؒ کی باتیں کرتے ہیں تو آپ کی آنکھوں میں قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں۔ بند بند سے عزت، احترام اور محبت و عقیدت کے چھینٹے اڑتے ہیں۔ جو محفل کو بھگو دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت والاؒ کی باتیں اس محبت و عقیدت سے سناتے ہیں کہ حاضرین لت پت ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر یہ راز آشکار ہوتا ہے کہ " الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو " کا مطلب، تشریح اور عملی مظاہر کیا ہے۔ تحریک اور قائد تحریک مدظلہ العالیٰ حضرت والاؒ کی نگاہ کا فیض ہے۔ فیض ہی کے کرشمے ہیں کہ جس سے لوگوں کی تقدیریں بدل رہی ہیں۔

مرا بعد قرب سے کیسے بدلا؟ پس کوئی اشارہ روحانی تھا کہ " درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے " اور تحریک اور مدظلہ العالیٰ حضرت والاؒ کا پھل ہیں۔ اس کے بعد میرے دل میں جو تاثر بے اختیار ابھرا وہ یہ تھا۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اور اب شہزادگان والا عالی مرتبت
حضرت صاحبزادہ سید محمود محی الدین گیلانی
حضرت صاحبزادہ سید عبدالقادر جمال الدین گیلانی
حضرت صاحبزادہ سید ضیا الدین گیلانی
دامت برکاتہم العالیہ کے نام

جن کے بابا حضور کے فیوض و برکات قائد تحریک کی شکل و صورت میں جاری و ساری ہیں۔ اللہ تعالیٰ بصدقہ مرشد انہیں اپنے بابا حضور کے فیوض و برکات کا قاسم بنائے۔ آمین۔

آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا

گدائے در مرشد۔ محمد عمر حیات الحسینی

Marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
انتساب	۴
تاثرات	
علامہ علی اکبر قادری الازہری صاحب	۱۱
علامہ پروفیسر محمد یوسف فاروقی صاحب الازہری	۲۰
پیش لفظ	۲۷
آئینہ حیات	۴۰
ولادت	۴۱
اوائل عمری	۴۱
تعلیم اور اساتذہ	۴۲
روحانی تعلیم و تربیت	۴۳
پاکستان میں قیام	۴۳
مہمان نوازی	۴۴
یادوں اور دل کے آئینے میں	۴۵
انسانیت سازی	۵۷
ریا کی مذمت	۵۸
ترک اسباب حکم خداوندی کے خلاف ہے۔	۵۹
تصلاب و تقشف سے اجتناب	۶۰
عالمانہ تفوق	۶۲
عارفانہ منزلت	۶۴
اختلاف سلاسل	۷۱
سیرت سازی میں خاندان کی اہمیت	۷۴
ایک مثالی انسان	۸۵
بہار زندگی	۸۷
پر کیف یادیں	۱۱۱
عادات و خصائل	۱۱۶
تقویٰ اور پاکی نفس	۱۱۶
ذات نبویؐ سے عشق و تعلق	۱۱۷
نقوش و تاثرات	۱۲۲
قیادت	۲۸
تدریس کی اہمیت	۱۳۲
کامل شخص	۳۲
قوس قزح ہفت رنگ	۱۳۴
شیخ طریقت	۱۳۵
زہد و تصوف	۱۳۶
مربی	۱۳۷
غیور و جسور	۱۳۸
خود داری و استغناء	۱۴۰
علمی مقام و جامعیت	۱۴۰

Marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
سراپا شفقت و محبت	۱۴۴	توازن و اعتدال	۲۰۹
فیض و تاثیر	۱۴۵	حقیقت محمدیہ	۲۱۲
فرشتوں کی اداس پرکھا	۱۵۲	وحدت الوجود کا معنیٰ و مفہوم	۲۱۳
پانچ روزہ مصروفیات		دیوار کعبہ مسجود لہ یا مسجود الیہ	۲۱۵
نگینوں کی تلاش	۱۶۶	پرویز کے افکار کے متعلق وضاحت	۲۱۶
علم و فضل اور اس کے ساتھ		مفہوم شریعت اور نفاذ شریعت	۲۱۹
تواضع و للہیت	۱۷۰	اخلاص کی اہمیت	۲۲۰
عمل اور رد عمل	۱۷۳	اسلام نے زمانہ جاہلیت کی ہر	۲۲۲
تعلیمات کا خلاصہ	۱۷۴	بری رسم سے منع کیا ہے	
حقوق النفس	۱۷۴	فرائض و واجبات نوافل	۲۲۴
حقوق العباد	۱۷۵	پر بہرحال مقدم ہیں	
حقوق اللہ	۱۷۶	فتویٰ دینے میں احتیاط	۲۲۵
مستحبات	۱۷۷	قوموں اور ملکوں کے	
اتباع سنت	۱۷۷	تباہی کے اسباب	۲۲۶
رجوع الی اللہ	۱۷۸	صحت حدیث کے متعلق	
فقر کی حقیقت	۱۷۹	اہم گفتگو	۲۲۷
سلوک ظاہری	۱۸۰	تجارتی منافع اور سود میں فرق	۲۲۹
عجمی تصوف	۱۸۹	منکرین تصوف	
فلسفیانہ تصوف	۱۹۱	جدید نظریات کی تطبیق	۲۳۲
			۲۳۵
دینی رخ اور مسلکی مزاج	۱۹۹	عارف دیدہ ور	
آداب اختلاف اور حدود محبت	۲۰۳	نور و بشر	۲۳۸

Marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
علم غیب	۲۳۹	الصلوٰۃ معراج المومنین	۲۶۰
حاضر و ناظر	۲۴۰	رجال اللہ کی سہ گانہ تقسیم	۲۶۲
توسل اور دعا	۲۴۱	اخلاص و احسان	۲۶۳
زیارت قبور	۲۴۲	حضور کی لذتیں	۲۶۵
نذر	۲۴۲	عمدہ تربیت	۲۶۶
شریعت و طریقت	۲۴۴	اولاد کی تربیت میں	۲۶۷
شریعت میں ہر چیز کا	۲۴۸	والدین کی ذمہ داری	۲۷۰
اعتدال مقصود ہے	۲۴۸	شریعت و طریقت	۲۷۳
اعمال کے مدارج	۲۴۸	علم حقیقی	۲۷۵
قوتوں کا اعتدال	۲۴۹	اخلاص	۲۷۹
طریق کار	۲۵۰	نماز	۲۸۰
شریعت، طریقت اور	۲۵۱	گوشہ نشینی	۲۸۱
معرفت کا باہمی ربط		ذکر	۲۸۳
تصوف کی حقیقت	۲۵۱	فکر	۲۸۵
طریقت کی حقیقت	۲۴۷	سالک اور مجذوب	۲۸۶
تصوف کی ضرورت	۲۵۳	دعا کے آداب	۲۸۷
اور اس کا رواج	۲۳۸	مصیبت و پریشانی	۲۸۸
اصلاح باطن کے لوازمات	۲۵۴	مذہب اور عقل	۲۸۹
بیعت کی ضرورت و اہمیت	۲۵۶	الرحمن علی العرش کا مفہوم	۲۹۱
شیخ کامل کی پہچان	۲۵۹	آداب عالم	۲۹۳
صحبت شیخ کی ضرورت	۲۵۸	آداب طلباء	۲۹۳

Marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
آداب والدین	۲۹۳
اجنبیوں کے آداب	۲۹۵
آداب رفاقت	۲۹۵
آداب اور حقوق صحبت	۲۹۷
تصوف کی حقیقت	۳۰۰
بندگی کی حقیقت	۳۰۱
توکل کی حقیقت	۳۰۱
اخلاص کی حقیقت	۳۰۲
تخلقوا باخلاق اللہ کا مفہوم	۳۰۳
اسمائے بارے تعالیٰ میں سے مقربین کا حصہ	۳۰۳
اللہ	۳۰۴
الرحمن الرحیم	۳۰۶
القدوس	۳۰۷
الغفار	۳۰۸
الرزاق	۳۱۰
قرآن و سنت	۳۱۱
دعوت و تبلیغ	۳۱۴
علماء و اہل اللہ کی صحبت نجات کا وسیلہ ہے۔	۳۱۹
علمی ماحول بھی بہت بڑی نعمت ہے	۳۱۹

مضامین	صفحہ نمبر
مذہب غرور و تکبر	۳۲۰
منطق و فلسفہ	۳۲۰
اچھے ناموں کا اثر	۳۲۱
کوفہ، علم و معرف کا مرکز تھا	۳۲۱
تحصیل علم کے زمانہ میں اوراد و وظائف کی طرف کم توجہ کرنی چاہیئے	۳۲۲
دینیات کا مفہوم	۳۲۳
دین کی بنیاد نقل صحیح ہے۔	۳۲۴
نماز میں خیالات کے دفعیہ کی تدبیر	۳۲۶
مدار نجات ایمان ہے، اعمال نہیں	۳۲۸
کلام اللہ کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے پر حکیمانہ بحث۔	۳۲۸
طرز تعلیم و تدریس	۳۲۹
طلباء کی تربیت	۳۳۰
معمولات کا اہتمام	۳۳۱
افراط و تفریط سے اجتناب	۳۳۱
مسلمانوں کی نجات و ترقی کا واحد راستہ	۳۳۳
درویشوں کی اقسام	۳۳۴
حاشیہ تذکرہ سالک اور مجذوب	۳۳۴

Marfat.com

منقبت

بحضور قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ

حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری

گیلانی البغدادی قدس سرہُ العزیز

ـــــــــ ضیاء نیّر ـــــــــ

مسند عرفاں پہ فائز ، وارث غوث جلی
حضرت طاہر علاؤالدین اک کامل ولی

سید والا علاؤالدین طاہر باصفا
نسل غوث پاک کے شہزادہ حق آشنا

آفتاب غوثیت کی ہے ضیاء چاروں طرف
ذات سے ان کی ہے قائم نسبت شاہ نجف

خطہ لاہور قرآں سے ہمیر چرخ بریں
انکے دم سے یہ زمیں ہے چاند تاروں کی زمیں

ایک عظمت خاکدان پاک میں ان کا وجود
رحمت باری کا مظہر شہر میں ان کا ورود

ذرہ ذرہ ان کے قدموں سے ہوا رخشندہ تر
ان کے فیضان نظر سے دل ہوئے ہیں زندہ تر

Marfat.com

ہیں شب دوراں میں وہ روشن مثال ماہتاب
جن کی ضوپاشی سے ہر لحہ جہاں ہے فیضیاب
پیشوائے دین و دنیا مومن مولا صفات
یاد آئے دیکھ کر جن کو خدائے شش جہات
قریۂ اہل نظر میں ہے بلند ان کا مقام
حلقہ اہل خبر میں معتبر ہے ان کا نام
بانی منہاج القرآن یعنی طاہر قادری
جس نے دی اقدار دیں کو ایک تازہ زندگی
آپ کے لطف و کرم کا اس پہ یہ انعام ہے
یہ ادارہ جانب منزل رواں ہر گام ہے
اے خدا ملت میں ہو دونوں کے دم سے اتحاد
ایں دعا زمن و از جملہ جہاں آمیں باد !

Marfat.com

تاثرات فاضل محقق جناب علامہ علی اکبر قادری الازہری صاحب

محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ الاسلام حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی نے چھٹی صدی ہجری میں اپنے عہد کی اسلامی دنیا کے مرکزی شہر اور تہذیب و تمدن کے گہوارہ بغداد میں رشد و ہدایت اور علم و عرفان کی جو شمع روشن کی تھی اس کی کرنوں نے پورے عالم اسلام کو منور کیا۔ ان کے شاگردوں اور مریدین کے ذریعے ان کی روحانی اور علمی برکات کا فیض آج بھی چار دانگ عالم میں جاری ہے۔ برصغیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے فیوض و برکات کا سلسلہ ان کی زندگی میں ہی اس سرزمین میں پہنچ گیا تھا۔ سب سے پہلے ان کے بڑے فرزند سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس بغداد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سے آج تک برصغیر پاک و ہند سے کسب فیض کے لیے مشائخ، اولیاء، صلحاء، امراء و سلاطین اور عوام الناس کی بغداد آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر عہد میں اہل دل حضرت غوث الاعظم کی اولاد کو ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دیتے رہے اور وقتاً فوقتاً خاندان گیلانیہ کے اکابر اور مشائخ ہندوستان تشریف لاتے رہے۔ ہمارے عہد میں اس کی زندہ مثال آل نقیب الاشراف حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ نے مسلمانان برصغیر پاک و ہند کی روحانی تربیت اور سلسلہ قادریہ کے روحانی فیض کی تقسیم کے لیے نہ صرف اپنے وطن مالوف کو ترک کیا بلکہ اپنے جد امجد کی روحانی تجلیات کے مرکز بغداد کو چھوڑ کر پاکستان میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ ربیع الاول ۵۲ ۱۳ ء کو عراق کے دار الحکومت اور انوار و تجلیات غوث صمدانی کے مرکز میں ہوئی۔ جس گھر میں آپ پیدا ہوئے۔ اہل بغداد اسے حرم دیوان خانہ ء قادریہ باب الشیخ کے نام سے جانتے ہیں۔

آپ کی دینی تعلیم مسجد سید سلطان علی میں مکمل ہوئی۔ یہ مسجد بغداد میں شاہراہ الرشید پر دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ آپ کے اساتذہ

Marfat.com

کرام میں ملا سید اسد آفندی، مفتی قاسم القیسی، اور خلیل الراوی جیسی صاحب علم شخصیات شامل ہیں۔ مدرسہ دربار غوثیہ میں آپ نے مفتی دولتہ العراقیہ سے بھی تفسیر حدیث اور فقہ میں کسب علم کیا۔ ان کے علاوہ مختلف مضامین میں متعدد دیگر اساتذہ آپ کے اتالیق رہے۔ آپ کا پورا خاندان اور گھرانہ مشائخ پر مشتمل ہے۔ آپ نے سب سے پہلے روحانی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد گرامی اور شیخ طریقت سیدنا محمود حسام الدین ﷫ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کو خرقہ خلافت آپ کے والد گرامی کی طرف سے عطا کیا گیا۔ اپنے والد گرامی کے علاوہ بھی آپ نے دیگر کئی بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۹۵۶ء میں ارض پاکستان کو اپنے قدموں سے مشرف فرماتے ہوئے کوئٹہ تشریف لائے اور پاکستان کو ہی مستقل مسکن بنایا۔ سلسلہ قادریہ کی خدمت اور دین کی اشاعت میں شب و روز ایک کر دیے۔ آپ ایک مثالی صحت و خوبصورت قد و قامت اور حسین و جمیل شکل و صورت کے مالک نوجوان تھے۔ اسی خاندانی شرافت اور شخصی وجاہت کی وجہ سے آپ کو بڑے بڑے اعلیٰ خاندانوں کی طرف سے نکاح کے پیامات آتے رہے لیکن آپ نے ۴۰ سال تک شادی فرمائی۔ بالآخر اشارہ باطنی پاکر بلوچستان کی عظیم شخصیت خان اعظم خان آف قلات سردار احمد یار خان کی صاحبزادی کو عقد زوجیت میں قبول فرمایا۔ خان صاحب ایک دیندار خدا ترس اور محبِ اہل بیت تھے بالخصوص غوث الاعظم ؓ سے دلی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

آپ کا تعلق جس خانوادہ گیلانہ کی شاخ سے ہے۔ اسے حضرت سید عبد القادر جیلانی ﷫ کے وصال سے لے کر اب تک دربار غوثیہ کی تولیت اور اوقاف کی نگرانی کا شرف حاصل ہے۔ اس خاندان کا جو فرد فرید اس ذمہ داری پر فائز کیا جاتا ہے۔ اسے نقیب الاشرف کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ نقیب الاشرف کی اولاد نرینہ کے نام کے ساتھ اسی مناسبت اور شرف کی وجہ سے نقیب زادہ کے لقب کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جو حضرات نقیب

Marfat.com

الاشرف کی اولاد سے نہیں ہوتے وہ اپنے نام کے ساتھ صرف الگیلانی کا لفظ شامل رکھتے ہیں۔

نقیب الاشراف کی ذمہ داریوں میں دربار کے جملہ انتظامی معاملات اوقاف کی دیکھ بھال، زائرین کی خبرگیری اور فقراء و مساکین میں وظائف کی تقسیم جیسے اہم امور شامل ہیں۔ اہل عراق کسی بادشاہ کے سامنے اپنی گردن جھکاتے اور نہ کسی صاحب اقتدار و حکومت کے رعب اور دبدبے کو تسلیم کرتے ہیں جتنا کہ وہ نقیب الاشراف کے اثر اور روحانی اقتدار و حکومت کو تسلیم کرتے ہیں۔ خاندان گیلانیہ کے علماء، صلحاء، متقین، سیاستدانوں اور جرنیلوں کی مقبولیت اور اہل عراق پر ان کا غلبہ و اثر ہمیشہ عراق کے حکمرانوں کے لیے باعث رشک رہا ہے۔ خاندان گیلانیہ کے روحانی و سیاسی اثر و رسوخ سے بارہا حکمرانوں کو پریشانیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اس خاندان کے مدبر اور سیاست دان حضرات نے اہل عراق کے سیاسی حقوق کے لیے جدوجہد اور قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔

سیدنا طاہر علاؤ الدین رضی اللہ عنہ حسنی اور حسینی سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۱۶ واسطوں کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ۲۸ واسطوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے جبکہ آپ کا سلسلہ طریقت ۱۹ واسطوں کے بعد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک اور ۳۵ واسطوں کے بعد قدوۃ الاولیاء کا سلسلہ طریقت سید دو عالم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ حضرت کے دادا الشیخ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۱۲۸۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۱ میں نقیب الاشراف اور متولی اوقاف کا منصب جلیلہ آپ کے سپرد ہوا۔ حضرت کے دادا شیخ المشائخ عبدالرحمٰن المحض حکومت عراق کے وزیر اعظم تھے۔ ۱۳۰۰ میں حضرت غوث الاعظم نے بحالت خواب بشارت کے ساتھ خلعت خلافت عطا فرمائی۔ نقیب الاشراف اور متولی اوقاف کے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے عراق پر قبضہ کرنے کے بعد آپ کو بادشاہت کی پیشکش کی لیکن آپ نے نصرانیوں سے عطیے کے طور پر ملنے والی حکمرانی کو قبول نہیں کیا۔ بعد

Marfat.com

ازاں اعلیٰ سطح کی جدوجہد کی خاطر اور عوام الناس کی امداد و اعانت کے لیے وزیر اعظم کا عہدہ قبول کر لیا۔

حضرت کے والد محترم شیخ المشائخ السید محمود حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی نقیب الاشراف اور متولی اوقاف گیلانیہ کے مناصب جلیلہ کے حامل تھے آپ نے انگریزوں کی پیشکش کے باوجود عراق کی حکومت کو قبول نہیں کیا آپ اپنے والد کے دست راست تھے۔ اپنے والد کی زندگی میں ہی آپ نے ان کی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ سنبھال لیا تھا۔ آپ ہمیشہ عامتہ المسلمین کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ حضرت سیدنا حسام الدین ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ میں چھ فرزندان خوشحال عطا فرمائے۔ آپ کے دو بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا جمال الدین، اور حضرت سیدنا کمال الدین عمر بھر دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ لاکھوں افراد نے ان سے رشد و ہدایت اور اصلاح احوال کا فیض حاصل کیا۔ دونوں حضرات وفات پا چکے ہیں۔ حضرت سید جمال الدین بمبئی میں اور حضرت سید کمال الدین بغداد کی خاک پاک میں مدفون ہیں۔ تیسرے صاحبزادے احمد ظفر الگیلانی بغداد میں ذمہ داریوں کے ساتھ دربار عالیہ میں تولیت کی ذمہ داریاں بھی ادا کرتے ہیں۔ آپ ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۲ء تک پاکستان میں عراق کے سفیر بھی رہ چکے ہیں۔ چوتھے صاحب زادے پروفیسر عبدالرحمان گیلانی نے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کے بعد بغداد یونیورسٹی میں درس و تدریس کے شغل کو اپنا رکھا ہے۔ پانچویں صاحبزادے یوسف ضیاء الدین شعبہ قانون سے متعلق ہیں۔ بغداد کی سپریم کورٹ میں وکالت کرتے ہیں۔ دربار عالیہ میں بھی کئی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں ۔ چھٹے صاحبزادے ہمارے ممدوح قدوۃ الاولیاء السید الشیخ سیدنا طاہر علاؤالدینؒ ہیں جو سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن علامہ محمد طاہر القادری کے روحانی پیشوا اور تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست اور مربی تھے۔ پاکستان کے اکثر حکمران آپ کے عقیدت مندوں میں شامل رہے ہیں۔

آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں سلسلہ قادریہ کا فیض پہنچایا اور اپنی

Marfat.com

زندگی میں سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمائی۔ سیدنا طاہر علاؤ الدین پاکستان کے علاوہ سیلون، افغانستان، بھارت، برما، افریقہ اور دیگر ممالک میں سلسلہ قادریہ کے سرپرست اور مربی کی حیثیت رکھتے تھے۔ اندرون و بیرون پاکستان سے لاکھوں مریدین ان سے بالمشافہ اور خط و کتابت کے ذریعے روحانی اور علمی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

دین کی دعوت و تبلیغ اور حضور غوث الاعظم ﷺ کا فیض پہنچانے کے لیے آپ نے مشرقی افریقہ، مصر، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، مغربی جرمنی، مناکو، بلجیم، امریکہ، کلینڈا، کوریا، سائیگاون، انڈونیشیا، سیول، تائپے، برما، جاپان، سری لنکا، سنگاپور اور بھارت کے دورے کیے۔ مشرق وسطی کے جملہ عرب ممالک اور ریاستوں میں تو بارہا آنا جانا تیار تھا۔

آپ کے تینوں صاحبزادگان ماشاء اللہ خوش خصال خوش نہاد اور خوش اطوار ہیں خوش خلقی اور شخصی وقار میں اپنے قابل فخر اسلاف کی تصویر ہیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت سید محمود محی الدین الگیلانی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو چکے ہیں۔ لوگوں کی شدید خواہش پر بیعت و ارشاد کی ذمہ داری بھی نبھا رہے ہیں۔ پچھلے دو سالوں سے منہاج القرآن تربیتی مرکز میں ہونے والے ستائیسویں رمضان المبارک کے روحانی اجتماع کے اختتام پر اپنے بابا حضور سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی ﷺ کے مزار پر انور دربار قادریہ میں اجتماعی بیعت فرماتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرون ملک سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔

آخر عمر میں آپ کی طبیعت مبارکہ علیل رہنے لگی۔ آپ کو دراصل گردوں کی تکلیف تھی کوئٹہ اور کراچی کے دوران قیام مقامی معالجوں نے کافی کوشش کی لیکن جانبر نہ ہوئے پھر آپ جرمنی میں مقیم پاکستانی عقیدت مند ڈاکٹر حبیب اللہ اور ڈاکٹر محمد امیر خان نیازی کی خواہش پر وہاں تشریف لے گئے ان دونوں حضرات نے آخری ایام میں حضور کی خوب خدمت کی اور فیوضات سمیٹے، بالآخر ۷ جون ۱۹۹۲ء بروز جمعتہ المبارک صبح ۹ بجے شہزادہ

Marfat.com

غوث الوری اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ پہلے کراچی میں آپ کے روحانی فرزند مفکرِ اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے نشتر پارک میں پڑھائی اور بعد ازاں اسی شام لاہور میں منہاج القرآن پارک میں حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے پڑھائی۔ دونوں مقامات پر مخلوقِ خدا اور آپ کے عقیدت مندوں کا ناقابلِ فراموش منظر تھا۔ آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق تحریک منہاج القرآن کے عظیم تربیتی مرکز جامع المنہاج ٹاؤن شپ میں سپردِ خاک کیا گیا، جہاں ایک شاندار زیرِ تعمیر دربار غوثیہ اب مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

اہل پاکستان کے لیے یہ بھی سعادتِ عظمیٰ ہے کہ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؓ کے فیوضات کا یہ چشمہ اب ہمیشہ کے لیے سرزمین لاہور میں جاری ہے۔ دربار شریف کے قرب میں واقع منہاج القرآن تربیتی مرکز ایک عالمی تربیتی مرکز ہے، جہاں ہر سال دس روزہ عشرہ اعتکاف میں ہزاروں معتکف پوری دنیا سے شریک ہوتے ہیں اور سالانہ روحانی اجتماع میں لاکھوں عقیدت مند حاضر ہو کر قائد تحریک حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے تحریک اور انقلاب کا درس بھی لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں ایک عظیم الشان منہاج القرآن تحفیظ القرآن کالج بھی قائم ہو چکا ہے یوں قبلہ پیر صاحب کے جوارِ رحمت سے مصطفوی انقلاب کی شعاعیں تیزی کے ساتھ اطراف و اکناف عالم میں پھیل رہی ہیں اور وہ صبحِ سعید جلد طلوع ہوگی جب مصطفوی انقلاب کا پرچم ہر سو لہرائے گا۔ اور یہ عظیم روحانی خانقاہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی نقیب ٹھہرے گی۔

برادر عزیز علامہ محمد عمر حیات الحسینی ہم مشرب ہم مکتب ہونے کے ساتھ ساتھ میرے پیر بھائی بھی ہیں۔ انہوں نے کتاب ھذا میں حضور قدوۃ الاولیاء کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا ہے یہ انکی مخلصانہ اور عقیدتمندانہ کوشش ہے۔ ہر مذہب ہر علاقے ہر زبان اور ہر عہد میں عظیم شخصیات کے اقوال اور نظریات ان کے متعلقین کے ذریعے دوسروں تک پہنچتے رہے ہیں۔

Marfat.com

خود حضور اکرم ﷺ کے ملفوظات احادیث کے بڑے بڑے مجموعوں کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہیں جو اسلام کا قابل فخر سرمایا ہیں۔ اسی طرح صحابہ تابعین اور سلف صالحین کی صحبتوں میں بیٹھنے والے تلامذہ اور مریدین نے ہر دور میں انکے اقوال اور ملفوظات کو محفوظ کیا۔ مثلا ایک معروف کتاب کا نام 'الابریز' ہے جو تصوف کی بنیادی اور معتبر عربی کتب میں شمار ہوتی ہے۔ یہ کتاب عارف ربانی حضرت عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مجالس کا تذکرہ ہے۔ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات اور مجالس پر مرتب کی گئی کتب موجود ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں چاروں سلاسل تصوف کے بزرگوں میں سے اکثر کے ملفوظات مرتب ہوئے اور مریدین کی تعلیم و تربیت کے لیے بہت زیادہ باعث تقویت ثابت ہوئے۔

اسی سلسلہ علم و فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے ہمارے بھائی علامہ محمد عمر حیات الحسینی نے قدوۃ الاولیاء حضور سیدنا پیر طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات مبارکہ کو بہت خوبصورت اور منفرد رنگ میں 'مجالس مرشد' کے نام سے پیش کیا ہے۔ تصوف و سلوک سے دلچپی رکھنے والے حضرات بالعموم اور حضور پیر صاحب کے مریدین بالخصوص اس تذکرہ جمیل کو حرز جاں بنائیں تو انہیں واضح طور پر محسوس ہو گا کہ پیران خرقہ پوش کے ہجوم میں شہزادہ غوث الوری کس قدر منفرد اور عظیم کردار کے مالک تھے۔ نیز یہ کہ معجزے کرامات اور خرق عادت واقعات کا اظہار شیخ کامل کے مرتبے کی عظمت ہے یا شریعت و طریقت کے آداب بجالاتے ہوئے مخلوق خدا کی راہنمائی اسوہ حسنہ کی مکمل پیروی استغنائے نفس اعلیٰ ظرفی اور متانت کے دائرے میں رہتے ہوئے دنیا کے مال و اسباب کو استعمال میں لا کر ممکن ہوتی ہے یا بظاہر ترک دنیا کو اپنا شعار بنا کر اللہ والوں کی عظمت اور شان یہ ہے کہ ان کے دروازے پر بادشاہ آئے یا غریب وہ دونوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں نہ شاہوں سے اپنے لیے کچھ طلب کرتے ہیں اور نہ ان کے قصر

Marfat.com

سلطنت کو اپنی آرزوں کا مسکن بننے دیتے ہیں۔ ہمارے معاصر روحانی خانوادوں میں سے کئی ایک کے سجادہ نشین حضرات کی خدمات اسلام کا دائرہ کار اب مروجہ سیاست کے ذریعے ایوانہائے اقتدار کے طواف تک محدود ہو گیا ہے۔

للہیت، خلوص، ایثار تقوی اور عبادت و ریاضت جن خانوادوں کا کردار ہوتی تھی اب وہاں دنیا پرستی اور عیش و نشاط کے ہر سامان موجود نظر آتے ہیں۔ ایسے میں ہمارے شیخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ عظمت کردار کے اتنے بلند مرتبے پر فائز نظر آتے ہیں جہاں دیکھنے کے لیے عام لوگوں کی ٹوپیاں گرتی ہیں۔ کیوں نہ ایسا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی ساری عظمتیں اور رفعتیں اس خانوادے میں تسلسل کے ساتھ سمو رکھی ہیں۔ ہم یہ بات لکھنے اور کہنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے کہ ہمارے شیخ قدس سرہ معاصر مشائخ میں اسی طرح ممتاز تھے جس طرح خود حضرت غوث الاعظم اپنے دور کے مشائخ و اولیاء کے جھرمٹ میں نمایاں تھے۔ اس لیے انکی مجالس، اطوار، طریقت کے آداب اور سلوک کی تعلیمات عام آدمی سے کہیں بڑھ کر آج مشائخ اور علماء کے لیے نشان راہ ہیں۔

یہ کتاب اس حیثیت سے بھی منفرد ہے کہ اس میں حضور پیر صاحب کی ان مجالس کا تذکرہ ہے جس میں مولف نے خود حاضری کا شرف حاصل کیا۔ کچھ تذکرے ان محافل کے ہیں جن میں بعض معاصر اہل علم و ذوق نے حاضری دی اور انہوں نے مولف کو حضور کے خصائل و اقوال اور ملفوظات سے آگاہ کیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضور پیر صاحب کے پاس وقت کے حکمرانوں سے لے کر عام سائلین تک ہر شعبہ زندگی کے لوگ حاضر ہو کر دعائیں کرواتے اور مسائل پر گفتگو ہوتی، حضور ہر سائل کی ذاتی، علمی، خاندانی اور پیشہ وارانہ حیثیت کو سامنے رکھ کر جوابات سے نوازتے، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مجالس علوم و معارف کا ایسا خزانہ تھیں جہاں پوری دنیا کی ثقافت سیاست معشیت اور تاریخ Discuss ہوتی

Marfat.com

ان مجالس کے تذکروں میں علم تفسیر سے لے کر ہیئت و فلسفہ تک کی بحثیں بھی موجود ہیں اور تصوف و روحانیت کے اسرار و رموز بھی۔ اس لیے یہ ایک مبارک پیشکش ہے جس سے ہر قاری حسب ظرف انوار و برکات سمیٹ سکتا ہے اب تک میں نے جتنے مجموعہ ہائے ملفوظات دیکھے اور پڑھے ہیں ان میں سے کسی میں یہ تنوع جدت اور ہمہ گیریت نہیں دیکھی۔ آپ کے ساتھ دنیا کے جس خطے کا آدمی ملتا آپ وہاں کی صنعت و حرفت عادات، خصائل اور زبان و ادب پر کھل کر اظہار خیال فرما دیتے۔

اس کتاب کے مندرجات میں کمی بیشی کی گنجائش بر وقت رہیگی کیونکہ حضور پیر صاحب کی شخصیت اور آپ کے روحانی مقامات کا بیان ایک لا متناہی سمندر ہے اور اس سمندر سے ہر پیاسے کو اسکی طلب اور ظرف کے مطابق جو ملا اور ملتا رہے گا وہ اس کے اظہار کو حسب استطاعت معنی و الفاظ کا جامہ پہنائے گا۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ حضور سرور کونین ﷺ کے فیوضات کو ان نفوس قدسیہ کے ذریعہ عام فرمائے اور امت کے حال پر کرم نوازی فرماتے ہوئے اسے باطل طاغوت پر غلبہ و استحکام نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ و التسلیم)

علی اکبر قادری الازھری
مدیر اعلیٰ ماھنامہ منہاج القرآن
(۲ جون ۱۹۹۷)

Marfat.com

تاثرات

سرمایہ اہلسنت حضرت علامہ پروفیسر
محمد یوسف فاروقی صاحب

مہتم و اعزازی پرنسپل
دارالعلوم گلزار حبیب میرپور آزاد کشمیر

مجالس مرشد کے مؤلف ذی شان حضرت مولانا محمد عمر حیات صاحب الحسینی زید مجدہ نے اپنی اس تالیف کے حوالے سے کچھ لکھنے کو کہا تو آج سے ۳۶ / ۳۵ قبل کا ایک عطر بیز و یادگار دن میری یادداشت کے نہاں خانے میں ضوفشاں ہوگیا جس کی چند نورانی کرنیں پیش خدمت ہیں

خطہ یوناں گجرات کے باسی چند ایک مواقع پر اپنی محبت و ارادت کا عظیم الشان مظاہرہ کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک دن تو وہ تھا جب امام الخطباء نقیب اہل سنت شہنشاہ خطابت حضرت علامہ پیر سید فیض الحسن شاہ صاحبؒ "سب" کو چھوڑ کے اپنے "گھر" واپس آئے تھے اپنے جد کریم کے خدام کے اصرار پر گجرات میں ورود فرمایا۔ کلہ پر دستار، بلند قامت و بلند خیال، سرخ و سپید چہرے اور دل موہ لینے والی جوانی سے آراستہ یہ لخت زہراء صلوات اللہ علیہا و علی ابیہا الکریم جب گجرات آیا تو شہر والوں نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔ مرد و زن اس کی ایک جھلک دیکھنے کو امڈ آئے۔ شہر کی سڑکیں اور مکانوں کی چھت بھر گئے اور امین الملت حضرت سید محمد امین شاہ صاحبؒ آلومہاروی کے اس عظیم

Marfat.com

القدر پوتے کو بھرپور انداز میں خراج نظرو عقیدت پیش کیا۔

دوسرا واقعہ حضرت مولانا قاری احمد حسین صاحبؒ کے ورود کا تھا اہل شہر کے پرزور اصرار پر جب آپ بحیثیت خطیب گجرات تشریف لائے تو پورے شہر نے بستان اہل سنت کے اس طوطی شکر مقال کی سحر آگیں خطابت سے مسحور ہوکر ان کی قابل فخر امامت میں جمعہ ادا کیا۔ شہر بھر میں اہل سنت نے صرف آپ کی اقتدا میں ہی نماز ادا کی۔ آپ کے مقتدیوں میں حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحبؒ جیسی نادر روزگار ہستی بھی تھی۔

تیسرا واقعہ جس کا راقم چشم دید گواہ ہے وہ اس کتاب کے مدار گلشن غوث الوریٰ کی زینت؟ حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سید طاہر علاؤالدین گیلانی بغدادیؒ کا ہے صبح شاید نو بجے کا وقت تھا کہ ایک منادی شہر کے گلی کوچوں پہ اعلان کرتا پھر رہا تھا کہ آج مسجد حضرت حاجی صاحب کے بالمقابل گراؤنڈ میں حضرت غوث پاک کے ایک لخت جگر سید علی حسین شاہؒ کے جلسہ میں تشریف لائیں گے۔ چند ایام قبل یہ خبر حوائی شہر میں بھی ہوچکی تھی۔ دیہاتیوں میں اس خبر سے عجب وارفتگی کا عالم تھا۔ لوگ اس دن کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ منادی نے ظہر کے بعد کا وقت بتایا تھا راقم بھی اپنے بزرگوں کے ہمراہ سڑک کے کنارے منتظرین میں شامل کھڑا تھا۔ شاہ شارع حضرت دولہا دریائیؒ پر سرکلر روڈ کے جلسہ گاہ تک آدم ہی آدم نظر پڑتا تھا۔ دیہاتوں کے مرد و زن شہر سے صغار و کبار اپنے سب دھندے چھوڑ کر اس سڑک کے کناروں پر جمع تھے۔ جہاں سے اس فخر گلشن کی سواری گزر رہی تھی۔ دو بجے دن کے قریب آپ ایک کار میں سرکلر روڈ سے اس سڑک کی طرف آئے۔ پولیس نے لوگوں کو ہٹانے دور کرنے کی کوشش میں روایتی سختی کا مظاہر کرنا شروع کیا ہی تھا کہ آپ نے اشارے سے

Marfat.com

روک دیا۔ پس پھر کیا تھا ہجوم عاشقاں پروانہ وار آگے بڑھ رہا تھا۔ خدام ان کو آرام سے رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ جذبات کا طوفان دھیرے دھیرے تھم رہا تھا۔ مشتاقان دید کی پیاس بجھنے لگی۔ بادہ کشاں محبت نظروں کے جام بھر رہے تھے اور گاڑی دھیرے دھیرے جلسہ گاہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تین فرلانگ کا یہ فاصلہ دواڑھائی گھنٹوں میں طے ہوا انسانوں کا ایک جم غفیر خواص و عوام کا ایک انبوہ اور صغار و کبار مرد و زن کا ایک طوفان، جو آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے قابو ہوا جارہا تھا۔ آخر جلسہ گاہ کے قریب پہنچ کر گاڑی رکی۔ علماء عظام کے جلو میں اکابرین ملت پیشوائی کے لئے جمع تھے۔ اور پھر گاڑی کا دروازہ کھلا۔ لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ سجائے سنہرے فریم کی عینک لگائے، نیلے رنگ کا جبہ زیب تن کئے، رومی ٹوپی پر سنہری پٹکا باندھے گاڑی سے اترے تو ہر خاص و عام اپنے اور بیگانے نے دیکھا کہ ایک قالب نورانی ہے جس کی ضوفشانی سے دلوں کی تاریکیاں چھٹ رہی ہیں۔ (اس عظیم الشان منظر کی یادگار راقم کے پاس بے بی کیمرہ سے لیا گیا وہ فوٹو ہے جو شاید اپنی نوعیت کا واحد فوٹو ہے)

آپ نے کچھ وقت علماء شہر اور معززین کو شرف ملاقات بخشا۔ عصر کی نماز ادا کی۔ اس وقت تک جلسہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ بھی نہ تھی۔ اور پھر آپ نے جلسہ گاہ کو رونق بخشی آپ کا تعارف مجاہد ملت حضرت صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب نے کرایا اور کہا کہ کئی سال قبل مدینہ منورہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت آپ بے ریش نوجوان تھے۔ آج جب ملاقات ہوئی ہے تو فرماتے ہیں کیف حال ابیک (آپ کے اباجان کا کیا حال ہے) تو میں نے عرض کیا ھل عرفتنی (کیا آپ نے مجھے پہچان لیا ہے؟) تو فرمایا نعم انت محمود شاہ من غجرات باکستان و لا قلیتک بدار ضیاء الدین مولنا بالمدینۃ

۱۱۱۱۶۶

Marfat.com

المشو فہ ۔ (ہاں آپ محمود شاہ گجرات پاکستان کے رہنے والے ہیں آپ سے مولانا ضیاء الدین صاحب کے در دولت پر مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی تھی) شاہ صاحب نے کہا لوگو ! دعا کرو جس طرح یہ لج پال لوگ آج ہمیں پہچان رہے ہیں ہمیں کل قیامت کے دن کو بھی پہچان لیں اور اپنی کرم بستری اور شفاعت سے ہماری بگڑی کو بنادیں ۔ اس کے بعد ضیغم اسلام مناظر اعظم حضرت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی کا خطابت دل پذیر عظمت ولایت پر تھا۔ دوران خطاب جب آپ حضرت غوث الثقلین کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ارشادات و اشعار کا ذکر کرتے تو حضرت والا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے کہ ان کے جد امجد نے فرمایا ہے تو آپ فرماتے " تم سچ کہتا ہے ؟ ماہ و سال گزرتے گئے تاآنکہ تقریباً اٹھارہ سال بعد بسلسلہ تدریس راقم کو دارلعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ (مدزالت شموس فضلھا بازغہ)کراچی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت کا درعنایت قریب ہی تھا۔ دارلعلوم کے پرنسپل حضرت پیر سید عظمت علی شاہ صاحب ہمدانی مدظلہ کی معیت میں گاہے گاہے حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اب کے جب آپ سے ملاقات ہوئی تو دیکھا تا بانیوں کا سورج ڈھل رہا تھا۔ علالت کے آثار آپ کے منور چہرے پر ہویدا تھے ۔ ماہ و سال کی آمد و گزشت بھی اپنے نقوش چھوڑ رہی تھی۔ آپ نے کمال شفقت فرمائی ۔ہم سے قبل اندرون کراچی کے کچھ علماء آپ کی خدمت میں حاضر تھے ۔ خلاف معمول آپ نے ہمیں بھی اذن باریابی عطا فرمایا ۔ یہ حضرات کسی جلسے میں شمولیت کی دعوت دینے کے لئے آئے تھے ۔ ان کی طویل گفتگو سن کر آپ نے چند جچے تلے جملے ارشاد فرمائے ۔ فرمایا " مولوی لوگ بہت جھگڑا کرتا ہے میرے جد کو گالی دیتا ہے ۔ ہم زبان بند کرتا ہے، دل سے آوازیں نکلتا ہے ۔ اس لئے ہم جلسوں میں نہیں جاتا کسی جلسہ

Marfat.com

میں نہیں جاتا۔ یہ شاہ صاحب میرا بھائی ہے اس کے گھر جاتا ہے۔ دارالعلوم جاتا ہے۔ ہم معذور ہے تم لوگ اپنا کام کرو ہم کو اپنا کرنے دو" بعدازاں آپ نے حضرت شاہ صاحب کو ایک کتاب عنایت فرمائی۔ واپسی اسی اثنا میں حضرت کے صاحبزادہ والا تبار ایک خادم کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ نے گھر جانا چاہا۔ جملہ حاضرین کھڑے ہوئے آپ نے دعا خیر فرمائی۔ سید عظمت علی شاہ صاحب نے کچھ نوٹ جیب سے نکالے اور حضرت صاحبزادہ کو دینا چاہے۔ حضرت نے سختی سے منع کیا اور فرمایا "بچہ ہے عادت خراب کرتا ہے" پھر ایک خادم سے کہا کہ لے لو ختم میں شامل کرلو۔ جملہ حاضرین پر ایک طائرانہ سی نظر ڈالتے ہوئے فرمایا ہمارے والد بھی اسی طرح کرتا تھا۔ ہم بھی اسی طرح کرتا ہے۔ یہ تم کا احسان ہے ان کے لئے دعا کرو۔ یہ لوگ حضرت غوث کا سچا خادم بنے" حضرت والا اردو زبان محاوراتی اور گرائمر کی قیود سے پاک بولا کرتے تھے البتہ عربی زبان تھی اس پر خوب عبور تھا۔ اسی موقعہ پر راقم نے آپ کے آٹو گراف کے لئے عرض کیا تو آپ نے کمال شفقت سے عنایت فرمایا۔

حضرت والا عام طور پر حفظ کے طلباء سے بے پناہ اظہار شفقت و محبت فرماتے اکثر دارالعلوم میں تشریف لاتے تو فرماتے "کتنا حفظ ہوا ہے" قمر الاسلام کے بانی و مہتمم مولانا سید شاہ منظور ہمدانی سے خصوصی محبت کا تعلق تھا۔ ایک دفعہ فرمایا "تم ہم کو بہت بلاتا ہے۔ ہم اکثر بیمار رہتا ہے اب اگر پاکستان میں ہوا تو ضرور آئے گا۔ ایک جلسہ دستار فضیلت پر کراچی تشریف فرما تھے۔ ازراہ کرم گستری آپ نے درخواست کو شرف قبول بخشا اور آپ واقعی تشریف لائے دارالعلوم کے اساتذہ و طلباء اور عوام اہل سنت نے دیدہ و دل فرش راہ کئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے فاضل تحفیظ القرآن طلباء کو

Marfat.com

دستار باندھی اور مختصر خطاب میں ارشاد فرمایا " یہ میرا مدرسہ ہے غوث پاک کا مدرسہ یہ تم سب طلباء اور استاد حضرت غوث ، غوث العالمین جدی الکریم کے مدرسہ کو آباد کرتا ہے ۔ میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو آباد کرے اور مدرسہ کو آباد کرے ۔ خادمین کو آباد کرے معاونین کو آباد کرے میں یہاں آتا ہے تو دل بہت خوش ہوا ہے ۔ ایک دفعہ بریلی گیا تو مولوی مصطفیٰ رضا کے کام سے بہت خوش ہوا ۔ آپ کے کام سے خوش ہوا میں بیمار ہے تم لوگ دعا کرو صحت ہو صدقہ حضرت غوث آمین " (ان مبارک پاکیزہ محافل کے فوٹو دارالعلوم کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں)

حضرت مولانا پروفیسر محمد طاہرالقادری مدظلہ نے جب تحریک کے پلیٹ فارم سے درس قرآن کا آغاز کیا تو حضرت والا نے دارالعلوم قمرا الاسلام کے بانی و مہتم حضرت مولانا پیر سید شاہ منظور ہمدانی کو بلا بھیجا ۔ شاہ صاحب اپنے برادر اور دارلعلوم کے پرنسپل پیر سید عظمت علی شاہ صاحب اور راقم کے ہمراہ تشریف لے گئے ۔ تو آپ نے فرمایا " طاہرالقادری تمہارا بھائی ہے ۔ قرآن کا درس دیتا ہے مسجد ...... (آپ نے توقف فرمایا تو حاضرین میں سے کسی نے کہا طارق روڈ) ہاں ادھر ہی ہے ہم تمہارے ساتھ جائے گا ۔ تم سب استاد شاگر ادھر ضروری حاضری دو " دارالعلوم کے طلباء اور اساتذہ نے ان دروس میں بالخصوص شرکت کو لازمی جانا اور جب تک یہ دروس جاری رہے اس میں حاضر جاری رہی ۔

راقم نے مجالس مرشد کے چند مختصر مقامات دیکھے چونکہ نقش اول ہے کچھ گزارشات برادر گرامی کو مشافتہ عرض کی ہیں امید ہے نقش ثانی انشاء اللہ جدید انداز تالیف لئے ہوگا ۔

Marfat.com

اللہ کریم حضرت والا اور آپ کے دامن گرفتگان کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازے ان کے درجات میں بے انتہا ترقی عطا فرمائے اور حضرت کے لگائے ہوئے پودوں کی خود حفاظت فرمائے ۔ انہیں گلشن اسلام کا فخر اور اہل سنت کا پاسبان اور منبع رشد و ہدایت بنائے ۔ آمین بحق طه و یسین علیه وعلی آله اکرم الصلوات والتسلیمات الی یوم الدین و علی من تبعهم باحسان الی یوم الدین ۔

والسلام

محمد یوسف فاروقی

۱۲ جولائی ۱۹۹۷ء بمطابق ۵۔ ربیع الاول ۱۴۱۸ ھ

Marfat.com

پیش لفظ

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دین اسلام کے روز اول سے لے کر ہنوز مخلوق خدا کی ہدایت، تعلیم و تربیت، اصلاح اعمال و اخلاق، تزکیہ باطن، انسانیت کی تعمیر و تشکیل اور امت کی وحدت اور اتقاء میں صلحاء امت، اولیاء اللہ اور مشائخ کی صحبتیں، ان کے مجالس، ان کے ارشاد و افادات، ان کی ہدایات و ملفوظات اور بعض اوقات ان کی دلنواز نگاہیں نسخہ اکسیر ثابت ہوتی ہیں۔

مشائخ و علماء، اہل اللہ اور اہل دل حضرات کی مجالس، ارشادات، افادات، ملفوظات اور ان کی علمی و دینی اور روحانی گفتگو ضبط کر کے شائع کرنے کا سلسلہ اسلام کی تاریخ میں ابتداء سے اور خصوصاً برصغیر میں تو بہت قدیم ہی سے چلا آرہا ہے۔

سلف صالحین کا یہ طریقہ کار، اولیاء اللہ کے مجالس کی حفاظت و اشاعت اور اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین پر مشتمل تصنیفات، ایک بڑا مبارک، نہایت دانشمندانہ اور بے حد نافع تالیفی اقدام تھا۔ حضرت امام بصریؒ، حضرت رابعہ بصریؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، شیخ سہروردیؒ، حضرت داتا علی ہجویریؒ، حضرت غوث الاعظمؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بابا گنج شکر، حضرت امیر خسرو، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی، حضرت شمس الدین سیالوی، حضرت پیر سید مہر علی شاہ، وغیرہ ہم یہ سب حضرات ایک طرف شیوخ طریقت اور دوسری طرف مسند علم کے تاجدار تھے۔ ان کے احوال و سوانح کمالات علم کے ساتھ ساتھ برکات باطنی سے بھی لبریز ہیں۔ ان کے مجالس، ان کے فیوض و برکات، ان کی گفتگو، اور ان کے افاضات و ارشادات سے ایک عالم مستفید ہوا اور اب تک استفادہ کیا جا رہا ہے۔ یہی بزرگ تھے جن کے دم قدم سے دین اسلام کی روشنی پھیلی۔

Marfat.com

درحقیقت اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کی جامعیت تھی وہ اسوہ حسنہ کے قریب تر تھے۔ اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا۔ آئمہ اسلاف میں ایک ایک کی سوانح اور ان کے تذکرہ و احوال کا مطالعہ کیاجائے تو ظاہر و باطن کے علوم کے جامع نظر آئیں گے۔

چودھویں صدی کے نصف آخر اور پندرھویں صدی کے عشرہ اول میں بقیۃ السلف شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء، شہزادہ غوث الوریٰ، سیدی و مرشدی و مولائی حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری البغدادی گیلانی قدس سرہ العزیز کا وجود گرامی بھی تکوینی طور پر دین اسلام کی تاریخ دعوت و عزیمت کی ایک زریں کڑی اور تسلسل اور اس کی حقانیت اور صداقت کی ایک واضح دلیل ثابت ہوا۔ حضرت شیخ المشائخ ساٹھ سال وراثت نبوت کی تعلیم میں " ویعلمھم الکتاب والحکمۃ " کا جلوہ دکھاتے رہے اس کے ساتھ اپنی توجہات اور مخصوص اوقات میں " و یزکیھم " کی جلوہ ریزی بھی فرماتے رہے۔ حضرت سیدی و مولائیؒ سے علم ظاہر و باطن، اور شریعت و طریقت کی دونوں سوتیں ایک چشمہ بن کر بہہ رہی تھیں۔ شب بیداری نے آپؒ کی آنکھوں کا نور بڑھا دیا تھا اور ذکر کی کثرت اور خلوص کی سپرٹ نے آپ کی زبان کی تاثیر میں مقناطیسیت ڈال دی تھی۔ جنہیں دیکھ کر دین کے زندہ و جاوید اور موثر ہونے کا ثبوت مل جاتا تھا۔ آپؒ کے مواعظ و مجالس اور ارشادات و مصاحبت کے نقد اثرات، حاضرین و سامعین اور خدام کھلے آنکھوں محسوس کرتے جس سے لاکھوں کی زندگی میں تبدیلی آئی، آپ کے مجالس کے اثرات اتنے گہرے ہوئے کہ صورت و سیرت کے کتنے آزاد منش، مغربی تہذیب کے دلدادگان، آپ کی صحبت کیمیاء اثر سے درویش صفت، فقیر منش، بن گئے۔ ہزاروں آپ کی نظر توجہ، دعا و التفات اور تعلیم و تربیت سے، معلم، مدرس، فقیہ، محدث، مفسر، قومی رہنماء، مدبر، منتظم اور میدان کارزار کے سپاہی بن گئے۔

احقر کو آغاز سے ہی ولی کامل حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ

Marfat.com

خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت گولڑویؒ کی صحبت سے اکتساب و استفادہ کا موقع میسر آیا۔ یہ موہبت باری تعالیٰ ہے۔ انہی کی دعاؤں سے درسیات و دینیات پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ذہن بدل گیا اور صبح و شام ایک کیفیت اور ایک ہی آرزو سامنے رہنے لگی کہ علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے جائیں۔ مدرسہ عربیہ مہریہ بستی بوسن ہٹھاڑ میں استاذی المکرم حضرت علامہ مفتی محمد غلام اصغر سیالوی دامت برکاتہم العالیہ جیسے قابل، محنتی اور مشفق استاذ کی خدمت میں تین سال کے عرصہ نے علم دینی کی آگ بھڑکادی۔انہی دنوں استاذی المکرم، مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے ٹیلی ویژن پر فہم القرآن کے ذریعے متعارف و متاثر ہوااور ساتھ ہی جامعہ میں داخل ہوگیا۔

حضرت والاؒ کے علمی کمالات، روحانی تربیت و توجہات، بلند اخلاقی کردار، معاصر مشائخ و اہل اللہ میں آپ کے مقام و مرتبہ اور عام اخلاق سے متعلق دلچسپ اور حیرت انگیز حالات و واقعات اس کثرت و تواتر سے سننے لگا کہ دل و دماغ اور ذہن و قلب پر آپ کی مخصوص سی فرضی مگر حسین اور محبوب تصویر نقش ہوگئی اور اب انسانی فطرت جس کے پس منظر میں موہبت باری تعالیٰ کارفرما تھی آگے بڑھی۔ محض انس و محبت کو زیارت و ملاقات، حضور مجلس و استفادہ، خدمت و قرب اور کسب فیض کے لئے اشتیاق بے چینی اور مضطرب بلکہ عشق و محبت کی کیفیات سے تبدیل کردیا بس اب تو عالم ہی دوسرا تھا۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

طلب اور اشتیاق فیض تڑپ کے مرحلے میں داخل ہوگیااور فیصلہ کرلیا کہ بیعت کا شرف قدوۃ لاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدناطاہر علاؤ الدین القادری البغدادی گیلانی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر کیاجائے۔ حضرت والاؒ سے کسب فیض،خدمت، حصول دعا اور استفادہ کی اس سے بہتر کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔

Marfat.com

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

ترجمہ :- وہ خاک کو ایک نظر سے کیمیا بنا دیتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ وہ ہم پر بھی نظر التفات فرمائیں ۔ چنانچہ حضرت والاؒ ختم نبوت کانفرنس مینار پاکستان صدارت کے لئے تشریف لائے تو شرف زیارت کے ساتھ بیعت کی سعادت سے بھی سرفراز ہوا ۔ کیونکہ

کہ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت اقدسؒ نے نماز عصر بھی خود پڑھائی اور نماز مغرب بھی ۔ ناچیز کو پہلی صفوں میں حضرت والاؒ کے دیدار کے لئے جگہ ملی اور چہرا نور پر نظر تھی ۔ لوح حافظہ پر نقش اتنا گہرا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہے ۔ نہال ہوا جارہا تھا کہ اتنے قریب سے دیکھنے ، حضرت والا کی اقتدا میں نماز پڑھنے ، گفتگو سننے اور مصافحہ کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوگئی ۔ یہی پہلی ملاقات تھی یا واردات تھی ۔ چشم تصور میں آج اس پہلی ملاقات کی پیاری اور حسین تصویر نگاہوں کے سامنے ہے ۔

ہم نے دیکھا تھا اک فنا فی اللہ

حضرت اقدسؒ کے سراپا وقار ، مجسم متانت ، دراز قد اور چہرہ مبارک پر معصومیت اور شرافت نمایاں تھی ۔ لباس نہایت صاف ستھرا اور عمدہ ، سر پر عمامہ سرخ و سفید اور خوبصورت ، اس کے پیچ بھی نہایت خوبصورتی سے دیئے ہوئے کیونکہ حضرت والاؒ جب عمامہ باندھتے تو عرفان کا نور اور علم و ذہانت کا اجالا دمکتا تھا ۔ چہرہ انور گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا اور جب تک مجلس رہتی لبوں پر مسکراہٹ رہتی ۔ پہلی دفعہ دیکھ کر ہی دل نے یہ شہادت دی کہ ان میں دوسروں کو ایذا پہنچانے اور دل دکھانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔ پھر حضرت والاؒ سے قرب و تعلق معیت و اکتساب اور مراسلت اور خدمت کی وجہ سے ذاتی واقفیت جتنی بڑھتی گئی حضرت والاؒ کی شخصیت کی عظمت اور اس کا اثر بھی اپنے اوپر بڑھتا گیا ۔

Marfat.com

بیعت کا ذکر ناناجان قبلہ حضرت حاجی نور محمد صاحب اور حضرت قبلہ سیدی علی حسین شاہ صاحبؒ (خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت گولڑویؒ) سے کیا تو بہت خوش ہوئے اور مبارکباد دی اور دعاؤں سے نوازا۔ حضرت قبلہ پیر سید علی حسین شاہ صاحبؒ کی خدمت میں جب بھی حاضری ہوتی تو آپ حضرت والاؒ کی خیر و عافیت ضرور دریافت فرماتے اور بارہا فرمایا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب پر ولی کامل کا دست مبارک ہے اور ان پر شیخ طریقت کی خصوصی نظرکرم ہے۔ بہرکیف ان باتوں سے وابستگی وارفتگی اور تعلق و نسبت کو مزید جلا ملتی۔ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحبؒ ہمارے حضرت کا ذکر خیر بڑی محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ میرے لئے ان کے سامنے حضرت والاؒ کا نام بھی فخر کے لئے کچھ کم نہ تھا۔

ان کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں

میری تو خیر کوئی رائے اور حیثیت ہی نہیں اکابر علماء، مشائخ اور صاحب بصیرت، ارباب علم و فضل کو بارہا اس بارے میں ہم خیال و یک زبان پایا۔ کہ اس زمانہ میں حضرت والاؒ ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کا ایک واقعاتی معجزہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ قبلہ مخدومی حضرت پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ خاکی (چکوال) حضرت والاؒ کا ذکر فرماتے تو عجیب کیفیت ہوتی۔ بڑا والہانہ انداز میں حضرت اقدسؒ کی باتیں کرتے تھے۔ اسی طرح مکرمی و مخدومی حضرت صاحبزادہ پیر سید نصیرالدین شاہ صاحب نصیر دامت برکاتہم العالیہ سے جب بھی ملاقات و زیارت کے لئے دربار عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تو حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہمارے حضرتؒ کی خیر و عافیت ضرور دریافت فرمائی۔

یہی وہ اہل علم و فضل کی باتیں تھیں جن سے حضرت والاؒ سے گہری عقیدت ہوتی گئی۔ خدمت و شدت قرب کے کم و بیش پانچ سال کے عرصہ میں حضرت والا کو قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا بہترین موقع ملا۔ اس دوران جو چیز خاص طور پر محسوس کی

Marfat.com

وہ یہ تھی کہ شب و روز کے معمولات کی پابندی و مشغولی، فکر و مراقبہ مجالس میں شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، تزکیہ و احسان سلوک، وغیرہ کے موضوعات پر حیرت انگیز اور مباحث علمی نکات اس شان سے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ کوئٹہ، کراچی، لاہور وغیرہ مقامات پر مجالس کا منظر حضرت والاؒ کا مخصوص اور دلکش لہجہ اور مجالس کی روحانی اور پر سکینت فضا اور حضرت والاؒ کا معصوم چہرہ آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید

حیرت دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

آپؒ کی مجالس میں امت کی فلاح و بھلائی روح ہدف ہوا کرتی تھی آپؒ کے ذوق عمل، ہمت باطنی اور وسعت اخلاق نے علم کو عمل کے ہر ہر گوشے میں دوڑا کر عملی سانچوں میں پیش کیا۔ آپؒ کی مجالس عارفانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عالمانہ اور روحانی اسپرٹ سے بھرپور ہوتی تھیں جو جذبات عمل سے لبریز کیا کرتی تھیں۔ جس سے مریدین و متوسلین اور منتسبین اور متوسلین کے قوائے عمل کی قوتیں بیدار ہوجاتیں اور جذبات عمل زیادہ سے زیادہ مشتعل ہوتے تھے۔ مہمانوں کی کثرت اور اس پر حضرت والا کی مسرت و بشارت بچشم خود دیکھی۔ مہمانوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ مہمانوں میں ہر طبقہ کے لوگ ہوتے تھے، اکابر علماء، ادارہ منہاج القرآن کے مخلص معاونین، رفقاء اراکین، عہدہ دار، ملک و ملت کے قائدین، مشاہیر زعماء، سیاسی قائدین، ارکان پارلیمنٹ، وزراء سرکاری آفیسرز، کالج کے طلبہ، دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ، بیعت کے خواہشمند، تعویذات کے طالب غرضیکہ ہر طبقہ اور ہر قسم کی سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے احباب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق خوشحال اور مالامال ہوتے۔ حاضرین و مستفیدین اور ملاقاتیوں و محبین کا سب سے بڑا ہدف دعا ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز کی دعا کی

Marfat.com

کیفیت، اس کے مضامین جوش و خروش، درد دل، رقت انگیزی، اور اس کی تاثیر، حضرت اقدسؒ کے ان خصائص میں سے تھی۔ جن کی مثال دور دور تک دیکھنے میں نہیں آتی۔ جب دعا فرماتے حاضرین کا عجب حال ہوتا۔ سب یہی محسوس کرتے کہ رحمت الٰہی جوش میں آگئی ہے۔ لوگوں پر وارفتگی اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کی عملی زندگی کامل اتباع نبویؐ اور قرون اولیٰ کے صوفیاء و مشائخ کی تقلید تھی۔ آپ میں مقصد کی لگن اور نصب العین کا وہ عشق تھا جس کے لئے ایثار اور قربانی کا ایسا مرحلہ نہ تھا جسے آپ نے گوارہ نہ فرمایا ہو۔ کوئی مشقت اور تکلیف ایسی نہ تھی جس کا استقبال مسکراتے ہوئے نہ کیا ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عشق کا جنون جب سر پر سوار ہو جاتا ہے تو محبوب کی طلب میں کوئی مزاحمت نہیں رہتی وہ شوق منزل کی تمام دشواریوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حضرت اقدسؒ کی زندگی کا خمیر عشق کی ولولہ انگیزیوں اور جنون نوازیوں سے تیار ہوا تھا۔ آپؒ کی ذات میں ایثار و قربانی اور سرفروشیوں کی ایک دنیا آباد تھی۔ کیونکہ صحابہ و اہلبیت اور صوفیاء کے اتقاء و اخلاص کا پیمانہ جہاد فی سبیل اللہ تھا وہی روح اور سچی تڑپ آپ کے اندر کام کرتی رہی۔ میری زندگی کا جتنا عرصہ جو حضرت اقدس کی خدمت و معیت اور آپؒ کی مجلس خیر و برکت میں گزرا ہر شب شب قدر اور ہر روز عید کا مصداق بن گیا۔

مے ناب و کنار آب و یار مہربان ساقی
دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

پھر احقر نے حضرت والاؒ کے متعدد اور متضاد مناظر دیکھے۔ شہزادگان والا عالی مرتبت کے اغواء کے سلسلے میں لوگوں کی عقیدت اور ارادت کا جوش بھی دیکھا۔ لوگوں کی بے نیازی اور اظہار جاں نثاری بھی دیکھی۔

حضرت قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کو دست بوسی اور قدم بوسی

Marfat.com

کرتے ہوئے بھی دیکھا اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمدؒ صاحب محدث لائلپوری کی عقیدتمندی و نیازمندی کے روح پرور واقعات بھی سنے اور دارالعلوم بریلی شریف میں پرجوش استقبال کے واقعات محبت بھی سنے۔ آپ کے زیر سایہ چلنے والی عالمی تحریک منہاج القرآن اور آپ کے منظور نظر مرید باصفا قائد تحریک پر کفر کے فتوے صادر کئے گئے اور آپ کی تردید پر بعض نادانوں نے آپ پر بھی نازیبا جملے استعمال کیے حضرت والا کو تند و تلخ تجربوں اور قلبی بے چینیوں اور اضطراب سے گزرنا پڑا۔ ان ایام میں بھی آپ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان استعمال فرماتے رہے۔

ذرہ پی کر بہک جانا، یہ کم ظرفوں کا شیوہ ہے
جو عالی ظرف ہوتے ہیں وہ کب بہکتے ہیں

حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری ایک فرد کا نام نہ تھا۔ صفات خیر کے اس نہایت حسین اور دلآویز پیکر کا نام تھا جن کا وجود خاکی تھا مگر صفات ملکوتی تھیں۔ آپ مسلکاً حنفی مشرباً قادری تھے مگر شدت اور غلو نام کی چیز سے ناآشنا تھے۔ مسلک میں بے جا سختی اور نہ مزاج میں تندی تھی۔ حضرت والا کے ہاں پیچیدہ مسائل چٹکیوں میں حل ہوتے تھے۔ شریعت کوئی بھاری بوجھ محسوس نہ ہوتی زندگی میں رچی بسی بڑی سہل چیز نظر آتی تھی۔ آپ عسر کی بجائے یسر کی راہ نکالتے تھے۔ شریعت و طریقت سے خوفزدہ نہ فرماتے اس پر عمل کی ترغیب دیتے اور اپنی رائے کسی پر جبراً مسلط نہ فرماتے تھے۔ انداز تفہیم ایسا دلنشین ہوتا کہ سننے والے کو نہ صرف شرح صدر ہو جاتا بلکہ وہ آپؒ کا گرویدہ بن جاتا۔ بعض مشائخ و علماء کے اندر پائی جانے والی خشونت و کرختگی آپؒ کو چھوکر بھی نہیں گزری تھی۔ آپ بڑے ملنسار، منکسر المزاج اور متواضع و خلیق تھے عام گفتگو میں بھی علمی برتری کا ذرہ بھی اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔ مجھے تو حضرت اقدسؒ سے ارادت نسبت تھی اور حضرت والا میرے شیخ و مربی اور محسن تھے۔ شرافت نفس، عزیزانہ محبت اور مکارم اخلاق کا بارہا تجربہ ہوتا رہا۔ اپنی بزرگی کے باوجود تواضع میں مجھے

Marfat.com

جاتے تھے احقر شرمندہ بھی ہوتا اور اس احساس سے شاد کام بھی کہ اپنے علم و فضل میں ایسا عظیم اور بلند پایہ انسان مجھے بطور مربی و شیخ اور ایک مہربان و دعاگو بزرگ میسر آیا ہے۔

حضرت اقدسؒ نرم مزاجی اور خوش اخلاقی کے باوجود بہت صاف گو تھے کھری اور سچی بات کہنے یا اپنی رائے کے اظہار میں آپؒ کو کوئی تامل نہ ہوتا تھا۔ آپؒ اخلاقی اعتبار سے مخاطب کے مقام و مرتبہ کا لحاظ ضرور فرماتے تھے۔
کلمو االناس علیٰ اقدر عقولھم
کی عملی تفسیر تھے لیکن آپؒ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ حضرت والاؒ میں صحابہ و اہلبیتؓ اور اولیاء کرامؒ کے والہانہ شان کی ایک ادا اور ان کی دینی بے قراری کی جھلک نظر آتی تھی۔ دن کے سوز و گداز اور راتوں کے راز و نیاز کی خبر بہت کم لوگوں کو تھی آپ کا مزاج بھی یہی تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہونے دیتے تھے مگر جنہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ جانتے ہیں کہ آپؒ بکا باللیل و بسام بالنہار یعنی رات کو رونے والے دن کو مسکرانے والے کی زندہ تصویر تھے۔ اور اس سے بڑھ کر شہادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت قبلہ بابو جی گولڑویؒ نے آپؒ کے قیام اللیل ہونے کا واقعہ بیان فرمایا اور آپ آخر دم تک بڑی مستعدی اور عالی ہمتی کے ساتھ قیام اللیل کے مناجات اور معمول کے وظائف اور اوراد بڑی استقامت کے ساتھ پورا کرتے رہے

کمال و شہادت خلق کے ساتھ اپنے نفس سے بدگمانی اور بے مائیگی کا استحضار واعلان انسان کی بلندی کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نفس امارہ کی گرفت سے آزاد اور خود فریبی و خود پرستی سے بلند ہوگیا ہے۔ یہ چیز حضرت والاؒ کی زندگی میں بہت نمایاں ہوگئی تھی اور واقعۃً بھی یہی آپؒ کا حال تھا قال نہ تھا۔ بڑوں بڑوں کو دیکھا کہ حضرت والا کے اخلاق عالیہ، تواضع و ایثار و خورد نوازی کو دیکھ دیکھ کر ورطۂ حیرت

Marfat.com

میں ڈوب جاتے تھے۔ حضرت والاؒ خود کو لیس بشئ سمجھتے تھے اور یہ الفاظ محض کہنے کے لئے نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ دل سے اپنے کو لیس بشئ سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح اپنے اسلاف کا جانشین، بحرذخار، نعم الخلف، نعم السلف کا مصداق بنادیا تھا۔ حضرت والاؒ کے ارشادات و فرمودات، ملفوظات و افادات کا ذخیرہ آپ کے سامنے ہے۔ مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ خود کو کیا سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تواضع و انکسار اور بے نفسی کے کس مقام رفیع پر پہنچایا تھا واقعہ ہے کہ الفاظ کی بڑی سے بڑی مقدار بھی ذاتی مطالعہ اور عینی شاہد کے مقام پر نہیں ہوسکتی۔ الفاظ کا دامن تنگ ہے، اصل حقیقت کی نقاب کشائی الفاظ کے محدود پیرایہ اظہار سے ناممکن ہے۔ پھر کیفیات و جذبات، بیسیوں ادائیں، عشق رسول، وارفتگی و جاں نثاری یہ سب ایسے امور ہیں جن کی واقعی تصویر کشی بہرحال ناممکن ہے۔ اور اگر کوئی چیز کسی کا صحیح تصور قائم کراسکتی ہے اور ان کو کسی حد تک صحیح شکل میں پیش کرسکتی ہے تو وہ صرف واقعات، حقائق یا ان کی اپنی روزمرہ کی بے تکلف گفتگو، نج کے مجالس، مواعظ و ارشادات و ملفوظات اور افادات ہی ہوسکتے ہیں۔ تعلیم دین، علوم نبوت کی ترویج و اشاعت، قرآنی معارف کی خدمت، آدم گری و آدم سازی اور رجال کار کی تربیت پر خصوصی توجہ اور ارشاد و تربیت کا بہت بڑا ذریعہ اور مرکز آپ ہی کی سرپرستی میں چلنے والا ادارہ منہاج القرآن ہے۔ جس سے لاکھوں لوگ اقامت دین اور غلبہ حق کی بحالی کے لئے مصروف ہیں۔ حضرت والا نے قائد تحریک کی صورت میں اقلیم محبت اور ولایت عشق کی نئی سپاہ تیار کی۔ اس کے ساتھ ساتھ تو آپؒ کی مجالس، عام گفتگو، بھی ہدایت و ارشاد، اصلاح انقلاب، سلامتی اور صفائے باطن میں اکسیر ہوا کرتے تھے۔ حضرت اقدسؒ کی ہفتہ وار مجالس جمعہ کو صبح ۹ سے ۱۲ بجے تک ہوا کرتی تھیں اور ماہانہ مجلس چاند کی گیارہویں کو ہوا کرتی تھی اور سالانہ مجلس مرکزی گیارہویں شریف جو حضور غوث اعظم کے عرس کے نام سے منعقد ہوتی تھی جس میں اکابر

Marfat.com

علماء، مشائخ، ادارہ منہاج القرآن لاہور کے طلبہ و اساتذہ، دور دراز سے آئے ہوئے مریدین و معتقدین و متوسلین سیاسی کارکن، قومی رہنماء، حکومتی کارندے، غرض ہر طبقہ کے آدمی حاضر مجلس ہوتے تھے۔ حضرت والا کی گفتگو میں رشد و ہدایت کی چاشنی اور اخلاص و محبت کا نور ہوا کرتا تھا جس کی ایک بار ملاقات ہوگئی وہ عمر بھر کا گرویدہ اور عاشق زار بن گیا۔ حضرت والاؒ کی مجالس میں مختلف موضوعات اور مسائل پر باتیں ہوتی تھیں اور ہر طبقہ کے لوگ مستفید ہوتے اور تسلی بخش جواب پاتے تھے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

ان مجالس کا کوئی مستقل یا متعین موضوع یا اس وقت کی گفتگو کوئی مستقل درس کی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ جو کچھ حسب حال اللہ تعالیٰ آپؒ کے دل میں ڈال دیتا ارشاد فرماتے تھے۔ ان مجالس میں عام رشد و ہدایت کے اقوال، سلوک و تصوف کے نکات، اصلاحی و علمی تحقیقات، سلف صالحین اور بزرگوں کے حالات و واقعات ارشاد فرماتے۔ بعض اوقات یہ گفتگو بڑے گہرے معارف و حقائق دقیق نکات اور حیرت انگیز علمی و روحانی لطائف پر مشتمل ہوتی تھی۔ حضور سیدی غوث اعظمؒ کا تذکرہ فرماتے وقت جذب و وجد کا خاص خاص کیف و اثر محسوس ہوتا، چہرہ انور پر بشاشت آجاتی۔ گویا کسی نے دل کی دھڑکن پر ہاتھ رکھ دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ دل کا ساز کسی نے چھیڑ دیا ہے۔ آپؒ کے ارشادات و ملفوظات میں نادر تحقیقات اور بلند و لطیف علوم کا ایسا ذخیرہ ہوتا جو حقائق و معارف کی کم کتابوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ مجالس میں اول سے آخر تک انبساط رہتا۔ خشونت و کج خلقی کا تصور بھی نہ تھا۔ کسی درجہ کی خشکی اور یبوست آس پاس نہ رہتی۔ خندہ جبینی، شگفتہ بیانی، زندہ دلی، اور نکتہ سنجی، مجلس کو باغ و بہار بنا دیتی تھی۔ آپؒ ایک مصلح اور مشفق شیخ طریقت تھے۔ آپؒ کا مقصد زندگی خدمت علم، اصلاح امت، اور دعوت و خدمت تھا۔ آپ کی نظر لینے سے زیادہ دینے،

Marfat.com

فائدہ اٹھانے سے زیادہ فائدہ پہنچانے اور طلب وسوال سے زیادہ بزل و نواز ہوتی۔ حضرت
والا ہمیشہ صحیح تعلیمات وہدایات ، اپنے مطالعہ کا نچوڑ، اپنی زندگی کے تجربات اور اپنے
محبین ومتعقدین اور عامۃ المسلمین کے لئے مخلصانہ مشوروں کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جن
پر عمل پیرا ہو کر آپ خود اس بلند مقام پر پہنچے اور جن سے فائدہ اٹھا کر اور ان پر کاربند رہ
کر دوسرے حضرات بھی دینی اور روحانی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں اور بہت سے خطرات،
وساوس، مضرات، لغزشوں اور غلطیوں سے بچ سکتے ہیں۔ حضرت اقدس کے ارشادات و
ملفوظات سامعین وقارئین کو خیالات کی بلندی، حوصلہ مندی، مادیت کے خلاف بغاوت
،حقیقت کی جستجو، سازدل کو چھیڑنے اور روح کے سرچشموں کو جاری کرنے میں مرکزی
اور بنیادی کردار ادا کرتے تھے آپ کے ملفوظات وارشادات جن میں طریقت ومعرفت کے
مسائل ، شریعت کی حکیمانہ تشریح وتوضیح، سیاست اور قومی معاملات کے دقائق کی
توجیہات اور حیات بخش نکتے اس طرح جمع ہو گئے ہیں کہ ایک جویائے حقیقت و
معرفت ، ایک متلاشی احوال آخرت اور ایک طلبگار شریعت وسیاست کے لئے یکساں
طور پر شفا اور سکون روح کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ "مجالس مرشد" کا مطالعہ حضرت والا کے
علوم ومعارف سے مستفاد ومعمور افادات کا حسین وجمیل گلدستہ ہے جس میں احقر نے
آپ کے علوم و معارف کے وسیع دسترخوان سے رنگا رنگ پھول اکٹھے کر کے اپنے تئیں
خوبصورتی اور خوش ذوقی کے ساتھ سجانے کی کوشش کی ہے۔ ان افادات میں مرکزی
مفہوم حضرت والا کا ہی ہے۔ لیکن احقر نے انہیں اپنی یادداشت سے جمع کیا اور
ترتیب دیا ہے لہذا اگر جمع و ترتیب یا انداز بیان میں کوئی قصور ہے تو اس کی ذمہ
داری احقر پر ہے اور اشاعت کا منشا یہ بھی ہے کہ اہل نظر حضرات اس میں کوئی خامی
دیکھیں تو احقر کو متنبہ فرمادیں۔ بہرصورت ! یہ باتیں بڑی قیمتی ہیں جن سے انشاء اللہ
دین کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی ہمت اور اس کا شوق پیدا ہوگا۔

Marfat.com

اظہار تشکر

نیکی جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے ہوتی ہے لیکن وہ احباب بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں ہوتے جو نیکی کی راہوں میں مخلصانہ تعاون فرماتے ہیں۔ جناب حاجی اللہ داد صاحب، جناب حاجی غلام رسول عوامی صاحب A/5 جناب علامہ علی اکبر قادری الازہری صاحب جناب حاجی غلام نبی صاحب چندرال،حاجی مقصود احمد صاحب،جناب غلام رسول صاحب،جناب مشتاق احمدؒ صاحب (عوامی گفٹ سینٹر اینڈ جبیب سٹورز) جناب شہزاد عزیز صاحب۔ جناب حاجی عبدالمالک صاحب۔ جناب علامہ حاجی نذیر احمد صاحب، جناب امین طاہر صاحب، ملک خدا بخش بوسن صاحب جناب خادم حسین صاحب، جناب محمد جنید صاحب، صاحبزادہ سید خالد محمود بخاری صاحب، جناب ملک قربان علی خانصاحب بوسن، جناب حاجی محمد علی صاحب لاہور۔ صاحبزادہ قاضی عبدالرشید صاحب، جناب محمد شفیع القادری صاحب۔ چکسواری۔ جناب مولانا حافظ محمد شفیع القادری صاحب پونہ، پیر طریقت حضرت قبلہ سید شاہد حسین شاہ صاحب کاظمی اور حضرت صاحبزادہ سید ساجد حسین شاہ صاحب کاظمی آستانہ عالیہ کاظمیہ شیخوپورہ کا ممنون احسان ہوں کہ جو ہمیشہ مخلصانہ مفید مشوروں کے ساتھ رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ اور جناب ابرار حنیف مغل صاحب کا بھی متشکر ہوں کہ جو نہایت ذوق اور عقیدت مندی کے ساتھ اسے منظر عام پر لائے لیاقت علی عباسی صاحب۔ محمد اسماعیل قادری صاحب حاجی عبدالقیوم صاحب (نیوجبر) کا شکریہ ادا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ جو سراپا خلوص و محبت ہیں اور مخلصانہ محبت و تعاون کرتے رہتے ہیں اللہ قبول فرمائے اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ (محمد عمر حیات الحسینی)

Marfat.com

آئینہ حیات

Marfat.com

ولادت باسعادت

۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں سرزمین عراق کے مقدس شہر بغداد شریف کے باب الشیخ میں واقع حرم دیوان خانہ قادریہ میں ہوئی "آپؒ" کے والد گرامی نے آپ کا نام طاہر علاؤالدین رکھا۔

والد گرامی

آپؒ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیدنا محمود حسام الدین القادری گیلانیؒ ہے جن کا شمار اولیاءِ کبار میں ہوتا تھا۔ علی برادران یعنی مولانا شوکت علیؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ آپ کے مریدین میں سے تھے۔ بلاد عرب میں ہزاروں علماء، محدثین، اولیاء اللہ اور بزرگان دین آپؒ سے بیعت تھے مکتب دیوبند کے نامور عالم دین مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور ان کے والد ماجد مولانا محمد زکریاؒ بنوری بھی آپؒ سے بیعت تھے اور انہیں خلافت بھی آپ نے عطا فرمائی تھی۔ ان کے علاوہ اعلحضرت فاضل بریلویؒ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنیؒ جو بہت بڑے عاشق رسول اور صاحب تقویٰ و مجاہدہ بزرگ تھے آپؒ سے نسبت بیعت میں منسلک تھے۔ آپؒ نقیب الاشراف اور متولی اوقاف گیلانیہ کے مناصب جلیلہ کے حامل تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۲۵ھ میں ہوا اور مزار مبارک احاطہ حضور غوث اعظمؒ میں ہے۔

اوائل عمری کا زمانہ

حضرت والاؒ اپنے والد گرامی کے سب سے چھوٹے چہیتے اور لاڈلے صاحبزادے تھے۔ وہ معدودے چند بزرگ تھے جن کو آپؒ کے عالم جوانی میں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جن میں عارف کامل حضرت قبلہ غلام محی الدین معروف بہ بابوجیؒ گولڑوی تھے۔ انہوں نے آپؒ کے سوانحی حالات بیان فرمائے اور ان واقعات کے راوی حضرت مولانا

Marfat.com

عبدالقدیر بدایونی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت والاؒ کی عمر ابھی ۱۲، ۱۳ سال کے لگ بھگ تھی مگر لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ آپؒ نماز عشاء کے بعد حضرت غوث اعظمؒ کے مزار مبارک کے سامنے متوجہ ہوکر کھڑے ہو جاتے اور ساری رات نماز فجر تک وہاں اسی حالت میں قیام فرما ہوکر کسب فیض کرتے۔ یہ شب بیداری یعنی عشاء سے فجر تک ایک ہی وضو سے جاگنے کا معمول کم و بیش چالیس برس تک جاری رہا۔

بغداد شریف کے مصنف شیخ ابراہیم عبدالغنی نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے ایک باب حضرت قدوۃ الاولیاءؒ کی زندگی کے احوال کے متعلق قائم کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضور سیدنا طاہر علاؤالدینؒ کو اوائل عمری میں دیکھا کرتا تھا کہ حجرہ محمد خاں کے سامنے کوئی جگہ ہے اس میں ان کو دیکھا کرتا تھا کہ رات بھر عبادت کے لئے کھڑے رہتے تھے اور گریہ و زاری میں مصروف رہتے تھے"

تعلیم اور اساتذہ

حضرت والاؒ نے تعلیم کی تحصیل و تکمیل دریائے دجلہ کے کنارے واقع مسجد سید سلطان علی میں کی۔ آپ کے اساتذہ میں

(۱) ملا سید آفندی

(۲) مفتی قاسم القیسی۔

(۳) علامہ سید خلیل الراوی

جیسی معروف علمی شخصیات تھیں۔ یہ اپنے وقت کے نامور عالم اور محقق تھے ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بلاد عرب میں طوطی بولتا تھا اور کئی علمی و تحقیقی کتب کے مصنف ہیں۔

حضرت والا نے باقاعدہ درس نظامی کو درجنا پڑھا اور فقہ و فتاویٰ میں دسترس کے لئے مدرسہ دربار غوثیہ میں آپؒ نے مفتی دولۃ العراقیہ سے امتحانات کا استفادہ کیا۔

Marfat.com

روحانی تعلیم و تربیت

روحانی تعلیم آپؒ نے اپنے جلیل القدر والد گرامی شیخ طریقت شیخ المشائخ حضرت سیدنا محمود حسام الدینؒ کی خصوصی توجہات کے زیر اثر حاصل کی۔
کثرت عبادت و ریاضت کے ذریعے حضرت والاؒ نے بہت جلد تمام منازل سلوک طے کرلیں۔ آپؒ کے والد نے آپؒ کی روحانیت میں ترقی اور علمی و عملی کامیابیوں کے پیش نظر آپؒ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اپنے والد ماجد کے علاوہ بھی آپؒ نے دیگر کئی بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔

پاکستان میں قیام

بغداد شریف (عراق) میں دربار عالیہ غوثیہ کے جنوبی دروازہ کے عین مقابل سڑک (شارع گیلانی) پار ایک عالی شان عمارت جہاں آپؒ کے آباؤ اجداد رہے ہیں۔ آپؒ رہائش پذیر ہے۔ ۱۹۵۶ء میں حضرت والاؒ اپنے جد امجد سیدنا غوث الاعظمؒ کے اشارہ غیبی یعنی حکم کے مطابق اشاعت دین حق اور امت کی رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرنے کے لئے پاکستان تشریف لائے اور شہر کوئٹہ اور کراچی کو مسکن کے طور پر منتخب فرمالیا۔ زیادہ قیام کوئٹہ میں ہوا کرتا تھا تاہم سردیوں میں کراچی تشریف لے آتے۔ تاحال حضرت والاؒ کے شہزادگان والا عالی مرتبت کا بھی یہی معمول ہے کہ زیادہ قیام کوئٹہ میں فرماتے ہیں اور سردیوں میں کراچی پنجاب ڈیفنس سوسائٹی میں تشریف رکھتے ہیں۔

تواضع

حضرت والاؒ تواضع و انکساری کے مجسم پیکر تھے۔ عاجزی و فروتنی آپؒ کے وصف خاص تھے۔ جب مراتب قدر و منزلت کا اظہار تو ہر جگہ ہوتا ہی ہے لیکن شہزادہ غوث الوریٰؒ کی حقیقی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اگر کمرے میں بیس افراد بیٹھے ہیں اور کوئی مرید باہر سے کمرہ میں داخل ہوا تو فوراً کھڑے ہوکر اس سے ملتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ آپؒ نے

Marfat.com

بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا دیا ہو۔ عقیدتمند اس عنایت و شفقت کو دیکھ کر سراپا ندامت و شرمساری بن جاتا اور شرم و ندامت میں پانی پانی ہوجاتا۔

اس دلربا ادا پر قربان جایئے کہ جتنی بھی بڑی مصیبت میں جانے والا گرفتار و مبتلا ہوتا فوراً اطمینان ، سکون ، چین ، راحت اور روحانی لطف و لذت محسوس کرتا تھا اسے یوں محسوس ہوتا کہ میرے غموں کے مداوا کا سامان ہوگیا ہے۔ چہرے پر جو پریشانی کے آثار جھلملارہے ہوتے تھے ختم ہوجاتے ، حضرت والاؒ کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ مریدین کے نام ان کے عزیز و اقارب کے نام حتیٰ کہ ان کے رشتے داروں کے نام آپؒ کو یاد رہتے تھے اور کبھی کسی مرید کو پہچاننے میں غلطی نہیں ہوتی تھی۔ جبکہ بلوچستان اور سرحد کے لوگوں کے نام کافی پیچیدہ اور مشکل ہوتے ہیں۔ ہر مرید سے اس کے اہل خانہ کے فرداً فرداً نام لے کر خیر و عافیت دریافت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

مہمان نوازی

حضور شہزادہ غوث الوریٰ کھانے کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور خود بھی دنیا کی نادر و نایاب ڈشیں بنالیا کرتے تھے۔ شادی سے قبل کم و بیش چالیس سال کا عرصہ خود ہی مہمانوں کی تواضع فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد اکثر مہمانوں کی تواضع کے لئے تیار ہونے والے کھانے کی بھی خود نگرانی فرماتے اور کھانے میں جو لذت ہوتی تھی اس کا ذائقہ آج بھی محسوس ہوتا ہے۔ بے شک آپؒ کا دسترخوان حضور غوث اعظمؒ کا دسترخوان تھا۔ دستر خوان بچھانے کا طریقہ کار یہ تھا کہ نہایت ہلکی روشنی میں کھانے ٹیبل پر رکھے جاتے تھے جب تمام کھانے لگائے جاچکے تو پھر لائٹ آن کردی جاتی تھی۔ خادم آکر عرض کرتا تھا کہ حضور کھانا تیار ہے اس وقت کتنے ہی اہم موضوع پر بات ہورہی ہوتی وہیں ختم کرکے حضرت والاؒ فوراً کھڑے ہوجاتے تھے تمام احباب ہاتھ دھوتے تھے۔ حضرت والاؒ کھڑے ہوکر ہر شخص کو اس کی کرسی بتاتے کہ اسے کس کرسی پر بیٹھنا ہے۔ پھر آپؒ خود تشریف فرما ہوتے اور کھانے کے بارے میں پوچھا جاتا کہ کون کون سے کھانے میز پر موجود ہیں۔ ہر کھانے کی مکمل تفصیل بیان کی جاتی۔ پھر ارشاد فرماتے بسم اللہ کریں۔

Marfat.com

حضرت والاؒ ! یادوں اور دل کے آئینے میں

Marfat.com

بزرگ میں نے اپنی عمر میں بہت سے دیکھ ڈالے اور تذکرے بھی بہتوں کے اس تفصیل و استناد سے پڑھے اور سنے کہ گویا انہیں دیکھ بھی لیا۔ عابد و زاہد بھی، چلہ کش و مرتاض بھی، صاحب کشف و کرامات بھی۔ ان میں یقیناً بہت سے اچھے لوگ بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، جنتی و مغفور، لیکن مصلح، مربی، شفیق و انیق، کریم، حضرت مرشدی طاہر علاؤالدین القادری گیلانی البغدادیؒ کا مثل نظر سے کوئی نہیں گزرا اور نہ سننے میں آیا۔

شیخ کی تلاش تو ۱۹۸۰ء سے تھی جس کا نام سنتا اس کی طرف لپکتا اور اسی ہوس میں بستی کے مشہور بزرگ حضرت سید علی حسین شاہ صاحبؒ بخاری خلیفہ مجاز اعلحضرت گولڑویؒ جو ہمارے خاندان بوسن کے پیشوا تھے۔ ان سے وہی عقیدت ہوگئی جو ایک مرشد سے ہوا کرتی ہے۔ بچپن سے ہی طبیعت دین کی طرف مائل ہوگئی تھی اور مختلف الخیال لوگوں کے لٹریچر کا مطالعہ کرنا بھی شروع کردیا تھا اپنے ہی خاندان کے ایک دوست جو مولانا مودودی صاحب سے بہت متاثر ہیں ان کی وساطت سے بھرپور مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ اس مطالعہ سے بیعت و سلوک سے متعلق بعض مرتبہ شکوک پیدا ہونے لگے اسی دوران ٹیلی ویژن سے مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سے متعارف ہوگیا۔ پھر ایسا گرویدہ ہوا کہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں داخلہ لے لیا۔ پروفیسر صاحب کے پہلے تربیتی خطاب سے ہی بیعت و سلوک کی طرف دل لگنے لگا اور ایک ایک بات دل میں اترنے لگی۔ پروفیسر صاحب کا رنگ مولویوں و پیروں سے الگ نظر آیا۔ شوق بڑھا۔ پروفیسر صاحب کے وعظ پر وعظ نے حضرت والاؒ کے قدموں میں پہنچا دیا اور بے اختیار خط و کتابت شروع ہوگئی۔ سارا قصہ طول و طویل ہے اسے مختصر لکھے

استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب بہت سی خصوصیات کے حامل ہیں لیکن مرشد کریم سے محبت و عقیدت کی یہ وہ خصوصیت ہے جو تمام پر بھاری ہے۔ پروفیسر صاحب کے بیان کی تاثیر کو اسی نسبت و تعلق کا فیضان بھی کہا جاسکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کی حضرت والاؒ سے عقیدت کی خصوصیت مجھے بے حد عزیز ہے۔ جس کا مجھے ہمیشہ پاس رہا ہے اور رہے گا۔ قبلہ قادری صاحب حضرت والاؒ کی بات کرتے ہیں تو ان کی آنکھوں میں قندیلیں روشن ہوجاتی ہیں۔ بند بند سے عزت، احترام اور محبت و عقیدت کے چھینٹے اڑتے ہیں جو محفل کو بھگو دیتے ہیں۔ بس حضرت والاؒ کا نام لے لو تو یہ عالم ہوتا ہے کہ

بس ذرا چھیڑیئے تو پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

پروفیسر صاحب اس محبت و عقیدت سے حضرت والاؒ کی باتیں سناتے ہیں کہ حاضرین لت پت ہوجاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کی اسی محبت و عقیدت اور وارفتگی نے ہمیں بیعت پر مجبور کردیا۔

آہ وہ دن جو اب کبھی بھی نہ آئیں گے حضرت والاؒ نے جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو چشم تصور میں مجھے دور تک بزرگان کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ایک قطار نظر سی آنے لگی۔ جس سے دل کو بڑی تقویت محسوس ہوئی۔

اپنے دل کی جلوہ گاہ حسن تھی پیش نظر
کیا بتاؤں بے خودی میں مجھے کیا نظر آیا

میں نے آپ کو صحت و مرض، قوت و ضعف، حزن و نشاط کے ہر موقع پر دیکھا ہے اس لئے آنکھوں دیکھی شہادت دے رہا ہوں۔ افراط و تفریط اکثر بزرگوں میں

Marfat.com

ہوا کرتی ہے۔ کوئی کسی خصلت میں بہت بڑھا ہوا ہے اور کوئی کسی خصلت میں۔ توازن و اعتدال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہوتا ہے۔ اسی سیرت انسانی کی جھلک آپ کی ذات میں دیکھنے میں آئی۔ ہر کام اپنے وقت پر، ہر چیز اپنی مقررہ جگہ پر، کھانے پینے، چلنے پھرنے، جاگنے سونے، اٹھنے بیٹھنے، سب کے ضابطے سب کے آداب، ہر گفتگو ایک مقصد لئے ہوئے، بے مقصد گفتگو جیسے جانتے ہی نہیں۔ زبان پر اتنا قابو میں نے کسی بزرگ میں نہ پایا۔ رسوم سے اجتناب، نمائشی تعلقات سے احتراز دوسروں کو زحمت سے بچانے کا اہتمام، بندوں کی خدمت عبادت کے درجے میں، بس یہی خصوصیات مجلس ظاہریہ کی دیکھنے میں آئیں۔

اب بہت بڑی بات کہنے جارہا ہوں وہ ایک بہت چھوٹے منہ سے نکل رہی ہے لیکن بات کو دیکھئے کہنے والے کو نہ دیکھئے۔ حضرت مرشدیؒ سے اللہ تعالیٰ نے سلوک وطریقت کی وہ خدمت لی ہے جو آج تک بڑے بڑے صوفیاء اور مشاہیر اولیاء سے بن نہیں پڑی۔

حضرت مرشدیؒ بطور میزبان بھی ایک مثالی قسم کے انسان تھے۔ یہ نہیں کہ اندھا دھند بس رسمی "خاطر داری" ہی کرتے چلیں اور مہمان کی اصل راحت، سہولت، ذوق طبعی اور معمولات کا لحاظ کیے بغیر، بس اپنی طرف سے اصرار ہی کرتے چلے جائیں۔ حضرت مرشدیؒ کے دسترخوان پر پھل ضرور ہوتے تھے اور بعض اوقات بے موسمی پھل بھی دکھائی دیتے تھے۔

معتقدوں میں اچھے خاصے رئیس و اہل ثروت موجود تھے لیکن نذرانہ بس خصوصی مخلصوں ہی سے قبول فرماتے۔ توازن و [illegible] حضرت مرشدیؒ کے ریشے ریشے میں بسی ہوئی تھی۔ زندگی کے ہر شعبے [illegible] نمایاں تھی۔ اپنی تاریخ میں کوئی

Marfat.com

ہستی، مرشد، مربی و مصلح ان سے برتر نظر نہیں آئی۔ شیخ المشائخ اور قدوۃ الاولیاء جس کسی نے ان کا لقب اول بار رکھا وہ بجائے خود بھی ایک عارف اور ترجمان حقیقت تھا۔ میں نے بزرگ اور بھی دیکھے ہیں کسی اور سے قلب اتنا متاثر و مرعوب نہیں ہوا۔ کسی کی درویشی اپنے دل میں بیٹھی ہے تو وہ حضرت مرشدیؒ ہی کی تھی۔ اتنے انکسار و تواضع کے ساتھ ایسی بابرکت صحبت و حکمت، معرفت سے لبریز ایسی گفتگوئیں کہیں اور نہ دیکھنے میں آئیں اور نہ سننے میں۔ حضرت مرشدیؒ کی صحبت میں طبیعت کو وہ کیف وہ لطف آیا جس کے لئے دوسروں کے آستانے پر مدتوں امیدواری کرنی پڑتی ہے۔ اور اس زمین تک پہنچنے کے لئے دل شکر گزار اور احسان مند استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اور پھر حضرت سید علی حسین شاہ صاحبؒ بخاری کا ہے۔ پروفیسر صاحب نے وہاں کی راہ دکھائی اور ملاقات اور حصولِ فیض کے لئے طلب سید علی حسین شاہ بخاریؒ نے پیدا کر دی۔

حشر میں اگر یہ سوال ہوا کہ بتاؤ ہمارے دوستوں میں سے کس کس کو پایا اور کس کس سے کسب فیض کیا؟ تو یہ نامہ سیاہ جو دو چار نام قطعیت سے عرض کرے گا تو ان میں حضرت والاؒ کے علاوہ ایک نام انشاء اللہ حضرت سید علی حسینؒ بخاری بزرگ کا ضرور ہوگا۔ حضرت والاؒ کے بعد میں تو مایوس ہوگیا تھا کہ اب کون بزرگ اس روحانی قد و قامت کا نصیب ہوگا لیکن اپنی خوش نصیبی پر شک نہیں کہ آستانہ عالیہ کاظمیہ شیخوپورہ اور حضرت خاکی شاہ صاحبؒ چکوال تک رسائی ہوگئی اور پھر وہی لذت ایک بار پھر مل گئی جو کبھی حضرت والاؒ کی مجالس میں نصیب ہوا کرتی تھی۔ میری زندگی میں وہ بڑا مبارک دن اور بڑی سعید گھڑی تھی جب حضرت والاؒ سے نیاز حاصل ہوا۔ میری زندگی کے دو موڑ ہیں جہاں

Marfat.com

سے زندگی نے نیا راستہ (جہاں تک خیال ہے بہتر اور مبارک راستہ) اختیار کیا۔ پہلا موڑ جب مدرسہ عربیہ مہرویہ بستی بوسن ہٹھاڑ میں دوران تعلیم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سے متعارف ہوا۔ دوسرا موڑ اس وقت پیش آیا جب حضرت والاؒ سے تعلق قائم ہوا۔ اگر حضرت والاؒ سے بیعت نہ ہوتا تو میری زندگی اچھی یا بُری بہرحال موجودہ زندگی سے بہت مختلف ہوتی اور شاید ادب و تاریخ اور تصنیف و تالیف کے سوا کوئی ذوق اور رُجحان نہ پایا جاتا۔ خداشناسی اور خدرسی، راہ یابی اور راست روی تو بڑی چیزیں ہیں۔ حضرت والاؒ کی صحبت میں کم سے کم خدا طلبی کا ذوق خدا کے نام کی حلاوت اور مردان خدا کی محبت، اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور ہم عامیوں کے لئے یہی بڑی دولت و نعمت ہے۔ بلکہ بعض حقیقت شناسوں کے نزدیک یہی اصل دولت ہے۔ وحشت کلکتوی نے انہی لوگوں کی ترجمانی اپنے اس شعر میں کی ہے۔

نشان منزل جاناں ملے ملے نہ ملے
مزے کی چیز ہے یہ ذوق جستجو میرا

کہتے ہیں کہ جس کا رزق جہاں مقرر ہوتا ہے وہیں ملتا ہے۔ اس کے لئے یگانہ و بیگانہ وطن پردیس کی کوئی قید نہیں۔ میرے نزدیک یہ کلیہ مادی و غذائی اور معنوی و روحانی دونوں قسم کے رزق کے لئے عام ہے اور خود قرآن میں معنوی حقیقتوں کے لئے رزق کا استعمال آیا ہے۔ حضرت والاؒ کی بارگاہ میں جانے والوں، بیعت ہونے والوں اور زیارت کرنے والوں کے متعلق میرا یہ عقیدہ ہے۔

مستی کے لئے بوئے تند ہے کافی
مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

Marfat.com

حضرت والاؒ کو انسانی بلندی کے اعلیٰ معیار پر پورا پایا، اخلاق و بے غرضی آپ کی زندگی کا جوہر اور آپؒ کے تمام اعمال و مساعی و سرگرمیوں کا محرک تھا۔ جس طرح بعض غیر مخلصین کے لئے کسی حالت، کسی کام میں بھی مخلص بننا مشکل ہے۔ عدم اخلاص اور غرض پرستی، طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔اسی طرح ان مخلصین کے لئے جن کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص رکھاہے غیر مخلصین بننا ناممکن ہوتاہے۔ ان کی فطرت غیر اختیاری طریقہ پر اخلاص کی طرف چلتی ہے۔ وہ عمل جس کو اغراض کے ماتحت کرنے کا رواج عام ہوتاہے وہ کبھی اغراض سے بالاتر ہوکر پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ جب حضرت والاؒ کو جمعیت المشائخ کی طرف سے صدارت کا اعزاز پیش کیا گیا تو آپؒ نے اس کے قبول کرنے سے صاف معذرت کرلی اگرچہ آپ کی طبعی تواضع و انکساری نے اس کی وجہ یہ بیان کی آپ اپنے اخلاص پر خفیف سے خفیف داغ بھی گوارا نہیں کرسکتے تھے۔ آپؒ کے اس فیصلے نے اس حقیقت کا اظہار کردیا۔

کہ عنقارا بلند است آشیانہ

آپ نے اپنے کسی جوہر، کسی کمال، کسی متاع کی کوئی قیمت نہیں لی۔ جب آپ بغداد سے نقل مکانی کرکے کوئٹہ میں رہائش پذیر ہوئے اس زمانے میں فیلڈ مارشل ایوب خان پاکستان کے سربراہ مملکت تھے۔ صدر ایوب خان نہ صرف آپ کے ارادت مندوں میں شامل تھے بلکہ انہوں نے آپ کو مالی معاونت کی پیش کش بھی کی تھی مگر آپ نے یہ کہہ کر معذرت کرلی تھی کہ:-

"جب خدا نے اپنے خزانوں کا دروازہ بند کرلیا تو پھر اس کے بندوں سے مانگ لیا جائے گا"۔

Marfat.com

اسی طرح آپؒ کی خدمت میں ذوالفقار علی بھٹو اور جنرل ضیاء الحق بھی حاضری دیتے رہے ۔ جو لوگ حقیقت سے آشنا اور حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ حضرت والاؒ نے ان سے کبھی کوئی کام نہیں لیا ۔ انسانی بلندی کے ایک دوسرے معیار یعنی

" خذالعفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلين اور ادفع بالتی هی احسن "

پر عمل کرنے اور دشمنوں سے نہ صرف درگزر کرنے بلکہ ان کو نفع پہنچانے اور ان کے حق میں دعائے خیر کو وظیفہ بنانے میں آپؒ فرد فرید تھے ۔ جب صاحبزادگان کے حوالے سے تحریک چلائی گئی تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور برملا ارشاد فرمایا ۔ کہ میں نے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے اور ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے لہذا اس تحریک کو یہیں ختم کر دیا جائے ۔ اللہ نے آپ کو بادشاہوں کا سا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا ۔

خدا مجھے معاف فرمائے میں نے غلط کہا اہل اللہ اور نائبین انبیاء کا سا حوصلہ اور ظرف عطا فرمایا تھا ۔ " الید العلیا خیر من الید السفلی " پر ساری زندگی عمل رہا ۔

ضیافت و مہمان نوازی اور اطعام و طعام آپ کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن گئی تھی پھر مہمانوں اور مریدین کے ساتھ جس تواضع اور انکسار اور جس اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے یہ دیکھ کر قدیم عرب شاعر کا یہ شعر بے اختیار یاد آتا تھا ۔

وانی لعبد الضيف مادام نازلا

وما شيمة لی غيرها تشبه العبدا

Marfat.com

ترجمہ :- میں مہمانوں کا غلام ہوں جب تک وہ میرے گھر میں مہمان رہے اور زندگی کا یہی ایک موقع ہے جس میں میں غلام معلوم ہوتا ہوں۔

حضرت والاؒ جہاں اہل دنیا اور اہل دولت کے سامنے بڑے خود دار اور غیور واقع ہوئے تھے اہل دین کے ساتھ غایت درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ علماء حق سے بہت جھک کر اور فروتنی سے ملتے تھے اور ان کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ علماء و مشائخ میں سے دو شخصیتوں سے بے حد محبت تھی اور حضرت والا ان کے ساتھ والہانہ معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی اور دوسری استاذی المکرم پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب۔ ان آنکھوں نے دیکھا ہے کہ حضرت والا قادری صاحب کی پذیرائی فرمایا کرتے تھے ان کے بڑے مرتبہ شناس تھے۔ پروفیسر صاحب کے انتظار میں بیتاب دیکھا۔ ہمیشہ ان کے حوصلے بلند کیے اس کے علاوہ پروفیسر صاحب کی جذباتی باتوں پر پردہ ڈال دیا کرتے تھے۔ نظر انداز فرما دیا کرتے تھے، درگزر فرمایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی تھی۔ حضرت والاؒ چھوٹی سے چھوٹی بات کو سمجھا کرتے تھے۔ البتہ ان چھوٹی باتوں کو کریدا نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کا اصول رہا کہ انسان میں بیک وقت خیر و شر موجود ہیں کہیں خیر غالب ہے تو کہیں شر غالب۔ پس جہاں خیر غالب ہو اس سے محبت کرو اور جہاں شر غالب ہو اسے ترک کردو۔ حضرت والا کی کسی سے محبت و نفرت اسی اصول کے گرد گھوما کرتی تھی۔ حضرت والاؒ بڑے وسیع النظر، وسیع القلب تھے۔ عبادات و احکام میں فقہ حنفی اور مسلک اہلسنت کے پابند ہونے کے باوجود دوسرے مسالک کے علماء و مشائخ سے آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ حضرت والا سب کا احترام اور ان کی قدر کرتے تھے۔

Marfat.com

حق بات برملا کہا کرتے تھے برملا اہل حکومت پر تنقید کرتے۔ اس میں کسی مصلحت اندیشی اور مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے۔ ہمارے حضرتؒ اقبال ؒ کے اس شعر کا کامل نمونہ تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت والاؒ اپنے مسترشدین کے ساتھ نہایت شفقت اور نوازش کا معاملہ فرماتے اور اس بارے میں "واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین" پر عمل کرتے۔ ہر شخص کو اپنا حال معلوم ہے۔ حضرت والاؒ ہر مرید کے خط کا جواب دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت والاؒ مجھ ناچیز پر بھی بے پناہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت والاؒ کے مکتوبات پڑھتا ہوں تو ان کی پدرانہ شفقت اور مربیانہ عنایت کو دیکھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے اور اپنی نااہلی اور ناکامی کو دیکھ کر سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ یہ خطوط قلبِ حزیں کی تسکین اور یاس و دل کی شکستگی کے شدید حملوں کے وقت سکون و تقویت کا بڑا ذریعہ ہیں۔

بہر تسکینِ دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت نازک کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

حضرت والاؒ کی ذات والاصفات اسلام کی حقانیت اور صداقت کی ایک بُرہانِ قاطع تھی۔ سینے میں علوم و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ قلب میں محبت الٰہی اور عشقِ رسولؐ کی فروزاں قندیل۔ ذکرِ حبیبؐ کے وقت آنکھوں سے سیلِ عشق کی روانی۔ گفتگو و کلام کی شیرینی۔ فکر کی پختگی۔ صراط مستقیم پر ہر حال میں استقامت۔ بیانِ حق میں دلائل کی ندرت۔ اظہارِ حق کے وقت جذبہ للہیت۔ ہر باطل کے

Marfat.com

علمبردار سے قلندرانہ تفکر، اہل حق سے بے پناہ محبت و الفت اور انکسار، الغرض حضرت والاؒ کی سیرت کے جس گوشہ کو بھی دیکھا جائے اس کی زیبائی و رعنائی دلوں کو موہ لیتی ہے۔ حضرت والاؒ بلاشبہ اس قدسی گروہ کے ایک فرد تھے جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا " ھم قوم لا یشقی جلیسھم " یعنی یہ وہ گروہ ہے جن کے پاس اگر کوئی بدبخت و شقی آکر بیٹھے تو وہ بدبخت و شقی نہیں رہتا بلکہ ان کی لمحہ بھر کی ہم نشینی برکت سے سعید اور نیک بخت بن جاتا ہے۔ سرزمین کوئٹہ اور کراچی کی خاک کے پیاسے مدت سے کسی ایسے مرد حق آگاہ کے لئے اپنے خشک ہونٹوں اور بے قرار نگاہوں سے واقف انتظار تھے۔ جو ان کی حد سے بڑھی ہوئی تشنگی پر رحم کرتے ہوئے ان پر ابرِ کرم بن کر برسے اور اپنے حیات بخش قطروں سے انہیں نئی زندگی مرحمت فرمائی اور رحمتِ الٰہی نے خشک فضاؤں اور پیاسے ذروں کی فریاد سنی۔ حضرت والاؒ دور افتادہ شہروں کے علمی اور روحانی مراکز کی آغوش میں تربیت حاصل کر کے یہاں تشریف لائے۔

1956ء سے 1991ء تک یہ ابر رحمت بن کر کوئٹہ کی فضاؤں میں چھایا رہا۔ اور اپنی جاں بخش اور روح پرور رم جھم سے سرزمین کوئٹہ کو حیات جاوداں بخشتا رہا۔ پھر تمام اطراف و اکناف کو سیراب کیا۔ جہاں جہاں بھی آپ برسے، بنجر اور لق دق صحراؤں میں عشق رسولؐ کے چمن آباد ہوئے۔ جس سعادت مند کو اس بحر العلوم سے شرف حاصل ہوا یا جس کسی نے زیارت کی یا جسے آپؒ کی صحبت کا فیضان میسر آیا بلکہ جس کسی نے محبت بھری نگاہ سے آپ کا رخ زیبا کی زیارت کی اس کا بخت خفیہ بیدار ہوگیا۔ اس کی بگڑی ہوئی تقدیر سنور گئی۔ جن کے دلوں

Marfat.com

میں غفلت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا وہاں ذکر الٰہی اور عشق رسولؐ سے چراغاں ہوگیا۔
حضرت والاؒ کی زندگی ایک ایسی ہمہ جہت زندگی تھی جس کا ہر پہلو دوسرے سے بڑھا ہوا تھا۔ آپؒ کی زندگی پر قلم اٹھاتے ہوئے آدمی حیران ہوجاتا ہے کہ کس کس وصف کو آپ کی زندگی کی نمایاں علامت بنایا جائے بالآخر اسے کہنا پڑتا ہے۔

"اے کہ مجموعہ خوبی بہ چہ نامت خوانم"

حضرت والاؒ کریم النفس، خوش خلق، مہمان نواز، کشادہ جبیں، منکسر المزاج، صابر و شاکر، اور انتہائی اعلیٰ ظرف کے حامل تھے۔ آپؒ نے بیک وقت علمی، روحانی، تبلیغی اور کئی محاذوں پر کام کیا اور خوب کیا۔

ایثار و وفا سوز و جنوں درد تمن
ایک ہی دل کا لہو کتنے چراغوں میں جلا ہے

حضرت والا کوئٹہ میں اس حال میں تشریف لائے کہ یہاں نہ آپؒ کے پاس اپنا مکان تھا نہ موروثی جائیداد تھی نہ برادری اور نہ خاندان تھا۔ نہ سیاسی و سماجی حوالہ، اور نہ ہی کوئی بہت بڑا دینی و روحانی حلقہ، محاورۃً نہیں بلکہ واقعۃً جس نے بے سرو سامانی کے ساتھ کوئٹہ کی سرزمین پر ڈیرہ ڈالا۔ آج وہی شخص کوئٹہ کا معتبر حوالہ بن چکا ہے۔ جس کے پاس اپنا مکان نہیں تھا آج اس کا مسکن ہزاروں دل و جاں ہیں۔ جس کے نام کوئی جاگیر نہیں تھی ایک دنیا اس کی زلف روحانی کی اسیر نظر آتی ہے۔ جو شخص برادری سے محروم تھا آج کوئی اس کی برابری نہیں کرپارہا۔ جس کا کوئی خاندان نہیں تھا آج خود بہت بڑے مذہبی اور روحانی پیشوا ہیں۔ جس طرح مشک کو اپنے اشتہار کی ضرورت نہیں ہوتی یہی صورت حال حضرت والاؒ کی ہوچکی ہے۔

Marfat.com

انسانیت سازی

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے

"بزرگ بننا ہو، قطب بننا ہو تو کہیں اور جاؤ انسان بننا ہو تو یہاں آؤ"

حضرت والاؒ کا پہلا سبق ہی یہ تھا

"پہلے آدمی بنو، کیا بزرگی ڈھونڈتے پھرتے ہو؟ آدمیت سیکھو بزرگی بیچاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے۔ مشکل چیز تو شرافت اور شعور انسانیت ہے"

کیفیات، مکاشفات، ذوقیات، کرامات اور تصرفات کو تو چھوڑیئے، ایک درجہ میں حضرت والاؒ کو اہمیت دینے کے مخالف ہی رہے مگر معمولات یومیہ مثلاً تہجد، نوافل، ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف جو مستحبات کے قبیل سے ہیں ان کے چھوٹ جانے پر کسی بھی سالک پر کبھی چیں بہ چیں نہ ہوتے تھے۔ کسی عذر شرعی سے معمولات چھوڑنے پر کبھی مواخذہ نہ فرماتے تھے لیکن اگر کوئی بے اصولی کی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا جو حقوق شریعت نے واجب کئے ہیں ان کا تارک ہوتا، معاملات میں بد انتظامی کرتا یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ لیتا یا ناحق کسی کی ناگواری کا باعث ہوتا تو حضرت والاؒ فوراً تیور بدل لیتے۔ سخت اور تیز لہجہ اپنا لیتے اور فوراً اصلاح فرماتے۔ حضرت والاؒ کے ہاں تصوف و سلوک کا حاصل ہی یہ تھا کہ فرائض و واجبات ادا ہوجائیں۔ احکام الٰہیہ کی تکمیل ہوجائے۔ حقوق العباد کی اہمیت واضح ہوجائے۔ اگر درویشی کا حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق اور بندگی کا راز یہ بتا دیا ہے کہ اپنی روزمرہ زندگی میں یہ کرنا اور یہ نہ کرنا۔ یہ

Marfat.com

بات پسند اور یہ ناپسند ۔ یہ چیز حلال اور یہ چیز حرام ۔ یہ پاک اور یہ ناپاک ۔ لوگو اگر تم چاہتے ہو کہ میری معرفت نصیب ہو اور میری محبت کی شیرینی و حلاوت ہو تو پھر میرے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کرو تو پھر میں خود تم سے محبت کرنے لگوں گا۔ دین ہی ظاہر و باطن شریعت و طریقت ہے ۔ جس طرح ظاہری اعمال کے لئے احکام الٰہیہ فرائض و واجبات ہیں اسی طرح باطنی اعمال کے لئے بھی ہیں اور بندوں کو دونوں کے ادا کرنے کا مکلف کیا گیا ہے ۔ حضرت والاؒ کے یہاں جو مجلس روزانہ ہوا کرتی تھی ظاہر و باطن کی اصلاح میں اس کی تاثیر معروف و مشہور ہے ۔ حضرت والاؒ سردیوں میں کراچی اور گرمیوں میں کوئٹہ تشریف فرما ہوتے ۔ مجھے ان مجالس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی ۔ افسوس یہ کہ جلدی حضرت والاؒ داغ مفارقت دے گئے ۔

ہے یہی کیا کم تھا میں بھی سرِ ناز میں
التفات حسن سے بے خود سہی غافل سہی

ریا کی مذمت

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ " ام الوظائف تو یہ ہے کہ اعمال ریا سے خالی ہوں ۔ خالق سے نظر ہٹ کر مخلوق پر جم جانا بلکہ مخلوق کا وجود ہی تسلیم کرنا شرک ہے " ۔ اور یہی وہ شرک ہے جس کو رات کی تاریکیوں میں چیونٹیوں کے رینگنے سے زیادہ دقیق اور نازک بتایا گیا ہے ۔ سب سے بڑی بات یہی ہے کہ اپنے سے بھی بے نشان ہو جائے اور دوسروں سے بھی ۔ ریا کے حملے بڑے باریک

Marfat.com

ہوتے ہیں ۔ کبھی تواضع کے نام پر ریا شامل ہوجاتی ہے۔ حضرت والاؒ کے ملفوظات و ارشادات جب یاد آتے ہیں تو ان کو دہرا کے یہ سوچنے لگتا ہوں ۔

ساقی تیرا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا
جب تو نے یہ مے ظالم شیشے میں بھری ہوگی

ترکِ اسباب حکم خداوندی کے خلاف ہے

حضرت والاؒ سے ترک اسباب کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا!
بندہ مقید ہے اور ذات الٰہی مطلق ہے ۔ بندہ مقید سے مطلق نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ مطلق ہے اپنی مرضی سے چاہے تو قیود اپنے اوپر عائد کر دے ۔ "کتب علی نفسہ الرحمۃ" میں اللہ تعالیٰ نے خود رحمت کو اپنی مرضی سے اپنے اوپر واجب کرلیا۔ لیکن مقید بندہ کی قید دوسرے کے ہاتھ میں ہے ۔ بندہ خود مطلق ہونا چاہے تو نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایفائے عہد کو بندے کے ایفائے عہد کے مقابلہ میں خود مقید فرمایا ہے ۔ ذات الٰہی تو مطلق ہے لیکن ان صفات میں تقید کا رنگ ہے مالک مملوک کے بغیر ، رب مربوب کے بغیر ، الٰہ مالوہ کے بغیر ، خالق مخلوق کے بغیر ، رازق مرزوق کے بغیر ناقابل فہم ہے۔ بندہ چونکہ سبب سے پیدا ہوا ہے اس لئے بغیر سبب کے وہ جی نہیں سکتا۔ عالم کو اسباب کی زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ اسی لئے اسباب ترک تعلق کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ بندے کی حقیقت کے منافی ہے ۔ البتہ ہاں ایک سبب کو چھوڑ کر دوسرے سبب کو بندہ اختیار کرسکتا ہے۔ اسباب کو ترک کرکے زندگی نہیں گزار سکتا۔ کم ازکم سانس لینے کو تو کوئی نہیں بچ سکتا۔ یہ بھی سبب ہے ۔

Marfat.com

حضرت والاؒ نے مزید ارشاد فرمایا؛

اسباب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ۔ اسباب کی حیثیت گویا حجاب کی ہے جس نے ان سباب کو حجاب سمجھا وہ ان ہی اسباب کی راہ سے حق تک پہنچا اور جس نے ان ہی اسباب کو رب بنالیا وہ محروم ہوا۔

ستمبر ۱۹۸۸ء میں کراچی میں حاضری کی اجازت مل گئی ۔ آمد و رفت شروع ہوگئی ۔ آستانہ عالیہ کو دیکھا تو دید شنید سے بھی بڑھ کر رہی اور زیارت سماعت سے کہیں بہتر نکلی ۔ کشش اس درجے کی ، طبیعت ملنے سے ہرگز نہ اکتائے اور مل جانے پر رخصت کا جی ہرگز نہ چاہے ۔ حضرت مرشدیؒ کی زیارت کا پہلا سفر محترمی علامہ علی اکبر قادری الازہری (مدیر اعلیٰ منہاج القرآن) اور بھائی جان مرحوم کے ساتھ کیا۔ خیر میرے لطف۔ سفر کا کہنا ہی کیا۔ بھائی جان مرحوم نے لاہور سے ملتان تک سفر کیا تو بہت محظوظ و مسرور ہوئے۔ بیعت کے بعد مسلسل چار سال سلسلہ آمد ورفت کا برابر رہا اور مراسلت بھی اچھی خاصی ہوئی ۔ میں لاہور یا ملتان سے سفر کرکے اکثر کوئٹہ اور کراچی حاضری دے لیتا تھا اور ان گھڑیوں کو اپنی زندگی کی بہترین ساعتوں میں سمجھتا ہوں اور اپنی قسمت پر خود ہی رشک کرلیا کرتا ہوں ۔

تصلب و تقشف سے اجتناب

حضرت والاؒ تقریر و تحریر میں سخت لہجہ کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے ۔ پروفیسر صاحب قبلہ کی تقریر اس لئے پسند فرمایا کرتے اور دل لگی سے سنا کرتے کہ ان کی تقریر میں لب و لہجہ کی مولیوں جیسی درشتی نہیں ۔ فرمایا کرتے ۔ تقریر و تحریر میں لب و لہجہ کی شدت پسندیدہ چیز نہیں ۔ اس سے تقریر و تحریر کو محفوظ رکھنا بہت

Marfat.com

ضروری ہے۔ بات پرانی کہی جائے مگر لباس نیا ہو، ہرگز پسندیدہ نہیں ہے کہ جو حق ہے اس میں کوئی کمزوری یا لچک آنے پائے۔ مگر حق پیش کرنے کا انداز بہت ہی خوشگوار اور دل پذیر ہو، بہت ہی دلنشیں اور دلچسپ ہو تاکہ عوام و خواص اس کو ذوق و شوق سے سن اور پڑھ سکیں اور فائدہ حاصل کر سکیں۔

حضرت والاؒ کے فضائل اخلاق میں "بے نفسی" کو سب سے نمایاں مقام حاصل تھا اپنے دامن کو ہمیشہ طبقاتی، اداراتی تعصب سے پاک و صاف رکھنا اور اظہار حق میں تحسین و ملامت کی قطعاً پرواہ نہ کرنا آپ کا شعار تھا۔ اپنے معاصرین کی قدر کرنا اور ان کے کمال کا اعتراف کرنا وہ وصف عالی ہے جو ہر زمانے میں نادر رہا ہے مگر حضرت والاؒ میں یہ نادر وصف بدرجہ اتم موجود تھا بلکہ اس سے بڑھ کر حضرت والاؒ اپنے چھوٹوں کے کمالات کو بھی بڑی فراخدلی سے تسلیم کرتے اور اعلانیہ اس کا اظہار فرماتے تھے۔ پروفیسر صاحب قبلہ حضرت والاؒ کے مرید مخلص تھے اس لئے وہ حضرت والا کی ہمیشہ تعظیم و تکریم بجالاتے جیسے ایک مرید کو کرنی چاہیئے۔ لیکن چونکہ وہ ایک بڑے ادارے کے سربراہ و قائد ہیں اس لئے حضرت والاؒ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی کہ ہمعصری کی سطح پر اتر کر ان کی عزت کریں۔ وہ مناظر آنکھوں میں پھر رہے ہیں جب مرشد و مرید کی محفلوں میں تعظیم و تکریم میں مسابقت کی کوشش ہوتی۔ بالآخر حضرت والاؒ کو اپنا منصب قبول کرنا ہی پڑتا اور حضرت قادری صاحب دست بوسی و قدم بوسی کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر ہی رہتے۔

حضرت والاؒ کے قلب اطہر میں امت محمدیہ کی محبت اور اس پر شفقت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپؒ مسلمانوں کی فلاح سے ایسے مسرور ہوتے تھے جیسے

Marfat.com

خود آپؒ کو کوئی ذاتی فائدہ پہنچا ہو۔ حضرت والاؒ مشرباً پکے حنفی تھے مگر یہ آپؒ کے جذبہ شفقت کا اثر تھا کہ آپؒ اس بات پر زور دیا کرتے کہ موجودہ حالات میں علماء کرام کو عام مسلمانوں کے لئے سہولت ہی کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ حضرت والاؒ فقہاء کے اجتہادات کو بہر حال منصوصات کا درجہ نہیں دیا کرتے تھے۔ جب مسئلہ دیت کی بحث چھڑی تو بعض علماء علمی و تحقیقی گفتگو و گرفت کی بجائے سطحیت پر اتر آئے اور فتویٰ بازی شروع ہو گئی۔ تو حضرت والاؒ نے علماء و مشائخ سے اپیل کی کہ وہ تعصب سے بالا تر ہو کر ملت اسلامیہ کی عزت کے لئے متحد ہو جائیں اور فتوؤں سے پرہیز کریں۔

اختلاف رائے علماء کا حق ہے البتہ تحقیقی تقاضوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہاں پر یہ ذہن نشین کرلیا جائے کہ بعض احباب مسئلہ دیت کے حوالے سے حضرت والاؒ کا بھی وہی منسوب کرتے ہیں جو پروفیسرؒ صاحب نے اختیار کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حضرت والاؒ نے جو خط علماء کے نام جاری فرمایا تھا اس میں قادری صاحب کے مؤقف کی تائید ہرگز نہیں فرمائی گئی تھی بلکہ وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنے کا کہا گیا تھا کہ علماء فتوؤں سے پرہیز کریں اور دلائل سے اختلاف کریں۔ تعصب سے پرہیز کریں۔ انسان میں خوبی و خامی ہو سکتی ہے۔ اس خط میں ان جملوں پر غور کرنے سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت والاؒ کا یہ حکیمانہ انداز تھا نہ کہ اس موقف کی تائید و توثیق و تصدیق۔

عالمانہ تفوق

حضرت والاؒ عراق کے مایہ ناز اساتذہ سے فیض یافتہ تھے۔ حضرت والاؒ جامد مولویت

Marfat.com

کو (جو مسائل سے بے خبر ہو) ناقص تصور فرماتے تھے۔ گفتگو کے دوران جب مسائل حاضرہ پر مجتہدانہ روشنی ڈالتے تو (بیچارہ مولویوں نے سمجھا ہی نہیں) کا جملہ اکثر مسکراہٹ کے ساتھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا۔ حضرت والاؒ کا حافظہ مثالی تھا۔ ذہن بہت اخاذ۔ فکر بہت دور رس اور بڑی مجتہدانہ تھی۔ انتقالات ذہنی بہت دقیق تھی۔

حضرت والاؒ قرآنی، حدیثی، فقہی، معاشی، سیاسی مسائل پر جب رطب اللسان ہوتے تو علماء دنگ رہ جاتے، علوم کے دریا بہاتے، چننے والے موتیوں کی طرح چنتے، بچپن ہی سے اساتذہ آپ کی علمی استعداد کے معترف ہوگئے تھے۔ حضرت والا کی گفتگوؤں میں علوم و حقائق اور استنباط اور استخراج کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوا کرتا تھا۔ آپ اپنے جد امجد قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے علوم و معارف کے حقیقی امین تھے۔ حضرت والاؒ کسی بھی موضوع پر جب گفتگو فرماتے تو اتنا مواد بیان فرمادیتے جو آسانی کے ساتھ کسی ایک کتاب میں نہیں مل سکتا۔ ایسی نئی باتیں بیان فرماتے جن کی طرف عام طور پر ذہن نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا نکتہ رس اور نکتہ آفریں ذہن عطا فرمایا تھا۔ قرآن حکیم کی وہی آیات اور صحاح کی وہی احادیث اور تاریخ کے وہی بیانات جو ہم بیسیوں بار پڑھ چکے ہیں۔ حضرت والاؒ ان سے ایسے حقائق ثابت کردیتے اور ان سے ایسے عجیب لیکن صحیح نتائج نکالتے کہ حیرت ہوتی۔ علم لدنی کا بحر بیکراں ہوتا۔ حضور غوث الاعظمؒ کے علمی جانشین دکھائی دیتے۔

میرے نزدیک پروفیسر صاحب قبلہ کے انداز استدلال میں حضرت والاؒ ہی کا فیضان دکھائی دیتا ہے کہ خطابات میں تاثیر ہے اور استدلال میں ثقاہت ہے۔ یہ

Marfat.com

سب حضرت والاؒ کی نگاہ فیض کا نتیجہ ہے۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں بیٹھنے والے یہ محسوس کرلیتے تھے کہ آپ عالموں میں عالم تھے۔ ادیبوں میں ادیب، مورخوں میں مورخ، فقیہوں میں فقیہہ، محدثوں میں محدث، مفسروں میں مفسر، شعر و شاعری کا ذوق اور سخن شناسی اور سخن و سخنی دونوں سے حصہ وافر ملا تھا۔ حضرت والا کی مجلس کو وہ لطف حاصل تھا جس کی بناء پر کہنا پڑتا تھا کہ۔

وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں

حضرت والاؒ عقائد و نصوص و حدود دین کے بارے میں اتنے متعصب و متشدد اور ویسے ہی غیور و حساس واقع ہوئے تھے جیسے علماء حق و مشائخ۔ جب آپؒ تحریف دین کی کوشش یا دین کی ترجمانی میں کوئی بے اعتدالی یا آزادی یا غلط اجتہاد دیکھتے تو ضرور تنقید فرمایا کرتے۔ دیت کی بحث چھڑی تو آپ نے جہاں فتوے لگانے والوں کی نیش زنی فرمائی وہاں خلوت میں پروفیسر صاحب کو بھی سمجھایا کہ ایسے مسائل کو نہ چھیڑا جائے۔ حضرت والا درسیات کے ماہر معلم ہی نہیں بلکہ ایک "صاحب نظر" عالم اور محقق تھے اور تاریخ اور علوم عصریہ سے بھی راست اور کامل واقفیت رکھتے تھے۔ حضرت والاؒ کی سوچ اور نگاہ بریلوی اور غیر بریلوی نقطہ نظر کی پابندیوں سے آزاد تھی۔ حضرت والاؒ خدمت دین کے لئے جدید راہوں کو اختیار کرنے کے قائل تھے۔ اس سلسلہ میں آپ سلف کے اقوال یا طرز عمل کو رفیق بنا کر پھر متاخرین کے اختلاف یا معاصرین کے ایراد و اعتراض کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ حضرت والاؒ قدیم لٹریچر کو جدید ضروریات کے لئے برتنے کا فرمایا کرتے تھے۔ جب جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا سنگ بنیاد رکھا اور طلباء سے تربیتی خطاب فرمایا اس میں آپ کی یہ دیرینہ آرزو و خواہش واضح جھلکتی تھی۔

Marfat.com

حضرت والاؒ نے سیاست کے خارزار سے اپنا دامن بچائے رکھا۔ مگر ملت کی علمی اور دینی ضرورتوں سے کبھی بے خبر و غافل نہیں رہے۔ اور فی زمانہ جس جس محاذ پر علمی مورچوں کے قیام کی ضرورت تھی۔ حضرت والاؒ نے پروفیسر صاحب قبلہ و دیگر علماء سے برابر کام لیا۔ حضرت والاؒ سے اللہ تعالیٰ نے دین کے ہر شعبے میں جو عظیم خدمات لیں ان کی نظیر ماضی کی کئی صدیوں میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ مسلمانوں کی دینی ضرورت کا شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جس پر حضرت والاؒ نے مفصل یا مختصر نہ فرمایا ہو۔ حضرت والاؒ کے ملفوظات اپنے دور کے دینی ضروریات پر مشتمل ہیں اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں دین کی تعلیمات کو آپ نے کسی نہ کسی شکل سے واضح کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ یہاں حضرت والاؒ کے سیاسی افکار کی تشریح و توضیح کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ حضرت والاؒ کی شخصیت کسی بھی حیثیت سے کوئی سیاسی شخصیت نہیں تھی اور نہ سیاست آپؒ کا دلچسپ موضوع تھا۔ لہذا آپؒ کی مجالس میں سیاست کے موضوع پر بہت کم باتیں ہوتی تھیں۔ لیکن چونکہ اسلام کے احکام دین کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست سے بھی متعلق ہیں اس لئے اسلامی احکام کی تشریح و وضاحت کے ضمن میں حضرت والاؒ نے اسلام کے سیاسی احکام پر بھی مختصر مگر جامع گفتگو فرمائی۔ جن میں اسلامی احکام کی توضیح کے ساتھ ساتھ عہد حاضر کے دوسرے سیاسی نظاموں اور سیاست کے میدان میں پائی جانے والی فکری اور عملی گمراہیوں پر بھی بھرپور تبصرے شامل ہیں۔ اس کا بین ثبوت آپ کے انٹرویوز ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً دیئے۔ یہ ماہنامہ منہاج القرآن اکتوبر ۱۹۹۲ء کی خاص اشاعت میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ آج کی دنیا میں جو سیاسی نظام عملاً قائم

Marfat.com

ہیں ان کے پیش کیے ہوئے تصورات کو لوگوں کے دل و دماغ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ان کے اثرات سے اپنی سوچ کو آزاد کرنا بہت مشکل ہوگیاہے۔ ان سیاسی نظاموں نے کچھ چیزوں کو اچھا اور کچھ چیزوں کو برا قرار دے کر اپنے ان نظریات کا پروپیگنڈہ اتنی شدت کے ساتھ کیاہے کہ لوگ اس کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اول تو اسلئے کہ پروپیگنڈہ کی مہیب طاقتوں نے ذہن ہی ایسے بنا دیئے ہیں کہ انہوں نے ان نظریات کو ایک مسلم سچائی کے طور پر قبول کرلیاہے، اور دوسرے اس لئے کہ اگر کوئی شخص عقلی طور پر ان نظریات سے اختلاف رکھتا ہو تو ان کے خلاف کچھ بولنا دنیا بھر کی ملامت اور طعن و تشنیع کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ لہذا وہ خاموشی ہی میں عافیت سمجھتاہے۔ اس بنا پر جب آج کی دنیا میں اسلام کے مطلوبہ سیاسی ڈھانچے کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تو ان تصورات کو مستعار لے کر اس ڈھانچے میں فٹ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اور اس طرح اس نازک موضوع پر التباس اور غلط مبحث کی اتنی تہیں چڑھتی چلی گئی ہیں کہ حقیقت حال چھپ کر رہ گئی ہے۔

حضرت والاؒ سے اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی میں دین کی تجدید کا عظیم الشان کام لیا اور یہ کام وہی کرسکتاہے جس پر قرآن و سنت اور ماخذ شریعت کا پختہ رنگ اس طرح چڑھا ہوا ہو کہ اس پر دوسرا رنگ نہ چڑھ سکے۔ ایسا شخص زمانے کو جانتا ضرور ہے۔ لیکن قبول وہی کرتا ہے جو اس پختہ رنگ کے مطابق ہو۔ وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھلی رکھتاہے۔ لیکن گرد و پیش میں ہونے والے پروپیگنڈوں کے شور و شغف سے مرعوب نہیں ہوتا۔ سیاست کے معاملے میں حضرت والا نے دین کی صراط مستقیم پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کسی

Marfat.com

پروپیگنڈے سے مرعوب نہیں ہوئے۔ حضرت والاؒ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ بقول اقبال:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت والاؒ سیاست کو اسلامی بنانے کی بات فرمایا کرتے تھے۔ اسلام کو سیاسی بنانے کی نہیں یعنی "سیاست" کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیے۔ نہ کہ یوں کہ دین کو سیاست سے الگ ہونا چاہیے۔ حضرت والاؒ کے ارشاد و ملفوظ کی تشریح یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے احکام سیاست و حکومت سے متعلق ضرور ہیں اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے دوسرے احکام کی طرح ان احکام پر بھی بقدر استطاعت عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کرے۔ حاکم کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام کو نافذ کرے اور انہی احکام کے مطابق حکومت کرے اور عوام کا فرض ہے کہ وہ شرعی احکام کے مطابق ایسی حکومت کے قیام کی کوشش کرے اور اگر وہ قائم ہوجائے تو اس کی اطاعت کریں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سیاست اور حکومت اسلام کا اصل مقصود نہیں ہے۔ شومیٔ قسمت سابقہ دور کے مفکرین کے فکر سے متاثر ہوکر عہد حاضر کے بعض مفکرین نے بھی سیاست اور حکومت کو اسلام کا مقصود اصلی، اس کا حقیقی نصب العین اور بعثت انبیاء کا مطمع نظر بلکہ انسان کی تخلیق کا اصل ہدف قرار دیا اور اسلام کے دوسرے احکام مثلاً عبادات وغیرہ کو نہ صرف ثانوی حیثیت دے دی بلکہ انہیں اسی مقصود اصلی یعنی سیاست کے حصول کا ایک ذریعہ اور اس کی تربیت کا ایک طریقہ قرار دے دیا۔

اس انتہاء پسندی کا پہلا نقصان تو یہ ہوا کہ اس کے نتیجے میں دین کی مجموعی تصویر

Marfat.com

اور اس کی ترجیحات کی ترتیب (Order of Priority) الٹ کر رہ گئی۔ جو چیز وسیلہ تھی وہ مقصد بن کر ہمہ وقت دل و دماغ پر چھا گئی اور جو مقصد تھا وہ ایک غیر اہم وسیلہ بن کر پس منظر میں چلا گیا۔ چنانچہ اس طرز فکر کے تحت ذہن کچھ اس طرح کا بن گیا کہ ایک مسلمان کا اصل مقصد زندگی کی سیاست اور حکومت کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ کام وہی کام ہے جو اس راستے میں انجام دیا جائے۔ قربانی وہی قربانی ہے جو اس راہ میں پیش کی جائے اور مثالی انسان وہ ہے جس نے اس کام کا اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر شب و روز اس کے لئے وقف کر رکھے ہوں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کے دوسرے شعبوں مثلاً اطاعات، عبادات، زہد و تقویٰ اور خشیت و انابت وغیرہ کی کوئی خاص اہمیت باقی نہ رہی۔ دوسرا نقصان یہ ہوا کہ جب اسلام کا مقصد اصلی سیاست و حکومت قرار پایا اور عبادات وغیرہ کے احکام کی حیثیت محض وسیلے کی ہوگئی تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کبھی کبھی وسائل کو مقصد پر قربان بھی کرنا پڑتا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے اگر کبھی کسی وسیلے میں کچھ اونچ نیچ یا کمی بیشی بھی ہوجائے تو وہ گوارا کرلی جاتی ہے۔ لہذا مذکورہ انتہا پسندی کے نتیجے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اس بات کی بڑی گنجائش پیدا ہوگئی کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے عبادات وغیرہ کے احکام میں کمی کوتاہی بھی ہوجائے تو وہ قابل ملامت نہیں کیونکہ وہ ایک بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

جو کچھ بیان ہوا ہے حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے تو یہی کچھ عملاً بعض تحریکوں کے ساتھ ہوا ہے۔ کارکنان کے اندر یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ بہرحال عرض یہ ہے کہ حضرت والاؒ آرزو مند تھے کہ پاکستان کا نظام بدلا جائے اس نظام

Marfat.com

کو بدلنے کے لئے علماء کے قدم بڑھانے کے بھی قائل تھے ۔ کہ علماء عملاً سیاست میں حصہ لیں ۔ البتہ سیاست دین کا ایک شعبہ ہے کل اور مقصود اصلی ہرگز نہیں ۔ حضرت والاؒ تحریک منہاج القرآن کے ذریعے انقلابی بنیادوں پر نظام کی تبدیلی کے آرزو مند تھے کہ اس کے ذریعے فکری و شعوری انقلاب پیدا ہو ۔ قوم خواب غلفت سے جاگے البتہ پاکستان عوامی تحریک کے انتخابی سیاست سے متعلق آپ کو تشویش رہا کرتی تھی ۔ کہ اس مغربی جمہوری سیاست میں انتخابی سیاست نظریاتی مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ۔ پروفیسر صاحب قبلہ کی سلامتی فکر کے لئے حضرت والاؒ کی شب و روز دعائیں تھیں۔ میرے نزدیک پروفیسر صاحب قبلہ کا انتخابی سیاست کو ترک کرنا اور جلد حقیقت حال سے باخبر ہوجانا حضرت والا کی نگاہ فیض اور تصرف ہی کا نتیجہ ہے ۔ ورنہ پروفیسر صاحب موجودہ سیاست کی نظر ہوجاتے ۔ تحریک منہاج القرآن کا موجودہ طرز طریق پھر پہلے والے اٹھان کی طرف جارہا ہے ۔ اللھم زد فزد ع

اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

عارفانہ منزلت

حضرت والاؒ عارفانہ منزلت ساتھ لیتے آئے تھے ۔ آپؒ کے لڑکپن اور نوجوانی کے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آپؒ پر ابتدا ہی سے وارفتگی کی شان طاری تھی جو بیساختہ ہونے کی وجہ سے نہایت دلفریب تھی۔ حضرت والاؒ علمی و فکری مقامات میں جس قدر ہوشیار تھے عام امور میں اسی قدر بھولے بھالے اور معصومیت کا پیکر تھے۔ اپنی اس معصومیت کی وجہ سے بعض بزرگوں نے آپ کے نام پر

Marfat.com

خوب کام چمکایا۔ مگر آپ اپنی اعلیٰ ظرفی کی بنا پر ہمیشہ بے فکر رہے۔ سکوت فرمایا، خاموشی اختیار فرمائے رکھی۔ حالانکہ آپ تمام احوال سے باخبر رہا کرتے تھے جن کا کبھی کبھی اشارۃً ذکر بھی فرمایا کرتے ...... کہ

"بعض لوگ ہمارا سہارا لے کر بڑا بنتا ہے"

"ہم ایسے لوگوں کو جانا کرتا ہے"

حضرت والاؒ کو نسبت قادریہ میں رسوخ حاصل ہونے کے باوجود،

افروختن و سوختن و جامہ دریدن

والی کیفیت آپؒ کی ایک ایک بات سے عیاں اور ایک ایک ادا سے نمایاں تھی اور بچپن سے ہی ہویدا تھی۔ حضور غوث الاعظم سے عشق تھا جب نام لیتے تو تڑپ جاتے۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"تم غوث پاک کا مرید" "محبان غوثؓ پاک کو سلام قبول ہو" "ہم دعا کرتا ہے"

غرض اس شدید میلان کے باوجود آپؒ کے قلب اطہر میں وہ وسعت اور ذوق میں ایسی نفاست و پاکیزگی تھی کہ اور سلسلوں کے بزرگوں کے ذکر میں کبھی تغافل اور ترجیح و تنقیص کا تصور بھی نہ تھا اور ہمیشہ منع فرمایا کرتے تھے کہ اپنے مرشد کی کشف و کرامات دوسرے سلسلہ کے مریدین کے سامنے نہ بیان کی جائیں تاکہ کہیں دوسرے کو اپنے پیر سے نفرت اور دوری نہ پیدا ہوجائے یا پھر تقابل نہ شروع ہوجائے۔ ورنہ آج کے پیروں کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ اپنی ساری بے مائیگی اور کم نظری کے باوجود اکابر صوفیا میں موازنہ کرتے رہتے ہیں۔ خصوصاً یہ ایک فیشن ہوگیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر جب کچھ لکھا جائے تو رئیس العشاق شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ پر ایراد و انتقاد ضرور ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

Marfat.com

اختلاف سلاسل

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک جدید ذہن کے نوجوان نے اختلاف سلاسل کے متعلق اپنے شکوک و شبہات پیش کیے تو آپ نے ارشاد فرمایا!
"جیسے فقہ میں باوجود اختلافات کے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مکاتب خیال اہلسنت یا اہل حق ہی کے مکاتب خیال سمجھے جاتے ہیں اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی وغیرہ صوفیاء کے ان مختلف طرق و سلاسل کے متعلق یہی باور کیاجاتاہے کہ ان میں ہر طریقہ درست اور صحیح ہے۔ اختلافات جو کچھ بھی صوفیوں کے ان مختلف طریقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق صاحب طریقہ کے فطری رجحانات یا ان کے خصوصی حالات سے ہے جن میں پہلے پہل یہ طریقہ مروج ہوا۔ جیسا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تفہیمات الہیہ میں طریقہ نقشبندیہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام نے فرمایا ہے کہ

" ان الشیخ بہاؤالدین نصب مجدد الاحسان فی ارض الترک و کانو اقوی البھیمة وکان ھو مجذوبا قد قبل سرہ الملکی نوراً الھأ و تدلھأ فتولدمن نسبة و تربیة طریقہ مفیدة غایة الافادة "

ترجمہ:- شیخ بہاء الدین (طریقہ نقشبندیہ کے امام) ترکوں کی سرزمین میں مقام احسان کی تجدید کے لطیف خفی ملکہ کے لئے مقرر کئے گئے ترک قوم میں بہیمی قوت بہت زیادہ زور دار تھی۔ حضرت شیخ مجذوب تھے (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب کرلیا تھا اور ان کی ملکی سیر نے الہی نور اور تدلی کو قبول کرلیا تھا)۔
اسی لئے آپ کی نسبت اور آپ کی تربیت کا جو خاص قاعدہ تھا اسی سے ایک طریقہ نکل آیا جو نفع بخش ثابت ہوا۔ مزید فرمایا! جس طرح جسمانی صحت حاصل

Marfat.com

کرنے کے لئے علاج کے مختلف طریقے طب یونانی، ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک اور ویدک وغیرہ ہیں کہ مقصد سب کا ایک اور طریقے مختلف ہیں۔ اسی طرح باطنی اخلاق و اعمال کے علاج کے طریقت کے یہ سلاسل، ان کا مقصد بھی ایک ہے اور وہ یہ کہ ہمارے باطنی اخلاق، شریعت اور سنت کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ البتہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ چاروں سلاسل طریقت، نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ مسلمہ اہمیت کے حامل ہیں۔ مگر سلسلہ قادریہ کو اس لئے زیادہ بزرگی، عظمت اور شرف حاصل ہے کہ تمام اولیاء کے سردار سیدنا غوث الاعظمؒ اسی سلسلہ سے ہوئے بلکہ آپ ہی کہ وجہ سے اس سلسلے کو "سلسلہ قادریہ" کہا جاتا ہے۔ حضرت والاؒ حضرت شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز کی اولاد سے۔ آپ کا سلسلہ نسب پندرہ واسطوں کے بعد حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ سے جاملتاہے۔ جبکہ سلسلہ طریقت انیس واسطوں کے بعد آپ سے ملتاہے۔ حضرت عصر حاضر میں سیدنا غوث اعظمؒ کے صحیح جانشین تھے۔ آپ فیضان غوث الاعظمؒ کے امین تھے۔

مئی ۱۹۹۰ء میں آخری کوئٹہ حاضری ہوئی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے فرمایا!

"غوث الاعظمؒ کا محب ہمیشہ کامیاب ہوتاہے"

"ہم اس کے لئے دعا کرتاہے"

"کچھ لوگ مخلوق سے وفا کی امید رکھتاہے حالانکہ جو لوگ اللہ کا حقوق ادا نہیں کرتا وہ دوستوں کا مخلص کیسے ہوسکتاہے"

"لوگوں سے امید رکھنے کی بجائے اللہ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوا کرتاہے"

اس طرح کچھ مزید باتیں فرمائیں جنہوں نے عقل و خرد کی تمام گتھیاں سلجھا

Marfat.com

کررکھ دیں۔ راستے میں جو جو باتیں کرتے گئے حضرت والاؒ نے بن پوچھے پہلے سے اشارات میں بتادیں۔ اس کے بعد کافی دیر تک بڑے اثر انگیز انداز میں مسلمانوں کے باہمی افتراق کا ذکر کرتے رہے اور اسے ختم کرنے کی کچھ عملی تجاویز بتائیں۔ فرمانے لگے۔ ہم تو چندروز کا مہمان ہے خدا جانے پھر ملاقات ہوگا یا نہیں۔ اب آپ جیسا جوانوں کا کام کرنے کا وقت ہے۔ اس افتراق کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ افتراق و انتشار ہی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

ڈاکٹر صاحب (قادری صاحب) کو اللہ عافیت کے ساتھ سلامت رکھے۔ ان سے میرا سلام دو، اور کہہ دو کہ اتحاد سے ہی انقلاب ممکن ہے۔ حضرت والاؒ خطوط کا جواب بڑی پابندی کے ساتھ دیا کرتے تھے۔ آخر وقت تک ڈاک کے جواب میں پابندی حیرت انگیز تھی۔ کبھی یاد نہیں کہ کوئی عریضہ لکھا ہو اور تیسرے چوتھے روز جواب نہ آگیا ہو۔ آغاز میں جب بیعت ہوا تو حضرت والاؒ کی شخصیت ہمارے لئے ایک بارعب شخصیت تھی۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ اس رعب پر محبت و شفقت و عنایت و رافت غالب آتی گئی۔ تکلفات کے بندھن ٹوٹ گئے۔ محب اور محبوب، عاشق و معشوق، طالب و مطلوب کی کیفیات نصیب ہونا شروع ہوگئیں۔ وہ وہ حلاوتیں نصیب ہوئیں جن کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ حضرت والاؒ ہمیشہ میری خطاؤں، لغزشوں کو جاننے سمجھنے کے باوجود پردہ پوشی فرماتے اور اشارہ و رمز میں احساس بھی دلادیتے۔ البتہ ایسا کبھی نہ ہوا کہ حضرت والاؒ حالات سے باخبر ہونے کے باوجود شفقت میں و کرم میں کمی فرمائیں۔

بڑے اعلیٰ ظرف تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت والاؒ کا بڑا کمال ہی یہی ہے کہ انہوں نے نالائقوں کو بھی دامن شفقت میں جگہ دی۔ چھپاں

مرنے والوں

Marfat.com

کو تھام لیا کرتے ہیں۔ نالائقوں کو دور نہیں کرتے۔ بیوقوفوں کے ساتھ گزارا فرماتے ہیں۔ جب اپنے حال پر نظر کرتا ہوں اور پھر حضرت والاؒ کی نگاہ کرم کو دیکھتا ہوں تو مجھ جیسے کتنے نکموں کو آپ نے شفقت و محبت سے نوازا۔ حضرت ولا کی خدمت میں حاضری ہوتی تو اس کا عجب کیف ہوتا جو کافی دنوں تازہ رہتا۔ بار بار حاضری کے لئے دل بیتاب رہتا۔ کوئٹہ اور کراچی سے جب گھر یا لاہور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے لئے روانگی ہوتی تو اکثر یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا۔

بڑی مزے میں گزرتی ہے بےخودی میں امیرؔ
خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں ہم

سیرت سازی میں خاندان کی اہمیت

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے حاضرین میں سے کسی نے سوال کہ حضرتؒ۔ کیا انسانی کردار میں نسب کا کوئی عمل دخل ہے؟

حضرت والاؒ سائل کی طرف بغور دیکھ کر مخاطب ہوئے۔ فرمایا!

"انسان کے مزاج و مزاق کی تشکیل، اس کے فطری جوہر چمکانے اور اکثر اوقات اس کی زندگی کا رخ متعین کرنے میں اس کے خاندان اور اس کے اجداد کا اثر، علم الحیات اور علم النفس کی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جس کی تصدیق گزشتہ تاریخ، پے در پے مشاہدات و تجربات نے ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کا انکار ناممکن ہے۔ گویا اس کا انکار ایک امر بدیہی کا انکار ہے۔ فرمایا!

یہ اثر انسان پر دو راستوں سے ہوتا ہے۔

(۱) ایک نسلی طور پر کہ خاندان و موروثی خصائص (کمالات و کمزوریاں)

Marfat.com

باپ بیٹے کی طرف اور مورث سے والد کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

(۲) دوسرے ذہنی و فکری طور پر کہ خاندانی روایات اور آباء و اجداد کے قابل فخر کارناموں کا تذکرہ بچپن سے انسان اپنے خاندان کے علمی، تحقیقی اور روحانی کمالات کان سے سنتا رہتا ہے اور اس کے دل و دماغ کی سادہ تختی پر "نقش کالحجر" ہوجاتا ہے اور یہ سب چیزیں شعوری یا غیر شعوری طریقہ پر انسان کی شخصیت و سیرت کی تعمیر اور اس کی صورت گری کرتی ہیں۔

آپ ۱۸ ربیع الاول ۱۲۵۲ ہجری بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد گرامی شیخ المشائخ السید محمود حسام الدینؒ نقیب الاشراف اور متولیع اوقاف گیلانیہ کے مناصب جلیلہ کے حامی تھے۔ آپ نے علم دین سے دامن مراد بھرنے کے لئے ملا سید اسد آفندی، مفتی قاسم القیسی اور سید خلیل الراوی جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کے سامنے زانو تلمذ تہہ کیا اور فقہ و حدیث کی سند لی اور علوم معقول و منقول کا دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ آپ نے اپنے والد گرامی سیدنا محمود حسام الدینؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ خرقہ خلافت والد گرامی سے ہی حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد گرامی کے علاوہ کئی شیوخ و بزرگوں سے اکتساب فیض کیا۔

آپؒ بچپن میں کھیلنے نکلتے تو لڑکوں سے الگ تھلگ رہتے اور اکثر خاموش رہتے۔ لڑکوں کو اچھی عادتوں کی ہدایت فرماتے۔ آپ کا احترام تمام لڑکوں کے دلوں میں ہوتا۔ مولانا عبدالقادر بدایونیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت والاؒ کی عمر ابھی ۱۱، ۱۲ سال کی تھی مگر لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ آپ نماز عشاء کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار کے سامنے متوجہ ہو کر کھڑے ہوجاتے اور ساری رات نماز فجر تک اسی حالت میں قیام فرما ہو کر کسب فیض

Marfat.com

کرتے۔ یہ شب بیداری یعنی عشاء سے فجر تک ایک ہی وضو سے جاگنے کا معمول کم و بیش چالیس برس تک رہا۔ آپ کی جوانی کا عالم تھا کہ آپ نے حضور غوث الاعظمؒ کے مزار کی جالیوں کو پکڑ کر کھینچا اور زور کی آواز سے فرمایا۔

" غوث کیا فرماتا ہے " سارا دربار لرز اٹھا۔ ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے جب تک آپؒ کا جذبہ ختم نہ ہوا اس وقت تک گنبد اور مزار ہلتے رہے۔ جوانی میں آپ جلالی کیفیت میں رہتے تھے آنکھ بھر کر آپؒ کے چہرہ کو دیکھا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ بہت عرصہ بعد آپ روبہ جمال ہوگئے اور جلال کی جگہ جمال نے لے لی پھر آپؒ کی پیشانی ہمہ وقت ایک دلآویز تبسم سے کھلی رہتی۔

دنیا میں تبلیغ کیلئے نکلے تو شہرت و عزت نے قدم لئے۔ لاکھوں مسلم دوست بیعت سے سرفراز ہوئے اور ہزاروں غیر مسلم دولت ایمان سے مالامال ہوئے۔ گفتگو فرماتے تو مجمع پر سکوت چھا جاتا۔ قرآن و حدیث پڑھتے تو دل دھلتے جاتے، نگاہ اٹھا کر دیکھتے تو لوگ بیتاب ہوجاتے، حضرت والاؒ کی اردو زبان میں خوش بیانی شنیدنی اور قادر الکلامی دیدنی ہوتی تھی۔ سرو قدی اور خوش لباسی اور خوبصورتی ایسی کہ آپ کو ایک بار دیکھ لینا انسان کو بار بار دیکھنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ بقول شاعر۔

اک دن وہ مل گئے تھے سر رہ گزر کہیں
پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھی کہیں

حضرت والاؒ کی گفتگو میں جاہ و جلال اور فصاحت و بلاغت کا کمال دونوں قائم رہتے تھے۔ نکتہ آفرینی آپؒ پر بس تھی۔ آپؒ کے چہرہ پر ذہانت نمایاں طور پر چمکتی تھی۔ پرعزم دہانہ اور بامروت آنکھیں۔ قدیم بزرگوں کی سی شان۔ گول چہرہ جو

Marfat.com

مشروع داڑھی کے باوجود گولائی لئے ہوئے تھا۔ پیشانی کشادہ جس میں سفیدی اور سرخی کی جھلک تھی۔ ابرو ہلکے۔ اور خمدار۔ رنگ گورا جو سرخی لئے ہوئے تھا۔ ناک اونچی تھی، رخسار ہموار تھے۔ دہانہ فراخ اور کشادہ تھا۔ دانتوں میں چاند کی چاندنی کی چمک تھی۔ کندھے کشادہ لیکن خفیف سے آگے کیطرف جھک ہوئے تھے۔ لباس میں شیروانی اور عمامہ جزو لاینفک تھا۔ غرضیکہ آپؒ کا پیکر حسن ظاہری اور جمال معنوی کا ایک دلآویز امتزاج تھا۔ انواع جمال اور مراتب حسن کے کمال کا شعور رکھنے والی نگاہ جب آپ کی پیشانی کے افق پر سرخ و سفید عمامہ کی جلوہ گری دیکھتی تو یوں محسوس ہوتا کہ اس پر آج ؂

"عیاں شد معنی نور علی نور"

جامہ زیبی کا یہ عالم تھا کہ جس رنگ اور جس لباس میں ہوتے انفرادیت بدستور قائم رہتی اور ایسا لگتا کہ ع

پرتو حسن سے زیبا ہی رہے گا حسرت
چاہے جس طور سے وہ طرہ دستار بندھے

تراھم رکعاً سجداً کی معنوی تابش نے آپ کی جبین سجدہ گزار کو انوار الہیہ کا تجلی خانہ بنا رکھا تھا۔ آپ کے بڑھاپے کی تقدس تابیاں اور جلوہ سامانیاں بڑے بڑے جواناں رعنا سے ان کے حسن و شباب کا اعتبار چھین لیتی تھیں۔ اور ان کی رعنائیوں کے ماتھے پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے۔ آپ کی زیارت کرتے ہی بیدم وارثی کا یہ شعر زبان پر مچلنے لگتا۔

تیرا ہر جلوہ ہے آئینہ اسرار ازل
تیری صورت میں ہیں انوار معانی صنما

Marfat.com

غم زدہ انسان کی آنکھ آپؒ کی چہرہ فلک کی رفعت کے ہلال ابرو کو دیکھ لیتی تو چشم بینا کے تجلی آباد میں مقیم طفل نگاہ کی عید ہو جاتی تھی اور جب آپؒ علمی موضوعات پر لب کشائی فرماتے تو اصحاب علم کی سماعتیں رقص کرنے لگتی تھیں۔ آپ کے میکدہ چشم سے عرفان خداوندی کی شراب طہور برستی تھی۔ حضرت والاؒ سراپا شفقت و محبت تھے اور سب سے بالکل ایک سی محبت کرتے تھے۔ ہر مرید یہی کہتا جتنی شفقت مجھ سے تھی کسی سے نہیں۔ آپ ایک مثالی انسان تھے اور مجھ پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے بلاشبہ آپ کی خصوصی نوازشات نے مجھے علم و تحقیق کے میدان میں آگے بڑھنے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ بخشا۔

اگر آپ کے اطوار کرم اور مقدار عنایت پر لکھا جائے تو صفحات کی وسعتیں سمٹ کر رہ جائیں گی آپ کی بندہ نوازی کا عروج دیکھئے کہ جب آموں کے موسم میں آموں کا تحفہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتا تو فرماتے

"آپ دور سے یہ وزن اٹھا کر لاتا ہے ہم کو تکلیف ہوتا ہے"

حضرت والاؒ ایسے ایسے جملے ارشاد فرماتے کہ آنکھیں شرم سے جھک جاتیں اور پسینہ پسینہ ہو جاتا۔ سفر کی تکان اور بوریت نام کو نہ رہتی۔ ہفتوں رہنے کی سعادت نصیب ہوتی۔ صبح شام خادم کو بلا کر دریافت فرماتے۔

"کیا ہمارا بچہ کا خیال رکھا جاتا ہے اور یہ محب غوث الاعظمؒ ہے۔ یہ جھاڑو دیتا ہے اور اپنا دل صاف کرتا ہے اور ہم کو تکلیف ہوتا ہے۔ یہ مہمان ہے" آپ سے رخصت کی اجازت لیتا تو تحائف سے مالامال کر کے واپس کرتے۔ فرماتے

"ہمارا محب دور سے تکلیف کر کے لاتا ہے اور ہم بھی یہ تحفہ دیتا ہے"

کبھی کبھی کرایہ عطا فرما دیتے اور فرماتے آپ طالبعلم ہے اور ہم آپ کی ترقی کے لئے

Marfat.com

دعائیں کرتا ہے۔ آپ کے ہاتھ جب دعا کے لئے اٹھتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کائنات کا سارا روحانی سکون میرے آنگن میں آگیا ہے۔ کیف و مستی میں واپسی ہوتی۔ حضرت والاؒ کی بہت سی یادیں دامن کش دل ہیں۔ چند ایک کا ذکر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشف و کرامات کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں بہت سی باتیں گوشہ دل میں محفوظ ہیں۔ یہاں پر صرف ایک دو پر اکتفا کرتا ہوں آپ کی خدمت میں کوئٹہ حاضر تھا باتیں کسی علمی موضوع پر ہوتے ہوتے سالک کے متعلق ہونے لگیں۔ کہ سالک سے مختلف طریقوں سے امتحان لیا جاتا ہے۔ غلو بھی ایک امتحان کی کڑی ہے کہ سالک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملے میں اعتدال و توازن کو کیسے ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ اعتدال و توازن ہی روح دین ہے۔ اس پر اہم باتیں فرمانے کے بعد فرمانے لگے۔

"زین للناس حب الشہوت"

یہ آیت کریمہ اسی مضمون پر مشتمل ہے کہ سالک کی مختلف طریقوں سے آزمائش ہوتی ہے۔ بڑے بڑے اولیاء کو آزمایا گیا۔ اپنے متعلق فرمانے لگے کہ چالیس سال اسی سے عبارت ہیں۔ حضرت والاؒ نے ایسی دقیق باتیں فرمائیں کہ جو چھ ماہ کی مدت کے اندر اندر انہیں محسوس کیا کہ حضرت والاؒ نے کس طرح حکیمانہ انداز میں باتیں اشاروں میں سمجھائی تھیں اور پیش آنے والے واقعات آپ کی باتوں کا زندہ ثبوت بن گئے۔ کہ اللہ والے کس طرح نور الٰہی سے دیکھتے ہیں۔ حضرت والا ہمیشہ واقعات کے پیش آنے سے قبل راہنمائی فرمایا کرتے تھے اگر کوئی میرے جیسا کم ہمت ان سے نہ سدھرتا تو یہ اس کی اپنی کوتاہ عملی ہوتی۔ بارہا ایسی ایسی باتیں فرمائیں کہ جن کا وہم و گمان بھی نہ ہوتا تھا لیکن تھوڑے ہی

Marfat.com

عرصے میں وہی کچھ پیش آتا جو آپؒ نے فرمایا ہوتا ایک دفعہ ایک خاص دوست کا عریضہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؒ یوں گویا ہوئے۔

" ہم ان کے لئے دعا کرتا ہے۔ استقامت بڑا چیز ہے " لوگ اس لئے تنگ ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے خود مصیبت کھڑا کرتا ہے " قادری مرید کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا چاہیئے شریعت کی پاسداری سب سے مقدم ہے ہم وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے لئے ہمارا عمل نہیں ہوتا۔ ہمارا قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے کرتا کچھ اور ہے اور مانگتا کچھ اور ہے "

اس عریضہ میں دعاؤں کی درخواست کی گئی تھی اور بڑی عقیدت کا اظہار کیا گیا تھا۔ وحدت الوجود کے موضوع پر مطالعہ کرتا رہتا تھا اور اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد یار فریدیؒ اور خواجہ غلام فریدؒ کے مجموعہ کلام سے عشق ہوگیا تھا اور اسی لئے کوٹ مٹھن شریف ، پاک پتن شریف کثرت سے حاضری ہوتی تھی۔ اسی دوران جنات کا اثر محسوس ہونے لگا۔ طبیعت بڑی بے تاب ہونے لگی۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں لکھا کہ حاضر ہونا چاہتا ہوں جواب عنایت فرمایا ہم دعا کرتا ہے غوث الاعظمؓ کے مرید کو جنات نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ان مسائل کو بیان کرنے سے گریز کیا جائے۔ یہ باتیں بیان کی نہیں حال کی ہوتی ہیں جیسے ہی خط پڑھتا گیا دل دھلتا گیا۔ ایسے محسوس ہوا جیسے آپ میرے دل میں وساوس کو صاف کر رہے ہیں بے اختیاری میں اللہ اللہ کرنے لگ گیا۔ اسی حالت میں کوئٹہ حاضری ہوگئی۔ جاتے ہی فرمانے لگے ہم دیکھتا رہتا ہے کہ کس طرح ہمارا مرید ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم نے جنات کو پکڑ لیا ہے۔ قادری مرید کو جنات نقصان نہیں دے سکتا۔ ایسی دلربا باتیں فرمائیں کہ جب آیا تو عجیب تبدیلی ہوئی جو ناقابل بیان ہے۔

Marfat.com

اور آپؒ نے ان تمام پریشانیوں کے اسباب و محرکات اور ان کا حل گویا دریا کوزے میں بند کردیا۔

ایک دفعہ اسی دوست کے بعض امور کے لئے ایک عامل سے رابطہ کیا گیااور یہ عامل بنگال سے جادو کا عمل حاصل کرکے آیا تھا اور نامی گرامی عاملین میں شمار ہوتا ہے اور بعض چیزیں ایسی دیکھیں کہ جس سے انسان مبہوت ہوکر رہ جاتاہے اور اس کے پاس تسخیر کے علاوہ کئی اور عمل بھی موجود ہیں جن کی بناء پر وہ لوگوں کو قابو کرلیتاہے اور خوب کماتاہے۔ احباب کے لئے رابطہ کیا گیا تو اس نے دو تین کام ہفتوں میں کرادیئے جس سے ہم بار بار جانے پر مجبور ہو گئے اور یہ سلسلہ آنے جانے کا جاری تھا کہ اسی دوران حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی اور یہ حاضری کیا حاضری تھی کہ آپؒ نے بغیر پوچھے سب کچھ بیان کردیا ان عاملوں کی کیا حقیقت اورکیا جادوہے اس پر نہایت اہم گفتگو فرمائی اور وہ سب کی سب کہانی ہمارے آنے جانے کی بیان فرمادی۔ انہی دنوں میں حضرت والاؒ علیل بھی رہا کرتے تھے۔

خلق الانسان عجولاً اور خلق الانسان جهولا

یہ دونوں چیزیں انسان کی فطرت ہیں کہ انسان بظاہر اور جلد فوائد کا متمنی ہونے کے ساتھ ان کا جلد قائل ہوتاہے۔ اس عامل کے پاس دوبارہ آناجانا شروع ہوگیا۔ جیساکہ بیان کیا ہے کہ اس کے پاس تسخیر کا عمل بڑا قوی ہے اسی کے زیر اثر اس کے تسلط میں آگئے اور وہی کچھ ہوا جو حضرت والاؒ نے فرمایا تھا اور آپ نے دوران حاضری یہ جملہ فرمایا تھا " عامل لوگوں کے پاس جانا نقصان سے خالی نہیں ہوا کرتا" یہ محض جملے نہ تھے بلکہ پیش آنے والے واقعات کی

Marfat.com

پیش گوئی تھی اور ٹھیک دو مہینے بعد حضرت والاؒ نے داغ مفارقت دی اور ہمیں یتیم کر گئے اور حالت کچھ اس طرح ہوئی:

چھین لے مجھ سے نظارۂ جلوہ خوش روئے دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

زندگی میں کبھی کسی واقعے یا حقیقت کے تسلیم کرنے سے کلیجہ اس بری طرح نہیں ٹوٹا جس طرح اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ٹوٹا کہ جس منورہ چہرہ کا دیدار غم و تشویش کا مداوا تھا اب زندگی بھر کے لئے روپوش ہوگیا۔ جس مقدس آواز کو سن کر ہر مشکل آسان معلوم ہوتی تھی۔ اب جیتے جی سنائی نہ دے گی۔ جس مبارک وجود کی ڈھارس یقین و امید کی بہاریں عطا کرتی تھی اس کا سایہ سر سے اٹھ چکا اور زندگی اب تک جس ذات کے گرد گھوم رہی تھی اب وہ جلوہ افروز نہ رہی۔ علم و فضل کی وہ محفل اجڑ گئی۔ اصلاح و ارشاد کی وہ مسند ویران ہوگئی۔ شریعت و طریقت کا وہ آفتاب روپوش ہوگیا۔ علم و حکمت کا وہ سرچشمہ چھن گیا۔ اب تک جو ذاتی، اجتماعی اور علمی الجھنیں ایک "مرشد کریم" کا محبوب ترین خطاب استعمال کرکے سلجھ جاتی تھیں انہیں اب کون سلجھائے گا۔۔۔۔۔۔؟

وصال سے ایک مہینہ قبل عجیب و غریب خواب دیکھے جو ناقابل بیان ہیں طبیعت کا اضطراب بڑھتا گیا۔ اسی لئے گھر چلا گیا ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہی کچھ دیکھ جو میں نے پہلے دیکھا تھا اور اس کا ذکر بعض احباب سے بھی کیا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے رات کے خواب کی عملی تعبیر صبح پیش آگئی کہ محترمی محمد فاروق صاحب ڈویژنل انجنیئر ساہیوال روتے ہوئے مجھے گلے لگایا کہ ہم یتیم ہوگئے۔ " انا للہ وانا الیہ راجعون "۔

تم کیا گئے کہ رونق ہستی چلی گئی

Marfat.com

پھر کیا ہوتا ملتان سے لاہور آخری دیدار کے لئے چل پڑنے سارا سفر اسی سوچ میں گزارا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

محترمی محمد فاروق صاحب سے یہی باتیں ہوتی رہیں کہ اب زندگی کا مزہ و لطف ختم ہوگیا۔

داغ ہی داغ نظر آتے ہیں
کس طرح قلب و جگرکو دیکھوں
نہ وہ محفل ہے نہ وہ پروانے
خاک اے شمع سحر کو دیکھوں

آخری دیدار اور نماز جناہ میں حاضری کی سعادت محترمی محمد فاروق صاحب، محترمی محمد الیاس قادری صاحب اور ان کے قبلہ والدین کے مرہون منت ہے۔ تاقیامت ان کا ممنون احسان ہوں کہ انہوں نے کمال مہربانی کا ثبوت دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بےاعتنائی کے باوجود بھی میری زبان پرشکوہ وشکایت نہیں آتاکہ ان کے یہی وہ احسانات ہیں جو مجھے ہمیشہ ان کا متشکر و ممنون رکھتےہیں۔ انہی احسانات کی بناء پر بندہ نے ان کے والدین قبلہ کو ہمیشہ ادب و احترام کا وہی مقام دیاہے جواپنے والدین کو دیاجاتاہے۔ " تلک الایام نداولھا بین الناس " کا پیغام کہ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے۔ سے میں نے بہت کچھ سمجھا اور حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ زندگی تجربات ہی کا دوسرا نام ہے۔ بہرحال ان کرمفرمامہربانوں کے لئے ہمیشہ دلی دعائیں ہیں۔

Marfat.com

تو عرض کرتا تھا کہ حضرت والاؒ کے وصال کے بعد معلوم ہوا کہ یتیمی کسے کہتے ہیں اور شیخ و مرشد کی ایک مرید کے لئے کیا اہمیت و ضرورت ہوتی ہے۔

دنیا وہی ہے کائنات وہی ہے سب کچھ وہی ہے مگر ع
ہے کمی تو اسی چاند کی جو تہ مزار چلا گیا

جب حضرت والاؒ کی یادیں تڑپاتی ہیں تو کچھ نہ سوجھنے کی صورت میں گوشہ نشینی اور مطالعہ کتب میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ اگرچہ مطالعہ کتب حضرت کی یاد کا نعم البدل تو نہیں تاہم یہ مطالعاتی استغراق اور تصنیف و تالیف کا انہماک شب غم کی درازی کا احساس نہیں ہونے دیتا۔ بقول صاحبزادہ نصیرالدین نصیر گولڑوی۔

یہ مہ و نجوم کی روشنی تیرے حسن کا تو بدل نہیں
ترا ہجر شب کا سہاگ تھا مرے غم کی مانگ بھری رہی

حضرت والاؒ کے تینوں شہزادگان میں آپ کی مختلف صفات پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت تا قیامت رکھے۔ یہ ہمارے دل کا چین ہیں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ان کی زیارت دکھی لوگوں کے لئے سہارا ہے۔ ہمارا تو یہ سرمایہ ہیں۔

حضرت صاحبزادہ سید محمود محی الدین گیلانی صاحب
حضرت صاحبزادہ سید عبدالقادر جمال الدین گیلانی صاحب
حضرت صاحبزادہ سید ضیا الدین گیلانی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

کے لئے ہماری دعائیں ہیں۔

"آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا"

اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکات عطا فرمائے۔

"اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد"

Marfat.com

حضرت شیخ المشائخ ـــــ ایک مثالی انسان

Marfat.com

شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا ومرشدنا طاہر علاؤالدین القادری البغدادی گیلانی قدس سرہٗ العزیز

ایک شیخ۔ ایک مرشد۔ ایک مصلح۔ پروقار بچپن۔ پُرعظمت لڑکپن۔
پُرکمال جوانی۔ حق و صداقت کی نشانی
جنہیں معاصرین اوراکابرین امت نے ان القابات سے یادکرنا اپنا اعزاز و سرمایہ سمجھا۔
قدوۃ الاولیاء ــــ شیخ المشائخ ــــ جامع شریعت و طریقت ــــ امین فیضان غوث اعظم دستگیر ــــ سراپا اخلاص ــــ مرکز مہر و وفا ــــ مخزن علم و حکمت ــــ مجسم فراست و بصیرت ــــ مخزن جود و سخا ــــ خزینہ معرفت ــــ سراپا علم و فن ــــ سرتاپا کرامت ــــ صاحب کشف و کرامات ــــ
آیئے انہی کے تذکرہ سے قلب و باطن کو منور کریں ــــ اور فکر و عمل سے مالا مال ہوں ــــ سنوریں اور سنواریں ــــ

Marfat.com

بہار زندگی

حفیظ جالندھری مرحوم نے محمود وایاز کے بارے میں یہ کہہ کر ہماری بھی ترجمانی کر دی ہے۔

کچھ ہوش ہے تو چشم حقیقت نظر سے دیکھ
محمود ! ذرے ذرے میں حسن ایاز ہے

نورانی صورت، چمکتا دمکتا اور شاہانہ چہرہ، گورا رنگ، گول اور بھرا ہوا، سرانور بڑا مگر موزوں، کھلی پیشانی، آنکھیں نہایت شرمیلی نیچی اور اندر سرخ ڈورے سفیدی لیے ہوئے، ابرو گنجان مگر خمیدہ، دہن متوسط، دندان پیوستہ اور چمکیلے، لب رسیلے، بینی پتلی اور اونچی مگر موزوں، سینہ کشادہ، لمبا قد، ہاتھ قوی اور پر گوشت، شانے اور بازو بھرے ہوئے، گردن نہ بہت پتلی نہ بہت موٹی، نہ بہت اونچی، ہاتھوں کی انگلیاں نہ بہت لمبی نہ بہت موٹی نہ پتلی، ہتھیلیاں نہایت نرم و نازک، ڈاڑھی مشروع اور بال نہایت نفیس سر کے بال نہ بالکل سیدھے نہ بہت گھنگروالے، واڑھی کے بال کچھ سیاہ اور کچھ سفید، سینہ پر بال زیادہ، چال نہ بہت تیز نہ ہی بہت آہستہ اور جب کوئی ہمراہی ہوتا تو اس کی رعایت چال میں ضرور فرماتے، کیونکہ تمام افعال میں اپنے مقابلہ میں دوسرے کی آسائش کو ترجیح دیتے تھے۔ قدم نہ بڑے بڑے رکھتے تھے نہ متضاد چھوٹے چھوٹے۔ بناوٹ اور تکلف سے حضرت والاؒ کی طبیعت کو مس ہی نہ تھا۔ اور ترک لا یعنی اس درجہ طبیعت حرکات و سکنات اور تمام اقوال و افعال میں کوئی جزو بھی ایسا نہ تھا جو وجہ اور غائر وجہ سے خالی ہو اور جس میں شرعی اور عقلی دونوں قسم کی حکمت بلکہ متعدد حکمتیں جمع نہ ہوں یعنی آپؒ کی ذات والا صفات علم و حکمت کا خزانہ تھی۔

اے قبائے رہنمائے بر بالائے تو
علم و حکمت را شرف از گوہر والائے تو

آواز نہ اتنی پست تھی اور نہ اتنی بلند کہ ناگواری پیدا ہو جائے۔ بلکہ نہایت شیریں اور

Marfat.com

مردانی تھی ۔ خشوع اور جذبہ محبت آواز سے ہی پیدا تھا۔ چلاکر بات کرنے کی قطعاً عادت نہ تھی بقدر ضرورت جہر کے ساتھ کلام فرماتے تھے ۔ جب اپنے خادم کو جہر کے ساتھ بلاتے تو عجیب سماں ہوتا۔ اس آواز کی لطافت اور حرارت ابھی تک کانوں میں موجود ہے ۔ گفتگو نہ تیز نہ ٹھہر ٹھہر کر بلکہ بہت صاف فرماتے تھے، جس میں تسلسل اور روانی ہوتی تھی ۔ گنجلک مطلق نہ ہوتی تھی ۔ اگر خود ضرورت سمجھتے یا کوئی سوال کرتا تو پھر بات دہرا دیتے تھے اور گفتگو اتنی واضح اور صاف فرماتے تھے کہ دہرانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی ۔ مجالس میں بشاش اور گویا رہتے تھے ۔ جیسے دریا معارف و حقائق جوش و خروش سے رواں ہو جس کی وجہ سے لاکھوں انسان فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔ عام مجالس میں بھی غور و فکر کا سلسلہ جاری رہتا تھا ۔ ویسے اکثر مسرور ہی دکھائی دیتے تھے ۔ اشارہ کرنے کے قطعاً عادی نہ تھے ۔ جو کچھ بھی کہنا ہوتا، زبان سے صاف فرماتے تھے ۔ مجالس میں چہرہ پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی ۔ ہنسی کی بات پر ہنستے بھی اور ہنساتے بھی تھے مگر مطابق سنت قہقہہ مار کر کبھی نہ ہنستے تھے ۔ اعضاء کے تناسب، چہرہ کی نورانیت اور آنکھوں کی سرخی و سفیدی نے جسمانی خوبی کے علاوہ ایسا رعب پیدا کر دیا تھا کہ جلدی کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی ۔ مگر تہذیب و تواضع اور شرافت و بے تکلفی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ ہیبت کے مارے بات کرتے ڈرتے تھے وہ بھی بات کرنے کے بعد دل و جان سے نثار ہونے لگتے تھے گویا

من لم یرہ ھابہ واذا راہ احبہ

کے پورے مظہر تھے ۔ جو لباس پہنتے وہی موزوں ہوتا جس وضع حالت میں ہوتے زیبائی یکساں جلوہ گر ہوتی ۔ جس محفل میں تشریف رکھتے نظروں کے کیمرے فوراً حضرت والاؒ کی طرف رخ کر لیتے اور

"بسیماھم فی وجوھھم من اثر السجود"

کا نظارہ ہونے لگتا ۔ اقوال، افعال اور معمولات سے" لقد کان لکم فی رسول اللہ

Marfat.com

اسوۂ حسنہ " کا ظہور ہونے لگتا۔

عربی لباس عام معمول تھا۔ عمامہ سرخ اور سفید ہوتا تھا۔ حضرو سفر ہر دو میں لباس کی وضع قطع نہیں بدلتی تھی۔ مخصوص لباس کی زینت اور چہرے کی معصومیت اور نورانیت میں بلا کی کشش تھی۔ پیشانی کا نور سب کچھ عیاں کر دیتا تھا۔ باوجودیکہ اپنے آپ کو بہت چھپاتے مگر چھپ نہ سکتے تھے۔ خود کو جتنا مٹاتے تھے اللہ تعالیٰ اتنا ہی سربلند فرماتا جاتا تھا۔ جس نے بھی آپ کی زیارت کی وہ یہی کہتا کہ۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یکے بیں نہ کند بہ کس نگاہے

حضرت قدوۃ الاولیاء کی صفات فاضلہ بے شمار ہیں اور اگر ہر صفت کے شواہد بھی بیان کیے جائیں تو اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی شاید ناکافی ہوں۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہم چناں باقی

مریدین، متوسلین، متوصلین، منتسبین، خلفاء، خدام اور اہل و عیال کے بیان کردہ واقعات کی بنا پر آپؒ کی صفات حمیدہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اخلاص، استقلال، ادب، احترام، بصیرت، حکمت، تدبر، توکل، تقویٰ، تواضع، احتیاط، استحضار، ایثار، خشیت، تحمل، غیرت، سخاوت، شجاعت، ذہانت، فطانت، ذکاوت، متانت، فراست، امانت، دیانت، قناعت، شکر، صبر، درگزر، زہد، محبت، شفقت، رافت، عنایت، مروت، لحاظ، رفق و ملاطفت، ہمدردی و دلسوزی، عقلمندی و دانشمندی، احاطہ نظر، بے ساختگی، بلند نظری، تصلب فی الدین، تعلق مع اللہ، حب رسول، حسن خلق، حب اولیاء، عشق غوث الاعظمؓ، حسن معاشرت، حسن تدبر، حق پسندی، حقیقت پسندی، حق گوئی و بے باکی، خیر خواہی، خوش طبعی، حاضر جوابی، اولوالعزمی، خوش انتظامی، رقیق القلبی، دقت نظر، رضا و تفویض، شان کریمی، قوت

Marfat.com

حافظہ ، شان تربیت ، صفت شناسی ، رعایت جذبات ، اصابت رائے ، قلت کلام ، زندہ دلی ، فراخ حوصلگی ، صفائی معاملات وغیرہ وغیرہ

ان صفات حمیدہ کے تائیدی واقعات کچھ تو "تذکرہ" میں محترمی پروفیسر محمد رفیق صاحب نے جمع کر دیئے ہیں اور کچھ اس کتاب میں مختلف ابواب میں منتشر حالت میں ملیں گے ۔ اور کچھ حسب ذیل ہیں ۔

احتیاط انسان کو بہت سے مضرات و مفاسد سے بچالیتی ہے ۔ اسی لئے حضرت والاؒ ہر معاملہ میں احتیاط فرمانے کے عادی تھے ۔ یہ اس احتیاط کا نتیجہ تھا کہ :

مستورات کو تنہا سفر کرنے لئے منع فرماتے تھے اور اگر کوئی عورت دربار عالیہ غوثیہ قادریہ طاہریہ کوئٹہ یا کراچی پہنچ جاتی تو اس سے اس وقت تک گفتگو نہ فرماتے جب تک اس کا کوئی محرم پاس نہ بٹھا لیتے ۔ بیعت کے لئے مستورات کے سفر کو ناپسند فرماتے تھے اور خط کے ذریعے اصلاح و تربیت کرنے کو ترجیح دیتے تھے

طلباء کو غیر نصابی سرگرمیوں سے منع فرماتے تھے ۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خاص وظیفہ کی اجازت طلب کی جاتی تو آپ فرمایا کرتے کہ

طالب علم کو پڑھنا چاہیئے ۔

ایک دفعہ احقر نے رسالہ روحی شریف اور قصیدہ غوثیہ کے لئے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا !!

" طلباء سب سے مقدم علم کو سمجھیں اور یہ سب سے بڑا وظیفہ ہے ، فراغت تعلیم کے بعد یہ سب کچھ پڑھنا مفید ہے " ۔

جھٹ کسی کی بات پر فیصلہ نہیں فرماتے تھے ۔ بڑے غور و تفکر کے بعد فیصلہ فرماتے تھے ۔ اور نہ ہر کس و ناکس کو خلافت کے تاج پہناتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء کی تعداد بہت کم ہے ۔ البتہ اگر کوئی خود اجازت لیتا تو بخل نہیں فرماتے تھے کسی کو خلیفہ بنا کر مریدین کے پاس نذرانوں کے حصول کے لئے بھی نہیں روانہ فرماتے تھے ۔

Marfat.com

حضرت والاؒ فرماتے تھے۔

کہ ہم کسی کو خلیفہ اس لیے نہیں بناتا کہ وہ اپنے آپ کو مقرب بتلا کر لوگوں کو بے جا اذیتیں پہنچائے گا۔ ان سے فرمائش کرے گا۔ اس طرح لوگ اس کو ہمارا مقرب سمجھ کر حاجات و معروضات کا واسطہ بنائیں گے۔ اور خوشامد میں اس کی خدمت کریں گے۔ لہذا اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے "متذکرہ قادریہ" اور شجرہ مبارک" میں عمومی وظائف کی تمام مریدین کو اجازت عطافرمائی تھی۔ آپؒ نے بذریعہ اعلان مطلع فرمادیا تھا کہ ہمارا کوئی مجاور نذرانوں کے حصول کے لئے مقرر نہیں ہے۔

استغنا بھی آپؒ کی طبیعت کا ایک خاصہ تھا اور آپ اس ارشاد ربانی کے مظہر کامل تھے

" ترجمہ

کہ میں تم سے قطعاً کوئی اجر نہیں چاہتا میرا اجر صرف اللہ پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو امراء وزراء سے مال وزر سے کلیتاً استغنا تھا۔ صدر ایوب نے عرض کیا تو آپ نے برملا بے تکلف فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے دروازے بند کردے گا تو پھر آپ لوگوں کے ہاں دامن دراز کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کا درویش ہوں اور وہ مجھے بھوکا نہیں رکھتا۔ آپؒ نے زندگی بھر کسی سے ہدایہ طلب نہیں فرمایا بلکہ فرماتے کہ لوگ تنگ ہونے کے باوجود ہمیں دیتا ہے۔ ہم کو بڑا تکلیف ہوتا ہے۔ طلباء کو تو منع فرماتے تھے۔ بسا اوقات اپنی جیب سے عطا فرماتے تھے۔

وزراء، حکمرانوں کے پاس چل کر کبھی تشریف نہ لے گئے۔ البتہ اگر کوئی آجاتا تو ملاقات فرمالیتے اور انہیں منکرات کو مٹانے کے لئے فرماتے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے متوجہ کرتے اور ان کی معلومات میں اضافہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ملنے والے آپ کی پارسائی اور وسیع معلومات کے معترف تھے۔

Marfat.com

قوم اس وقت افراط و تفریط کے جس دور سے گزر رہی ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہوگیا ہے۔ قوم عجیب افراط و تفریط کے مرض میں اندھا دھند مبتلا ہے کسی سے خوش ہوئے تو اس کو پوجنے لگے خفا ہوئے تو گالیاں دینے اور لعنت برسانے لگے، گویا ان کا لیڈر یا رہنما فرشتہ ہو اور اگر فرشتہ نہیں تو پھر شیطان سے کم درجہ نہیں۔ توازن و اعتدال کا گویا قحط پڑگیا ہے۔ اور اشخاص و رجال کو ان کے صحیح مقام پر رکھنا ہم لوگ بھول گئے ہیں۔ مگر حضرت والاؒ کے ہاں یہ بات نہ تھی، حضرت والاؒ کے ہاں دنیوی حکام، روساء عہدیداروں کے ساتھ معاملات میں بھی خاص اعتدال ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ یعنی ان لوگوں کی طرف گرنا جیسا کہ بعض آستانوں میں دستور پڑگیا ہے۔ اور نہ ان سے اپنے آپ کو بالکل کھینچے رکھنا جیسا کہ غیر محقق مشائخ نے تقویٰ اور درویشی کا مقتضاء سمجھ لیا ہے۔

حضرت والاؒ پرلے درجہ کے منکسر المزاج تھے۔ مشہور آفاق ہونے کے باوجود بے حد تواضع سے پیش آتے تھے۔ آپؒ عالی ظرفی اور شرافت نفس کے بادشاہ تھے۔ ادب تمام حسنات و برکات کا چشمہ ہے۔ اسی لئے حضرتؒ اپنے اساتذہ، بزرگوں اور بڑوں کا انتہائی ادب فرماتے تھے۔ اور کسی کو ایک منٹ کے لئے بھی ناراض ہونے کا موقع نہ دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے،

دراصل طالب تحقیق کے لئے پہلے تقلید ہی ضروری ہے۔ اس کے بعد تقلید کی برکت سے تحقیق کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ ادب کے معاملہ میں آپ ہم مسلک اور مختلف المشرب لوگوں میں قطعاً کوئی امتیاز نہیں فرماتے۔ حضرت والاؒ کی تمام تر زندگی توکل علی اللہ کی مظہر رہی اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کا درس دیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا جائے۔

تقویٰ کے لئے صرف زہد و ورع ہی کافی نہیں بلکہ معاملات و معاشرت میں صحیح ہونا بھی ضروری ہے کہ دنیا کی دل میں قدر نہ ہو۔ اس سے دل کو خالی رکھا جائے اس لئے حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے،،

Marfat.com

دنیا کو آدمی جس قدر مختصر کرے ، اسی قدر راحت ہے ۔ جس کی نظر اللہ اور ماعنداللہ پر ہے اس کی نظر میں دنیا و مافیہا کچھ نہیں ۔ آپؒ تدبر کے بادشاہ تھے ۔ لطیف تدبیر فرمانا آپ پر بس تھا، آپؒ حد درجہ رعایت فرماتے تھے ، جس چیز کا جو درجہ ہوتا اسے وہیں رکھا جاتا، اعتقادی یا عملی یا اجتہادی وغیرہ خلاف تحقیق بات نظر آتی تو اس کو اسی درجہ پر رکھ کر منع فرماتے ، حدود سے تجاوز نہیں فرماتے تھے ۔

حضرت والاؒ ہر نماز کے بعد اور متعلقین و مریدین کے عرض کرنے پر یہ دعا مانگا کرتے تھے ۔

اللهم عافنا واعف عنا اللهم اعط كل خير لكل مسلم و مسلمة ۔ اللهم اعز الاسلام و المسلمين و اجعلنا منهم و اخذل الكفرة والمشركين

ولا تجعلنامنهم، اللهم اصلح امة محمد صلى الله عليه وآله وسلم ، اللهم انصرامة محمد صلى الله عليه وآله وسلم ۔ ارحم امة صلى الله عليه وآله وسلم

مسلمانوں کے قومی ، ملی ، ملکی زبوں حالات سن کر اس درجہ متاثر ہوتے کہ بے چین ہوجاتے تھے ۔ اور بار بار بے اختیار منہ سے ایسے پردرد دعائیہ جملے نکلتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کے کلیجے بھی منہ کو آجاتے تھے ۔

حضرت والاؒ طالبین و سالکین اور پریشان حال مریدین کی عین یاس کی حالت میں ایسی تسلی اور دلجوئی فرماتے تھے کہ آپؒ کی تحریر پڑھتے یا گفتگو سنتے ہی وہ اپنے اندر بھی حالات تسلی محسوس کرنے لگتے تھے اور ایسے مختصر مؤثر اور دل نشیں پیرایہ میں تسلی دیتے تھے کہ الجھی ہوئی طبیعت فوراً سلجھ جاتی تھی ۔

ایک صاحب نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا کہ حضرت کچھ سکون آپ کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے وہ آپؒ سے جدا ہونے کے بعد مکروہات دنیا میں پھنس کر غارت ہوجاتا ہے ۔ یہ کیفیت سن کر آپؒ نے تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ !!

" دھیان رہتا ہے کہ یہ احساس بھی غنیمت ہے اس دھیان اور احساس سے سکون قلبی

Marfat.com

نصیب ہو جائے گا"

رجوع الی الحق، یہ ایک ایسی صفت ہے جو بہت ہی کم لوگوں میں پائی جاتی ہے ورنہ عام طور پر خود رائی کے تحت لوگ قبول حق سے گریز کرتے ہیں۔ حضرت والاؒ اس معاملہ میں سب سے پیش پیش تھے۔

آجکل تو منت شناسی یا ادائے حق کا جذبہ سرے سے ہی ناپید نظر آتا ہے۔ مگر حضرت والاؒ اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے سارے کمالات کو حضور غوث الاعظمؒ کی طرف منسوب فرماتے تھے اور نہایت وثوق سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے۔ یہ سب حضور غوث الاعظمؒ کی نظر کرم ہے۔

آجکل زبانی ہمدردی کا تو عام چرچا ہے۔ مگر عملی ہمدردی کا جذبہ عنقا ہے۔ مگر حضرت والاؒ کے قول و فعل میں کبھی تضاد نہیں پایا گیا۔ آپ کے ہاں صرف زبانی ہمدردی کا دستور ہی نہ تھا بلکہ عملی ہمدردی میں پیش پیش رہتے تھے۔

اندروں و بیرون ممالک میں کئی خدمتِ خلق کے اداروں کے سرپرست و بانی تھے۔ جن کے ذریعے مستحقین کی مدد کی جاتی تھی۔

حضرت والاؒ کے ملفوظات و ارشادات اور فرمودات سے خوب خوب نکات ملتے تھے۔ بڑی بڑی بصیرتیں حاصل ہوتی تھیں بڑے بڑے علماء کو برسوں کے جمے ہوئے عقائد و خیالات پر بار بار نظر ثانی کرنی پڑتی تھی۔ بعض مسائل پر طبیعت پھڑک اٹھتی تھی۔ زبان سے بے اختیار داد اور دعا دونوں نکلتیں۔ دل کبھی کبھی انہیں محقق دوراں، غزالی زماں ٹھہراتا اور کبھی چپکے چپکے اللہ تعالیٰ سے آپ کی عمر و صحت میں برکت طلب کرنے لگتا۔ غرض عقیدت و عظمت کی ہر منزل دل میں گھر کیے ہوئے تھی۔ اس پر بھی طبیعت کی کجی کہیے یا فہم کی کمی یا بقول شاعر

ٹیڑھا لگا ہے فقط سر نوشت کا

بڑے بڑے لاینحل، پیچیدہ سوالات کے ایسے تسلی بخش جواب عنایت فرماتے تھے کہ

Marfat.com

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

آپ کی زبان سے مختلف فقہی مسائل کی توضیح و تشریح سننے کی سعادت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا۔ فقہا کی جماعت حمقاء کی نہیں۔ درحقیقت حکما کی جماعت ہوتی ہے۔ اور فقہ اٹکل پچو باتوں کا نام نہیں۔ قرآن و سنت کی حکیمانہ تشریح و استنباط کا نام ہے۔ فقہ اور فقہا کے خلاف تعصب رکھنے والے احمق ہیں اور حقیقت سے بے خبر ہیں انہیں کیا خبر کہ موتیوں کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الاولیاء پیر روشن ضمیر اور مشیر باتدبیر بھی تھے۔ حکیم و مصلح بھی تھے۔ آپؒ کے عزم و ارادہ اور اثبات واستقامت پر حوادث ارضی وسماوی کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ اور نہ ہی عمر کا تقاضا یا طبعی کمزوری مانع ہوتی تھی۔ فطری طور پر ہر صاحب غرض کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا کام جلد نکل آئے خواہ منت سے، خواہ رشوت سے، اور خواہ سفارش سے۔ سفارش کے لئے ارباب غرض گوشہ نشینوں تک کو بھی آرام و اطمینان سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ حضرت والاؒ بھی اس خدمت سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ آپ کو بھی گاہے گاہے اس کام کے لئے مجبور کر ہی دیا جاتا تھا۔ مگر اس معاملہ میں آپؒ انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اول تو ناجائز سفارش کبھی نہیں فرماتے تھے۔ جائز اور حق معاملات میں بھی سفارش اس انداز سے فرماتے تھے کہ جس سے سفارش فرمائی ہے اس کی طبیعت پر بار نہ پڑے۔ اور فرائض منصبی کی انجام دہی میں مداخلت نہ ہو۔

آپؒ طبعاً اس بات کے عادی تھے کہ آپ کی وجہ سے کسی پر گرانی نہ ہو۔ نہ خیالی۔ نہ اقعی۔ نہ قولی نہ فعلی۔ اس بات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ دور دراز کے سفر سے یارت کے لئے حاضر ہوتے۔ ملاقات کا وقت ختم ہوجاتا آپ خادم کے ذریعے معلوم ماتے کہ کوئی صاحب ملنے والا رہ تو نہیں گیا۔ اگر کوئی رہ گیا ہوتا تو اسے بلوا کر ملتے اور س کی تسلی و تشفی کا سامان فرماتے۔

Marfat.com

آوارگی کا سنگ بنیاد زیادہ تر بچپن میں ہی پڑتا ہے جبکہ بچوں کو عام میل ملاپ اور کھل کھیلنے کے پورے مواقع حاصل ہوتے ہیں ۔ آپ کو بچپن سے طبعاً اس چیز سے نفرت تھی ۔ آپؒ کو تہجد کی عادت لڑکپن میں ہی پڑگئی تھی ۔ ابھی آپ دس بارہ سال کے تھے کہ تہجد پڑھنی شروع کردی ۔ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے محبت پیدا کردی ۔ آپ نہ صرف بزرگوں یا اپنوں کی نظر میں محبوب و مقبول تھے بلکہ غیر بھی آپ کی عزت کرتے تھے ۔ چنانچہ آپ خود فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچپن سے ہی جہاں کہیں رہا ۔ اعزہ و اقرباء اپنے بیگانے سب کا ہی محبوب رہا ۔ گویا آپ بچپن میں ہی سیجعل لھم الرحمن ودا کا مظہر تھے" ۔

آپ بچپن ہی سے لطیف مزاج تھے ۔ اسی لطیف المزاجی کا اثر تھا کہ عام لڑکوں سے میل ملاپ نہ رکھتے تھے ۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

کا آپ مظہر کامل تھے ۔ آپؒ نے بچپن اور لڑکپن اخلاق و تقویٰ سے گزارا ۔ آپ کا تعلیمی دور قرآن حکیم سے شروع ہوا ۔ آپؒ نے مکمل باقاعدہ درس نظامی پڑھا ۔

حضرت والاؒ بھی دنیا کے ان عظیم المرتبت انسانوں میں سے تھے ۔ جن کی عظمت و جلالت محنت شاقہ کا نتیجہ تھی ۔ بلکہ خدا داد تھی ۔ چنانچہ حضرت والاؒ خود فرمایا کرتے تھے ۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے محنت سے کہیں زیادہ عطا فرمایا ۔ اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب و محبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا ۔ یہ انہی آثار عظمت کا نتیجہ تھا کہ آپؒ پر اساتذہ کی خصوصی توجہ تھی ۔ بلکہ آپؒ کے زمانہ طالبعلمی کے حالات و عادات ہی اساتذہ کو خود بخود آپ پر توجہ خاص رکھنے کے لئے مجبور کرتے تھے اور وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہزاروں میں کوئی تو ان کی جگہ لینے کو تیار ہو رہا ہے ۔

دنیا میں وقت سے زیادہ قیمتی اور کوئی چیز نہیں وقت ایک ایسی نعمت غیر

Marfat.com

وہ ہے جو گزر جانے کے بعد دنیا جہان کی ساری دولتیں صرف کر دینے کے باوجود بھی ہاتھ نہیں آسکتا۔ اور جو اس کی قدر کرتا ہے وہی دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حضرت والاؒ نے طالبعلمی کے زمانہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کرنا گناہ سمجھا۔ آپ ہر وقت اپنی پڑھائی میں مصروف رہتے تھے۔

اگر کسی وقت فرصت ملتی تو اپنے بزرگوں کی خدمت میں جا بیٹھتے۔ حضور غوث اعظمؒ کے مزار پرانوار کی حاضری روزانہ کا معمول تھی۔ سکولوں اور کالجوں میں عام طور پر خصوصی اور تفریحی پارٹیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن میں طلباء ذرا آزادی کے ساتھ کھل کھیلتے ہیں اور اس وقت کو انتہائی خوش طبعی کے ساتھ گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر حضرت والاؒ ایسے مواقع پر حتی الوسع خود کو بچا کر رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؒ کو یکسوئی کی بھی عادت تھی۔ جو طالب علمانہ زندگی کے لئے از حد ضروری ہے۔ ورنہ انتشار کی وجہ سے پڑھائی اطمینان کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ غرضیکہ جس طرح آپ بچپن میں خانہ نشین رہے۔ اسی طرح طالبعلمی کے زمانہ میں بھی گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے رہے۔ جو انسان کو بری صحبتوں سے بچاتی ہے۔ یہ اسی گوشہ نشینی کی برکت تھی کہ آپ تحصیل علوم میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ کے تحصیل علم کے شوق کا صرف اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ نے جو کتابیں نہیں پڑھی ہوتی تھیں انہیں خود پڑھتے اور مطالب بیان کرتے تھے اور اس سے آپؒ کے اساتذہ آپؒ پر بے حد مہربان تھے۔ آپ کے اس غیر معمولی ذوق و شوق کی وجہ سے اساتذہ آپ کا خاص طور پر لحاظ کرتے بلکہ ناز برداری بھی کرتے۔

حصول علم کے شوق نے جہاں آپؒ کو اپنے دوسرے ہم سبقوں میں سب سے زیادہ ممتاز کر دیا تھا۔ وہاں آپ کو ذہین و ذکی بھی بنا دیا تھا۔ جس کا آپؒ کے اساتذہ کو بھی اعتراف تھا۔ آپؒ کے غیر معمولی حافظہ نے آپؒ میں قوت اخذ پیدا کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ اپنے اساتذہ کاملین سے بدرجہ اتم کمالات اخذ کر لیتے تھے اور ایک

Marfat.com

اجنبی کے لئے استاد اور شاگرد میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ اس لئے آپ اپنے اساتذہ کے مظہر اتم بھی تھے اور کیوں نہ ہوتے جبکہ اساتذہ عظام بھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے دیئے تھے جو اپنے وقت کے غزالی اور رازی اور رومی تھے۔ آپ کے اساتذہ چونکہ ظاہری و باطنی کمالات کے بھی جامع تھے اس لئے ان کی توجہات سے طالبعلمی کے زمانہ میں آپ میں ذوق تصوف پیدا ہو گیا تھا۔ آپ نے ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ باطنی تعلیم کے لئے کتب تصوف کا بھی مطالعہ اسی زمانہ میں شروع کر دیا تھا اور طریق تصوف میں غایت شغف رکھنے لگے تھے جسے اس زمانہ کے جنید و شبلی ایسے [illegible] اساتذہ نے اپنے نور فراست سے تاڑ لیا۔ آپ بچپن سے حضور غوث اعظم کی محبت میں فنا ہو گئے تھے۔ آپ صرف مبلغ ہی نہ تھے بلکہ اسی طالبعلمی کے زمانہ میں مفتی بھی تھے۔ کیونکہ آپ کی معمولی ذکاوت و ذہانت اور علم و تقویٰ کے پیش نظر آپ کے اساتذہ فتویٰ نویسی کا کام بھی طالبعلمی کے زمانہ میں آپ سے لیتے تھے۔ آپ بڑے بڑے الجھے ہوئے اور طویل طویل سوالات کے جوابات نہایت سہولت اور جامعیت کے ساتھ چند الفاظ میں تحریر فرما دیتے تھے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطرتاً ایسی غیر معمولی صلاحیتیں بخشی تھیں جو خود بخود آپ کی تربیت کر رہی تھیں۔ اور ایسا نور فراست عطا کیا تھا جو بچپن ہی سے آپ کو صراط مستقیم دکھا رہا تھا۔ اس لئے بچپن سے لے کر فارغ التحصیل ہونے تک کسی کو آپ کی تربیت خاص کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی پیدا نہیں ہوئی چونکہ ہر کام خود بخود ٹھیک ہو رہا تھا اس لئے کبھی زجر [illegible] بلکہ ترغیب کی نوبت نہ آئی۔ ورنہ اتنی خوبیاں ایک شخص میں [illegible] اتفاق نہیں ہوتا کہ وہ طالبعلمی کے زمانہ میں ہی معلم بھی ہو، مبلغ بھی [illegible] بھی ہو، معقول بھی ہو، منقول بھی ہو [illegible] منفرد بھی ہو۔

Marfat.com

حضرت والاؒ طلبہ کو اپنے تجربہ کی بناء پر ہدایت و تلقین فرماتے تھے کہ وہ درسیات میں استعداد پیدا کرنے کے لئے پانچ باتوں کا التزام کرلیں پھر استعداد علمی حاصل ہوجائے گی

۱۔ جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کرلیا جائے اور مطالعہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہوجائیں۔

۲۔ سبق استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھا جائے بلا سوچے سمجھے آگے نہ بڑھا جائے

۳۔ اس کے بعد ایک بار خود بھی مطلب کی تقریر ضرور کی جائے۔

۴۔ متن سمجھنے کے ساتھ عبارت خوب پڑھی جائے ترکیب دقت نظر سے حل کی جائے۔

۵۔ اعتراض اور ایراد میں اپنی طرف سے بھی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ استدلال اور استنباط کا ملکہ پیدا ہوجائے۔

اسی طرح اساتذہ کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ بغیر مطالعہ اور تیاری کے سبق پڑھانا اپنے منصب کی توہین ہے اور طلبہ پر اور فن و کتب پر زیادتی کے مترادف ہے۔
حضرت والاؒ کی خدمت میں کوئی طالبعلم حاضر ہوتا تو آپ اس سے تفصیلاً دریافت فرماتے آزمائش و امتحان کے لئے نہیں بلکہ اپنے ذوق اوز طلباء کی علم سے مناسبت کو دریافت کے لئے آپ فرماتے تھے !!

کیا پڑھتا ہے ؟ کہاں پڑھتا ہے ؟ صرف و نحو میں کونسی کتابیں پڑھی ہیں ؟ منطق اور فلسفہ اور حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام میں کونسی کتب پڑھی ہیں ؟ کس فن اور علم سے زیادہ لگاؤ ہے ؟

حضرت والاؒ طالبعلم کی نفسیات سے بخوبی واقف تھے کہ طلبہ جھجک جاتے ہیں اور شرماتے ہیں اور ساتھ پاس ادب ملحوظ رکھتے ہوئے خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے ! کہ یہاں آپ کا امتحان نہیں لیا جارہا بلکہ آپؒ کے ذوق و شوق کو

Marfat.com

بڑھانے کے لئے ہے۔ پھر آپ اپنے زمانہ طالب علمی کے واقعات اور اساتذہ کے حالات بتایا کرتے تھے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ اگر کوئی عالم حاضر خدمت ہوتا تو آپ اس کی مصروفیات کے متعلق دریافت فرماتے تھے اگر وہ کسی مدرسہ اور جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کا عرض کرتا تو آپ بہت مسرور ہوتے اور علماء کی خدمات کا تذکرہ فرماتے اور علماء اور علم کے فضائل بیان فرماتے

اسی طرح مدرس سے بھی اس کے متعلقہ فن کے متعلق پوچھتے کہ کتنی دیر مطالعہ کرتے ہو؟ کونسی شروح اور معاون کتب سے استفادہ کرتے ہو اور آپ اس طرح معلومات کا انبار لگا دیتے تھے۔

حضرت والا پنجاب کے لوگوں کی جہاں شکایات فرماتے تھے کہ یہ لوگ عقیدت میں بہت تنگ کرتے ہیں اور کئی غلط رسومات بجالاتے ہیں وہ ان کی محبت اور ادب و احترام کا بھی اعتراف فرماتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ ایسی محبت اور تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا کہ میں اپنے وطن عراق (بغداد) کو بھی بھول گیا اور جتنا جی یہاں لگتا ہے کسی اور جگہ نہیں لگتا۔

آپ کو بچپن سے ہی اہل اللہ سے بڑی محبت و عقیدت تھی۔ بزرگوں کے تذکرے بڑی دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ آپ مجلس میں اکثر و بیشتر بڑے جوش و خروش سے بزرگوں کے تذکرے سنایا کرتے تھے جو سننے والوں کے دلوں میں صوفیاء اولیاء اور علماء کی محبت پیدا کر دیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

ان بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے یہ حضرات عشاق تھے ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو۔ اولیاء اللہ سے والہانہ محبت [illegible] آپ سے محبت و شفقت کرنے لگے جس [illegible]

★ حضرت والاؒ حضور غوث اعظمؒ کے مزار کے سامنے پوری رات کھڑے ہوکر مصروف عبادت رہتے تھے جب یاغوث باآواز بلند فرماتے تو دربار عالیہ کانپ جاتی۔

★ امام ابوحنیفہؒ کے مزار عالیہ پر باقاعدہ حاضری معمول تھی یہی وجہ ہے کہ آپؒ ان کی فقاہت سے بہت متاثر تھے۔ جس کا اکثر تذکرہ فرماتے رہتے تھے۔

★ عراق، شام، کربلا و دیگر کئی اور شہروں میں موجود، انبیاء کرامؑ اور ائمہ اہلبیت اور صحابہ و اولیاء کے مزارات عالیہ پر وقتاً فوقتاً حاضری دیتے اور علم و عرفان کی دولت سمیٹتے تھے۔

حضرت والاؒ مسلکاً اہلسنت و جماعت اور مذہباً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ مگر تمام مکاتب و سلاسل کے بزرگوں میں مقبول تھے وہ آپؒ کی زیارت کرنا اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔

فریضہ تبلیغ یہ اتنا اہم فریضہ ہے کہ اس کے لئے انبیاء کرام کی جماعت بھیجنی پڑی۔ ان کی آمد کا سلسلہ بند ہونے کے بعد یہ کام اولیاء و علمائے حق کے سپرد ہوا۔ جو ورثۃ الانبیاء، سنت اللہ یوں جاری رہی کہ وہ جس کو کسی کام کے لئے مامور کر کے بھیجتا ہے اس کے اندر بدوں فطرت سے ایسی صفات پیدا کر دیتا ہے جن کی مدد سے وہ یہ کام بآسانی اور سہولت انجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضرت قدوۃ الاولیاء کو اس منصب جلیل پر فائز فرمانا تھا۔ اس لئے آپؒ کو دعوت و تبلیغ کی بدرجہ کمال صلاحیت عطا ہوئی۔ حضرت والاؒ داعی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:۔

علماء کرام وارثان نبوت ہونے کے ناطے داعی کا مقام رکھتے ہیں اس لئے انہیں ہر فرد کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ دلسوزی، دردمندی، اور خیر خواہی کے جذبات سے معمور اور تلخ کلامی اور سخت بیانی اور خشونت و کرختگی سے انتہائی دور اور نفور ہونا چاہیئے کیونکہ داعی اپنی منزل گلستاں سے ہوکر نہیں کانٹوں اور پتھروں سے گزر کر حاصل کرتا ہے۔ دار ارقم، صحن حرم، شعب ابی طالب، اور طائف یہ داعی کی منزل کے

Marfat.com

سنگ ہائے میل ہیں۔ داعی کسی چٹان سے سر نہیں پھوڑتا جوئے رواں کی طرح اپنا رخ موڑتا اور راستہ بناتا ہے۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ

جدال سے حسن مقال بہرحال متاثر ہوتا ہے اور مباحثے سے مغالطے اثنا زور پکڑ جاتے ہیں کہیں مناظرہ ناگزیر ہو بھی تو "قول احسن" اور "قول لین" کا سہارا لینا چاہیئے۔ چیلنج، تحدی، فتویٰ، الزام، دوسرے کی تذلیل اور اس کی آرزو شکست سے ہدایت اور قبولیت کی راہ مسدود نہیں تو محدود ضرور ہوجاتی ہے۔"

حضرت والاؒ کی ذات والا صفات داعی کے اوصاف کا نمونہ تھی اور مظہر کامل تھی آپ کسی آیت یا حدیث کی تشریح فرماتے تو اس کے ذیل میں مناسب موقعہ ضروری مضامین بیان فرماتے جاتے جو فصیح و بلیغ پر مغز اور متین الفاظ کا مرقع ہوتے تھے ہر بات حقائق و معارف کا مجموعہ ہوتی۔ جس پر تصوف کا رنگ غالب ہوتا۔ آپ کی باتیں بے ربط نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ تسلسل اور تواتر سے مضامین بیان فرماتے۔ غیر ضروری مضامین یا اشعار یا مقفیٰ مسجع عبارت سنا سنا کر دفع الوقتی کے لئے سامعین کی سمع خراشی نہ فرماتے بلکہ آمد مضامین کا یہ عالم ہوتا کہ وقت مجلس ختم ہوجاتا اور وہ باقی رہ جاتے۔ چنانچہ ایک صاحب جو حضرت والاؒ کے فرمودات و ارشادات قلمبند کرلیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ

"بندہ نے خود ایک آیت کا بیان کم از کم پچاس بار سنا۔ کبھی مضامین مکرر نہیں ہوئے"

ترغیب و ترہیب کے لئے برموقع حکایات و تمثیلات بھی بیان فرماتے تھے اور ان سے ایسے نتائج و نصائح مستنبط فرماتے تھے کہ مجمع کبھی [illegible] اسی طرح عربی اور فارسی کے اشعار بھی ایسے برمحل پڑھتے کہ [illegible] پھڑک اٹھتے۔ ان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو [illegible] دل اچک لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ [illegible]

Marfat.com

کبھی کوئی شعر بطرزِ موسیقی نہیں پڑھا اگر کوئی شعر بر محل یاد آجاتا تو بے ساختگی کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں پڑھ دیتے۔

چونکہ آپ کی ہر بات

ادع الی سبیل ربک باالحکمۃ

کا مظہر ہوتی۔ جس میں نہایت حکیمانہ انداز، قوی دلائل، اور پختہ براہین کی روشنی میں بہترین مضامین ہوتے۔ اسلئے عوام و خواص وجد میں آجاتے۔ مجمع پر ایسا محویت کا عالم طاری رہتا کہ "کان علی رؤسھم الطیر" کی یاد تازہ ہوجاتی۔ اچھے اچھے فلسفیوں کے فلسفے ماند پڑجاتے اور وہ حضرت والاؒ کے بیان کردہ معارف کے سامنے اپنے علمی حقائق کو حقیر سمجھنے لگتے۔ پتھر دل موم ہوجاتے، مردہ دلوں میں جان پڑجاتی، مایوس پر امید ہوجاتے، خشک اور پژمردہ چہرے ہشاش بشاش نظر آنے لگتے۔ مختلف المشرب آپ کو ہم مشرب سمجھنے لگتے، خبطی الجھنے کی بجائے سلجھنے پر مجبور ہوجاتے۔ اختلافی مسائل پر حضرت والاؒ جب بھی گفتگو فرماتے تو آپ مختلف الخیال اور مختلف المشرب حضرات کے مریدوں یا تعلقداروں کو ان سے برگشتہ کرنے کی قطعاً کوشش نہ کرتے بلکہ ایسے احسن طریق سے بات فرماتے کہ وہ تلخ و ترش باتیں سن کر بھی یہی سمجھتے کہ ہماری تائید اور تصدیق و توثیق ہورہی ہے۔

حضرت والاؒ بھڑکیلے مزاج اور غصیلے انداز اور کٹیلے بیان کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت والاؒ فتویٰ بازی سے سخت پرہیز فرماتے تھے۔ اخبارات میں جب فتوے شائع ہوتے تو آپ فرمایا کرتے کہ:۔

ڈرامے کے کسی سین پر فتویٰ، اخباری بیان پر فتویٰ، کسی مظاہرے پر فتویٰ، کسی فرعی نوعیت کے مسئلے پر فتویٰ، کسی پارٹی کو ووٹ دینے پر فتویٰ، اس طرز عمل سے فوائد کم نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے کہ باطل کی گرفت کی جائے لیکن حکیمانہ انداز سے تاکہ اصلاح ہو۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ آپ بریلوی حضرات کے دلوں کے دیوبندیوں کے خلاف اور دیوبندیوں کے بریلویوں کے خلاف مقلدین کے غیر مقلدین کے خلاف اور اہلحدیث کے [illegible] کے خلاف اور اسی طرح شیعہ کے سنیوں کے خلاف اور اہل سنت کے اہل تشیع کے خلاف، فتویٰ بازی کو درست نہیں سمجھتے تھے۔

آپؒ فرماتے تھے کہ :- ہر دور کے اپنے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں علماء کو اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ علماء کو دینی حوالے سے معاشرے اور عصری ماحول پر نظر ڈالتے ہوئے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ اس وقت کرنے والا کام کونسا ہے؟ صلاحیتوں کا خراج کونسا میدان مانگ رہا ہے؟ اور لوگ کس موڑ پر کھڑے رہنمائی کے طالب نظر آتے ہیں؟

حضرت والاؒ کی روحانی تربیت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اس حقیقت سے باخبر ہوئے اور انہوں نے دعوت دین کا بیڑا اٹھایا۔

اس وقت پوری دنیا مغربی تہذیب کی چکا چوند لئے چندھائی ہوئی ہے۔ مادیت کے طلسم میں گرفتار ہے۔ بے یقینی و مایوسی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ آخرت کا جواب دہی کا تصور دھندلا کر رہ گیا ہے۔ مذہب کا وجود لوگوں کے لئے بازگراں بن رہا ہے۔ نظام سیاست خدا اور رسول کے باغیوں، نافرمانوں کے ہاتھ یرغمال بن چکا ہے۔ سیاست حصول منفعت اور حصول اقتدار کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ معیشت کا ایک ایک ریشہ و جوڑ سود اور استحصالی کے نظام میں الجھا ہوا ہے۔ بنیادی انسانی اخلاقی اقدار قصہ پارینہ بن رہے ہیں۔ فساد بر و بحر کے ہر کنارے تک پھیل چکا ہے۔ حالات اگر یہ ہوں اور حقائق اس قدر [illegible] تو ہر مصلح، خطیب اور عالم دین کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچنا چاہیئے [illegible] اور دست و گریباں ہونے کا؟

Marfat.com

بہرحال حضرت والاؒ انہی حالات کی بنا پر فرمایا کرتے تھے :۔

اس وقت نور و بشر کے مسائل میں الجھنے اور اس پر کتابیں لکھنے اور مناظروں کا میدان سجانے کی ضرورت نہیں ، رفع الیدین اور امین بالجہر ثابت کرنے کے لئے لٹریچر کی بھرمار کرنے میں افادیت نہیں ہے ۔ علم اور تعزیہ پر فساد برپا کرنے کا یہ وقت متحمل نہیں ۔ جبکہ اس وقت مسئلہ یہ درپیش ہے کہ لوگ ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت لینے کے بجائے دوسرے سرچشموں اور نفس کے وسوسوں سے رہنمائی حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح حضرت والاؒ فقہی جزئیات میں بے پناہ دلچسپی اور شغف ، اور فروعات کو اساسیات کی جگہ رکھنے والوں کے متعلق بھی فرمایا کرتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے فقہی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف طوفان نہیں کھڑا کرنا چاہیئے ۔

حضرت والاؒ نے ضرورت کے موقعوں پر بڑے بڑے معرکۃ الآرا مباحث اور مختلف فیہ مسائل پر گفتگو اس خوبی کے ساتھ فرماتے کہ نہ اظہار و احقاق حق میں کچھ تامل فرمایا نہ تردید ابطال باطل میں کوئی کسر اٹھا رکھی ۔ نہ کسی کی دل آزاری کی نہ تہذیب کو ہاتھ سے جانے دیا ۔

چنانچہ اکثر دیکھا گیا کہ آپ نے نو تعلیم یافتہ اور روشن خیالوں کو ایسے دل آویز عنوان سے کھری کھری باتیں سنائیں وہ ناراض ہونے کے بجائے خوش ہوتے رہے اور اچھا اثر قبول کرتے رہے ۔ مناسب موقع پر گفتگو کرنے میں تو حضرت والاؒ کو کمال حاصل تھا ۔ بسا اوقات مختلف الخیال لوگ محض دیکھنے کے لئے جاتے کہ آپ کیسے ہیں ؟ کیا کرتے ہیں ؟ کس طبع اور مزاج کے ہیں ؟ وغیرہ وغیرہ ۔

مگر کمال تھا کہ آپ آنے والوں کی ایسی تسلی فرماتے کہ وہ متحیر ہونے کے بجائے مسرور ہو کر جاتے ۔ ان کی سب منصوبہ بندیاں جواب دے جاتیں ۔ بس یہی تو مصلح و مجدد کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنی بصیرت و فراست و مومنانہ سے لوگوں کی فطرت معلوم کر کے ان

Marfat.com

کی عادت نہیں بدلتا، ہیئت بدل دیتا ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی پیغمبر یا ولی نہیں گزرا جسے احکام الٰہی سنانے کے عوض مخالفین کے سب و شتم کا نشانہ نہ بننا پڑا ہو۔ حضرت والاؒ بھی اس قاعدہ اور کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ جب آپ بلا خوف لومۃ لائم گستاخیوں اور بے ادبیوں اور رد بدعات فرماتے تو مخالفین کے سینوں پر سانپ لوٹ لوٹ جاتے۔ مگر آپؒ کے خداداد رعب کی بدولت کسی کو لب کشائی کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔ طرح طرح کی بجھارتیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے لیکن سب ناکام اور دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ بڑے بڑے مخالفین دم بخود رہ جاتے تھے۔ مختلف مقامات پر جانا ہوا اور مختلف الخیال لوگوں سے سابقہ پڑتا، کہیں اپنے مسلک اور مشرب کو چھپایا نہیں اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ عزت اور آرام کے ساتھ رکھا۔

حضرت والاؒ نے چونکہ تبلیغ دین کو مقصود حیات بنالیا تھا اسلئے اس غرض کے لئے آپ نے دسیوں ممالک کے دورے کیے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ ہزاروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ حضرت والاؒ ہمیشہ اسلامی مدارس کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہتے کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور کیا جائے کیونکہ تعلیم و تعلم کا اصل مقصد ہی تبلیغ ہے۔ جو حضرات انبیاء کرامؑ کا فرض منصبی تھا۔ چنانچہ آستانہ عالیہ پر گیارہویں شریف کے موقع پر مختلف علماء کی تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ حضور غوث اعظمؒ کے فضائل و مناقب اور کرامات کے ساتھ ان کی تعلیمات بیان کی جاتی تھیں جن میں تربیت کا پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ غرضیکہ حضرت والاؒ کی ساری زندگی تبلیغ دین میں صرف ہوئی۔ حضرت والاؒ کی ذات بابرکات سے جو کچھ امت کو فائدہ پہنچا ہے محتاج بیان نہیں۔ حضرت والاؒ کے فیوض و برکات میں سے تحریک منہاج القرآن اور اس کے محرک علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب بھی [illegible] کے علوم و معارف اور فیضان کا منہ بولتا ثبوت ہے

اسی طرح آپ کے فرمودات و ارشادات [illegible]

Marfat.com

مارتا سمندر ہیں ۔ جتنی خوبیاں کسی کام میں ظاہری و باطنی ہوسکتی ہیں من کل الوجوہ حضرت والاؒ کے ملفوظات میں موجود ہوتی ہیں ۔ حضرت والاؒ کے سامعین و مخاطبین میں علماء صلحاء، دانشور، مفکر، سیاستدان اور طلباء عوام سب قسم کے لوگ ہوتے تھے اور اپنے اپنے مذاق کے موافق حظ اٹھاتے تھے مثلاً

۱۔ علماء علوم و معارف اور حقائق و دقائق دیکھ کر عش عش کرتے تھے لاینحل مسائل کا حل پاکر شاد ہوتے ۔

۲۔ سالکین اپنے اپنے امراض باطنی کا حل پاکر شفایاب ہوتے ۔

۳۔ عوام اپنے کام کی باتیں سن کر الگ محظوظ و مسرور ہوتے اور اپنی اصلاح کا سامان کرتے ۔

۴۔ روشن خیال لوگ اپنے خیالات فاسدہ کی تردید سن کر اوہام باطلہ اور افکار فاسدہ سے تائب ہوتے ۔

۵۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کے مطالب ومفاہیم اور عجیب و غریب نکات و لطائف معرض ظہور میں آتے جن سے مفسرین و محدثین اکتساب کرتے ۔

۶۔ علوم ظاہری اور باطنی اور مسائل فقیہہ کو بھی عجیب انداز سے ارشاد فرماتے کہ جن سے مفتیان استفادہ کرکے مسائل کی گتھیاں سلجھاتے ۔

۷۔ جہلا اور نام نہاد صوفیوں کی اغلاط کو بھی بیان فرمایا تاکہ وہ اصلاح کرسکیں اور عوام رہ پاکر ان کے جال سے نجات پائیں ۔

۸۔ ملحدین، منکرین کے اعتراضات کے ایسے جواب دیتے کہ دونوں جہاں روشن ہوجاتے ۔

۹۔ بدعات و خرافات کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ مسالک کے درمیان غلط فہمیوں اور افواہوں، الزام تراشیوں، اتہامات، بہتانات کا سدباب و خاتمہ ہوجاتا ۔

۱۰۔ اتحاد واتفاق کے لیے قواعد وضوابط بیان فرمائے کہ الجھنیں کافور

Marfat.com

ہو گئیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت میں علماء، فضلاء، حکماء، اصحاب، شعراء، وکلاء، رؤساء، زعماء، غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگ حاضر ہو کر اکتساب کرتے تھے۔ اپنے تو خیر غیر بھی بہت متاثر ہو کر جاتے تھے۔

حضرت والاؒ مجسمہ اخلاص تھے اس لئے جو کچھ بھی فرماتے خلوص سے فرمایا کرتے تاکہ سامعین متاثر و مستفیض ہو سکیں کیونکہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

آپؒ حساس اس قدر تھے کہ جو کوئی بھی تھوڑی بہت خدمت کرتا اسے ضرور کسی نہ کسی صورت میں فیض پہنچاتے۔ حضرت والاؒ کی گفتگوؤں میں ترغیب کا پہلو ہمیشہ نمایاں ہوتا تھا کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"ترغیب سے زیادہ نفع ہوتا ہے شوق دلانے والے مضامین بیان کرنے چاہئیں"

آپ ترہیب کے مضامین زیادہ بیان نہیں فرماتے تھے۔ اسی فیضان کا نتیجہ ہے کہ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب بھی اسی کا نمونہ کامل ہیں۔ ترغیب کو ترہیب پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہر علاقہ میں ملنے جلنے، کھانے پینے اور تعظیم و تکریم کی مختلف رسوم رائج ہوتی ہیں۔ حضرت والاؒ اپنے سفر کے دوران میں جہاں جہاں بھی ایسی رسوم کو دیکھتے تو حکیمانہ انداز میں ان کے انسداد و استیصال کی طرف فوری توجہ فرماتے۔ اس تہذیب و تدبیر سے ان رسومات کے عادی لوگ سمجھ جاتے اور وہ فوراً حضرت والاؒ کے فرمان سے متاثر ہو کر انہیں ترک کر دیتے۔ جب لاہور تشریف آوری ہوتی تو حضرت والاؒ حضور داتا علی ہجویریؒ کے مزار عالیہ پر ضرور حاضری [illegible]

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ

"حضرت داتا علی ہجویری کامل [illegible] سلطنت کر رہے ہیں ان کا فیضان جاری [illegible]

Marfat.com

اور پکار رہے ہیں۔ ہمیں ان سے قلبی لگاؤ ہے۔ ہم یہاں نہ آئے تو سکون نہیں آتا۔"

حضرت والاؒ جہاں جس کمرے میں قیام فرماتے بلا مبالغہ کئی ماہ اس کے در و دیوار سے انوار محسوس ہوتے تھے۔ اس کے شواہد کئی احباب نے بیان کیے ہیں۔

حضرت والاؒ جہاں بھی تشریف لے جاتے مشتاقان زیارت کا ہر جگہ ایک انبوہ عظیم جمع ہوجاتا۔ یہاں تک کہ حضرت والاؒ کے استقبال اور رخصت کے وقت اسٹیشنوں اور ایئرپورٹ پر اتنا ہجوم ہوجاتا کہ مسافروں کو چلنا دشوار ہوجاتا۔ پھر ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ مصافحہ تو ضرور کرلوں، ان کی سہولت کے لئے آپؒ دونوں ہاتھ جدا جدا دونوں طرف بڑھا دیتے۔ اور لوگ مصافحہ کرتے، دست بوسی کرتے، اور حضرت والاؒ سب پر نظر توجہ دوڑاتے رہتے۔ جب تک گاڑی تیز نہ ہوجاتی یہ سلسلہ جاری رہتا۔

آپؒ کسی کو قدم بوسی نہیں کرنے دیتے تھے۔ سخت منع فرماتے، البتہ حضرت قائد محترم مدظلہ کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔ یہ ایک عجیب منظر ہوتا تھا جب اپنے عہد کی تاریخ ساز شخصیت حضرت والاؒ کے قدموں پر گری پڑی ہوتی اور چوم رہی ہوتی اور رو رہی ہوتی۔

یہ منظر دیدنی ہوتا تھا کہ مرید کا اپنے شیخ سے کیا تعلق ہے؟ اور پھر حضرت قدوۃ الاولیاء نامعلوم کن مصالح و حکمتوں کی بناء پر حضرت قائد محترم کو ایسا کرنے دیتے تھے؟ میرا وجدان کہتا ہے کہ ایک محقق، اور نامور مفکر، نابغہ روزگار شخصیت کے لئے یہ ایک تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا سامان ہورہا ہوتا تھا۔ اور دنیا کو بتایا جارہا ہوتا تھا کہ پیر کامل سے نسبت کے بغیر نافع علم مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ یہ حصول فیضان کا وقت ہوتا تھا کہ جب دنیائے کفر کو للکارنے والا اسلام کا بے باک ترجمان مجاہد سراپا عجز و انکسار شیخ کے قدموں پر گرا پڑا ہوتا اور پکار پکار کر عرض کررہا ہوتا کہ حضرت آپؒ ہماری عزت و آبرو ہیں۔ آپ ہمارا مستقبل ہیں، یہ سب آپ کا فیضان ہے۔

کیا احقر عرض کرنے کا یہ حق رکھتا ہے کہ اس وقت حضرت والاؒ کس طرح شفقت و

Marfat.com

عنایت سے فرمایا کرتے ہوں گے! کیا یہ نہیں فرمایا کرتے تھے؟ کہ طاہر ہمارا بیٹا ہے ہم اس پر خوش ہیں۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ

حضرت والا کے اپنے مرید مخلص حضرت قائد محترم پر بڑھتی ہوئی شفقت، عنایت اور توجہ کے واقعات کا احقر خود چشم دید گواہ ہے غرضیکہ شیخ و مرید کے تعلقات بوجہ غایت مناسبت اس مقام پر نظر آتے ہیں۔

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگر تو دیگری

اور اس کیفیت کے مظہر کامل ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی آخری آرام گاہ ادارہ کو بنایا۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ ایک روحانی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کہ تحریک کی سرپرستی جس طرح ظاہری حیات میں فرماتے رہے اسی طرح اب بھی فرما رہے ہیں۔ اپنے مریدین، متعلقین کو وہی نصیحت فرما رہے ہیں جو آپ نے ۱۹۸۸ء خط کے ذریعے فرمائی تھی۔ جس کی زیارت ماہنامہ منہاج القرآن میں کی جا سکتی ہے۔ یہ اشارہ روحانی، اور تعلق و مناسبت مجھ احقر کے لئے باعث وصال بنا اور بے اختیار یہ زبان پر آگیا۔

کہیں نہ دیکھا، کہیں نہ پایا، جمال ایسا، کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ، جمال ایسا، کمال ایسا

Marfat.com

حضرت قدوۃ الاولیاء ــــــ پرکیف یادیں

Marfat.com

کہنے کو میرے مصلح و شیخ و مرشد ہیں مگر آپ کے احسانات احقر پر اس قدر زیادہ ، اتنے پے در پے ہیں کہ گردن آپ کے احسانات سے خم ہے اور قلم آپ کی نگارش سے عاجز۔

اگر بات صرف کسی بزرگ ، کسی مفتی ، کسی بے پایاں شفقت رکھنے والے مربی پر لکھنا ہوتا تو شاید اتنا مشکل نہ ہوتا ، مگر بغیر کسی ادنیٰ مبالغہ کے میں یہ بات کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں کہ آپ کی ذات میں عظمت و تقدس کے وہ تمام اوصاف اس نزاکت کے ساتھ جمع ہو گئے تھے کہ ان اوصاف میں سے اگر کسی وصف کو علیحدہ ذکر کرنے کی کوشش کریں تو آپ کی ذات سے انصاف ممکن نہ ہوگا۔

اتنی جامع اور ہمہ گیر اوصاف اس نزاکت اور حسن جمال کے ساتھ ، اللہ تعالیٰ محض اپنے خاص بندوں میں ہی جمع فرماتے ہیں۔

میرے دل و دماغ کی گہرائیوں میں اپنی محبت کا بیج بویا، مجھے اپنا گرویدہ کیا، آپ کی شفقت ، سوز و گداز اور محبت سے بھرپور وہ طرز معاملہ تھا جو ابتداء ہی سے آپ نے میرے ساتھ روا رکھا تھا۔ آپ کی سراپا شفقت ہی میری زندگی کی کشتی کی وہ پتوار ہے جس نے مجھ میں تمام تر انسانی خرابیوں کے باوجود آپ کی عنایات کا سزاوار ٹھہرایا۔ بہرحال کہنا صرف یہ ہے کہ آپ کے عظیم احسانات نے آپ کا شفقت اور محبت و انسیت کا وہ معظیم برتاؤ تھا جو آپ نے مجھ جیسے شخص کے ساتھ روا رکھا تھا اور شاید جس کی نظیر آج کے اس گئے گزرے دور میں ملنا ممکن نہ ہو۔

آپ کا یہ کمال شفقت جو دین کے دائرہ سے ایک پرکاہ باہر نہیں نکلتا تھا صرف میرے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ آپؒ کو " خلق خدا " پر شفقت کا وہ لازوال جذبہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا جو بندوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے اور دھیرے دھیرے انہیں دین

Marfat.com

کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ یہ جذبہ جو واقعتاً اولیاء اللہ کی خصوصیت ہے۔ آپ میں بدرجہ اتم موجود تھا اور پھر اس میں یہ ہے کہ اپنے معاملات میں ذرہ برابر نرمی بھی نہیں ہوتی۔ میں حیران ہوں کہ دین کے اس تصلب اور شفقت کے اس کمال کو کس طرح آپؒ نبھاتے تھے؟

احقر کے سامنے ایک دو نہیں دسیوں مثالیں ہیں جن میں سے بعض میری ہیں جنہیں خود آپ نے ارتکاب جرم پر بظاہر سرزنش نہ فرمائی مگر آپ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ، چہرے کے درد و کرب، بخدا ہزار سرزنشوں پر بھاری ہوتا تھا اور مجرم کو توبہ کی توفیق نصیب ہوجاتی تھی ایسے موقعوں پر آپؒ سرد آہ اس طرح بھرتے تھے کہ سامنے مخاطب کا کلیجہ پانی ہوجاتا۔

آپ کی لازوال شفقت کا یہ بے کراں جذبہ اگرچہ ہر ایک کے لئے صلائے عام تھا۔ امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ امیر اپنی امارت کی وجہ سے آپ کے یہاں حقیر نہیں تھا اور غریب صرف اپنی غربت کی وجہ سے محبوب بھی نہیں، مگر یہ شفقت مساکین اور غرباء پر تو بہت تھی۔ البتہ یہ عنایت و لطف و کرم راہ گیروں پر بھی تھی۔

یہ ناممکن ہے کہ کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو اور آپ اپنی جگہ سے نہ ہلیں۔ آگے بڑھ کر، جگہ سے ہٹ کر اور خرابی صحت کی حالت میں ذرا جگہ سے سرک کر اس بھرپور مشفقانہ انداز سے ملتے تھے کہ جیسے خود آپؒ پر آنے والے نے بڑا انعام کیا ہو۔ انداز گفتگو واضح، باتیں دو ٹوک، بے لاگ لپیٹ ہوتی تھیں، جن میں کسی قسم کی ادنیٰ مداہنت کا تصور بھی ناممکن تھا۔ مگر ان بے لاگ اور کھری باتوں کے اوپر نیچے محبت اور گداز کا لازوال جذبہ اور دلسوزی و دلدوزی و نصیحت کا وہ انداز ہوتا کہ نہ تو مخالف کی کسی بھی طرح دلشکنی یادلآزاری ہوتی وہ نہ آستانہ عالیہ سے خالی ہاتھ محروم جاتا تھا۔ اپنے اور بیگانے تمام آپ کے اخلاص، صدق نیت، کمال محبت و شفقت کی گواہی دیتے تھے۔ آپ کی ذات والا صفات صدق عمل اوراخلاص نیت کا وہ مجمع البحار تھی جہاں تمام اعمال حسنہ کی نہریں جمع ہوجاتی ہیں اور آپ سے اختلاف رائے کے

Marfat.com

باوجود ہر شخص اپنے دل میں آپ کی محبت و عظمت کو محسوس کرتا ۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ متنوع مصروفیات اور کثرت ہجوم کے باوجود اپنے متعلقین کی چھوٹی سے چھوٹی بات سے پوری طرح آشنار ہتے تھے اور ان کی اصلاح کا جس طرح ممکن ہو سکے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے تھے ۔ ننھے منے بچوں سے خاص محبت تھی ۔ خود تو سراپا معصومیت کی تصویر تھے ہی، معصوم بچوں سے میٹھی میٹھی باتیں کرتے وقت تو یہ معصومیت انتہا کو پہنچ جاتی تھی مگر ناممکن ہے کہ بچوں سے بات کرتے وقت وعدہ کرتے وقت کوئی بات کیا، کوئی نامناسب کلمہ زبان سے ادا ہوجانا کم ازکم میرے لئے اچنبھے کی بات ہے کہ اتنی معصومیت، پاکیزگی، سراپا شفقت و سراپا محبت ہونے کے باوجود آپ کی شخصیت اس قدر پر جلال اور بارعب تھی کہ بڑے بڑے جابر لوگوں کو آپؒ کا رعب مانتے اور کھاتے دیکھا اور سنا ہے۔

آپؒ کا کمرہ جو سادگی کا مرقع ہے ۔ مگر رعب کا یہ عالم تھا کہ جیسے ہی قدم داخل ہوتے قدموں کی چاپ خود بخود کم ہونے لگتی تھی اور اندر پہنچتے پہنچتے قدموں کی یہ چاپ بالکل ہی ناپید ہوجاتی تھی ۔ کمرے کا دروازہ اتنا وسیع اور کھلا تھا کہ آدمی کو سر جھکانے یا اپنے کو سمیٹنے کا تکلف کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی مگر نہ معلوم کیا بات تھی کہ دروازے سے داخل ہوتے وقت سر خم ہوجاتا تھا اور انسان اپنے آپ کو اس آلائش دنیا سے سمیٹنے کی کوشش کرتا۔ رعب و جلال اور محبت والفت کا یہ سنگم بڑا عجیب اور بہت لذیذ تھا ۔ جس کو الفاظ کا جامہ پہنانا بھی مشکل ۔ آپؒ کا ایک عجیب امتیازی وصف لوگوں اور اپنے متعلقین کی غلطیوں کو فراموش کرنا تھا ۔ آپ غلطی پر ناراض ضرور ہوتے تھے اور خوب ہوتے اور جتنی غلطی ہو اتنا ہی ناراض ہوتے تھے نہ کم نہ زیادہ ۔ مگر دوسروں کی غلطی کو اپنے دل میں جگہ دینے کی آپ کے نزدیک اجازت نہیں تھی ۔ آپ کو بیرونی لادینی نظریات سے کہیں زیادہ یہ فکر رہتی تھی کہ۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے

Marfat.com

کیونکہ غافل انسان اور غفلت شعار قومیں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت دونوں برباد کرڈالتی ہیں ۔ آپؐ اچھی طرح جانتے تھے کہ چور تو اسی گھر میں گھستا ہے جہاں اہل خانہ سوئے پڑے ہوں جاگتے گھر پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا ۔ آپ نے خود اس حقیقت کو یوں بھی سمجھایا تھا کہ بندہ مومن کو تو عبادت میں بھی آنکھیں بند رکھنے سے روکا گیا ہے ۔ خدا کے دین کو خدا کی زمین پر قائم کرنے والے خدا کے بندے، سادہ لوح نہیں ہوتے بلکہ آنکھیں کھول کر گردو پیش کے حالات کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اور حکمت کے ساتھ پوری پامردی سے نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے کارواں کی صورت میں آگے بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں راستے کے کوہ گراں دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں اور کارواں منزل بہ منزل اپنا سفر جاری رکھتا ہے ۔

Marfat.com

عادات و خصائل

اسلام دوسرے لفظوں میں ایک نظام اور ایک طرز حیات کا نام ہے۔ اس نے سب سے پہلے زیادہ زور خدا سے بندہ کے تعلق اور اس کے ساتھ بندوں کے برتاؤ پر دیا، انبیاء کرام علیہم السلام پیکر اخلاق اور مجسم اصلاح بن کر اسی لئے آئے تھے کہ انسانی اخلاق کو حیوانی سطح سے بلند کر دیا جائے اور حیات و کائنات سے ہم آہنگ طرز عمل اپنایا جائے جس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو، نہ جسم کی، نہ روح کی، نہ فرد کی، نہ معاشرہ کی، انسان اگر اس کی ظاہری شکل سے الگ کر کے دیکھا جائے تو اس کی انسانیت یا حسن اخلاق ہی اس کے وجود کا حاصل ہے۔ زہیر نے کیا اچھا کہا تھا۔

لسان الفتی نصف و نصف فواده
فلم یبق الاصورة اللحم والدم

ترجمہ:- انسان آدھا زبان اور آدھا دل اور اس کے بعد تو گوشت پوست اور محض آب و گل ہے۔

حضرت والاؒ کا جس خانوادہ سے تعلق تھا اس کی شرافت و نجابت، حسن اخلاق اور پاکیزہ خصائل کی روایات بہت قدیم ہیں اور غیرت و حمیت، شجاعت و عفت، دینداری اور خوش اطواری اس کے خمیر میں داخل ہیں۔ حضرت والاؒ کے حصہ میں ور ثہ یہ روایات آئی تھیں۔ اس کے ساتھ احسان و تصوّف کی طرف میلان طبعی نے ان اخلاق وصفات پر اور جلا کر دی تھی اور آپ کو اسلامی اخلاق کا ایک دلکش نمونہ بنا دیا تھا۔

تقویٰ اور پاکی نفس

تقویٰ اور طہارت باطن کی صفائی اور قلب کا تزکیہ ہی دراصل تمام اچھے اخلاق کی بنیاد ہے جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہوا "انسان کے جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے

Marfat.com

جو اگر ٹھیک ہوا تو پورا انسان ٹھیک ہوا ورنہ پورا انسان بگڑ گیا اور خبردار وہ ٹکڑا دل ہے "

تقویٰ انسانی فطرت کی ایسی نیکی ہے جس کے بعد انسان صرف نیکیاں ہی کرتا ہے اور برائی اس کی طبیعت سے نکل جاتی ہے۔ انسان کی اس ارتقائی منزل کو قرآن حکیم نے "نفس مطمئنہ" سے یاد کیا ہے۔ حضرت والاؒ کو شروع سے تقویٰ کا بڑا اہتمام تھا اور اخیر دم تک تقویٰ و صلاح کی شان آپ میں اسی طرح جلوہ گر رہی کہ اسے آپ کی امتیازی صفت کہا جاسکتا ہے، معاشرت و معیشت، طرز بودوباش، زندگی کی ہر راہ میں تقویٰ آپ کا راہنما تھا اور اسی نے زندگی کو آلودگیوں سے آپؒ کا دامن پاک رکھا۔ نماز باجماعت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ کوئٹہ، کراچی، حضر و سفر ہر جگہ جماعت کی پابندی فرماتے تھے۔ آپؒ کے قریبی خدام کا بیان ہے

اگر صحیح نماز پڑھنی ہو تو آپؒ کو نماز پڑھتے ہوئے غور سے دیکھ لینا کافی ہے "

حدیث احسان کی تفسیر آپ کی نمازیں تھیں بلکہ آپ کی ساری زندگی "حدیث احسان" کا عملی نمونہ تھی۔

ذات نبویؐ سے عشق و تعلق

سچ تو یہ ہے کہ اسلام کے اخلاقی اور بندے کی ترقیات کا دارومدار تعلق مع اللہ کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و تعلق پر ہے یہی وہ برقی رو ہے جس سے ایک مشت خاک رشک افلاک بن جاتا ہے۔ اس مٹی کے پتلے میں حرکت و حرارت دوڑ جاتی اور اس کے مادی ڈھانچہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ ایمان کا اولین تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل و جان سے محب و مطیع ہوجائے۔ اس محبت و اطاعت سے جوں جوں وہ ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوتا جائے گا اسے رب العلمین کا قرب ملتا جائے گا یعنی قرب رسول ہی قرب الٰہی کی دلیل ہے۔ اسی طرح معرفت کے دروازے کھلتے جائیں گے اور انشراح صدر کی دولت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ قرب و معرفت کے مدارج طے کرتے ہوئے وہ اپنے

Marfat.com

ماحول سے مختلف اور بلند ہوجاتا ہے ۔عام آدمی اور مرد خدا میں جو فرق رونما ہوتا ہے مولانا رومؒ اسے یوں بیان کرتے ہیں۔

این خورد گردد پلیدی زین جدا

او خورد گردد ہمہ نور خدا

ترجمہ :- یعنی عام آدمی کچھ کھائے تو اس سے پلیدی نکلے بندہ خدا کھائے تو نور خدا بن جائے ۔ مولانا نور حق کھانے کے اثر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

ہرکہ کاہ و جو خورد قربان شود

ہرکہ نور حق خورد قرآں شود

ترجمہ :- یعنی گھاس اور جو کھانے والا قربان اور نور کھانے والا سراپا قرآن بن جاتا ہے ۔

حضرت والاؒ کے اس رجحان و تعلق کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں کہ جنہوں نے آپ کی زبان سے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک کا تفصیلی ذکر سنا ہو، اس والہانہ انداز میں بیان فرماتے ، جیسے شاعر نے کہا ہے۔

جس جا پہ سراپا میں نظر جائے ہے اس کے

آوے ہے یہی جی میں یہیں عمر بسر ہو

حضرت والاؒ سراپائے مبارک کی ایک ایک جزئیہ کی داستان لطف لے لے کے سناتے اور خراج عقیدت پیش کرتے ۔ اس کے علاوہ جن خوش نصیبوں کو آپ کی صحبت و معیت میں حج و زیارت کا سفر نصیب ہوا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والاؒ مدینہ طیبہ کا سفر محبت کے کن قدموں اور عقیدت کے کن ولولوں کے ساتھ کیا ، معلوم ہوتا تھا کہ آپ مدینہ طیبہ کے ایک ایک ذرہ پر دل و جگر نثار کردینا چاہتے تھے ۔ مدینہ طیبہ میں جہاں کہیں کوئی اشارہ غیبی پاتے یا کوئی خاص بات دیکھتے وہاں " الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ " کا جملہ ارشاد فرماتے ۔

حضرت والاؒ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ لازماً درود شریف پڑھتے خواہ تقریراً یا تحریراً لیتے تو درود ضرور لکھتے اور پڑھتے ۔

Marfat.com

ادب شناسی کی دلیل ہے۔ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق کا اظہار دراصل سنت نبویؐ کی پیروی اور اطاعت میں ہے۔ دراصل آپ کی مقبولیت اور مرجعیت میں سب سے بڑا دخل ذات نبویؐ سے تعلق کو تھا۔ یہ تعلق انتہائی نازک اور محترم ہوتا ہے، اس لئے خاصان بارگاہ اسے ظاہر بھی نہیں ہونے دیتے کیونکہ غیرت کا تقاضا اخفائے حال ہی ہوتا ہے۔

حضرت والاؒ خود حسنیؒ حسینیؒ سید تھے۔ خانوادہ نبوت سے محبت و عقیدت کے متعلق جب فرماتے تو منہ سے پھول جھڑتے، بے اختیار ہوکر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب و فضائل بیان فرماتے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلویؒ کے مقدمہ "اخبار الاخیار" میں درج ذیل اشعار کی وضاحت ہوتی۔

ظاہر از اہلبیت نور نبیؐ
ہمچو درماہ نور خورشید است
از ازل تا ابد بود ظاہر
زانکہ ایں نور، نور جاوید است

خلاصہ اشعار یہ ہے۔ اہل بیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور یوں ظاہر ہورہا ہے جیسے سورج کا نور چاند سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ نور تابد اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا۔ اس لئے کہ یہ ابدی اور سرمدی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والاؒ کو وہ سب صلاحیتیں اور کمالات عطا فرمائے تھے جو قرون اولیٰ کے صوفیاء و علماء میں پائے جاتے تھے۔ خلوص کا ایک دریا بیکراں، پارے کی سیمابی اور بجلیوں کی بے تابی، شخصیت کی دلآویزی، خلقی و فطری محبوبیت و موہنی اور سب سے بڑھ کر دل کی وہ چوٹ اور جگر کا وہ زخم جس نے "اعلاء کلمۃ اللہ" کے لئے اپنا وطن بھلا دیا۔ پھر آپؒ کی وہ قلندرانہ شان اور مجذوبانہ ادا جس نے حق کہنے میں کبھی بڑے چھوٹے، دوست دشمن کی پرواہ نہیں کی۔ آپؒ نے حق کہنے میں کسی بڑے سے بڑے رئیس اور سلطان کی پرواہ نہیں کی۔ آپؒ نے ہر جگہ حق بات کہی اور صاف

Marfat.com

اور بے لاگ کہی، اقبالؒ کے اس شعر کے آپ صحیح طور پر مصداق تھے۔

آئیں جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

عقل پر محبت کی فرماں روائی، شمع کی جاں گدازی اور پروانہ کی جاں نثاری، ذات نبویؐ سے عشق و شیفتگی، عالم اسلام و ملت اسلامیہ کی حد سے بڑھی ہوئی فکر، عواقب و نتائج سے بے پرواہی، "حاتم دگران و گدائے خویشتن" کی پرانی خو، فقیری میں شاہانہ خیالات، احتیاج میں خود داری و عزت نفس، استغناء، دولت کی حالت میں خاکساری و انکساری، آپ مولائے کائنات علی المرتضیٰؓ کے مقولہ
"احذرو صولة الکریم اذا جاع واللئیم اذا شبع" کی صحیح تصویر تھے۔ آپ کی شخصیت میں علماء کی تمکنت اور قدیم روساء کی نستعلیقی اور وجاہت کا سنگم تھا۔ حضرت والاؒ جیسے صفات متضاد کے جامع اور متنوع شخصیت کے حامل خال خال ملتے ہیں۔ آپ حلقہ امراء میں امیر، دبستان ادباء میں ادیب، طبقہ شعراء میں شاعر، مصنفین کی دنیا میں مصنف، ناقدوں کی صف میں ناقد و مبصر اور ماہرین کی محفل میں ایک ماہر تعلیم اور دنیائے ولایت میں ولی کامل تھے۔

آپؒ جامعیت، توازن و اعتدال کا مظہر کامل تھے۔ آپؒ کی زندگی کا خاص جوہر وہ آپ کی وسیع بو قلموں و گوناگوں ثقافت تھی جس میں آپ فرد فرید تھے۔
ہندوستان میں اسلامی عقائد و تعلیمات کے فیض، تصوف کے پیدا کئے ہوئے درد و محبت اور وسعت نظر، ہندوستان کے خمیر کی آشناء پرستی اور وفا شعاری، رنگ و آہنگ سے اثر پذیری، ترکوں کی مہم جوئی و سپہ گری، افغانوں کی شجاعت و شرافت، مغلوں کے ذوق جمال و قوت ارادی، عجم کے حسن طبیعت اور عرب کے سوز دروں، سب سے مل کر ایک خاص تہذیب اور ایک خاص ثقافت وجود میں آئی جس کا آپ نمونہ کامل تھے۔
اس تہذیب و ثقافت میں شکوہ بھی ہے اور تواضع و انکساری بھی، حلاوت بھی ہے اور مروت بھی، گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی، صلابت بھی ہے اور رقت بھی، استقامت بھی

Marfat.com

ہے اور رواداری بھی، اس کی قلمرو میں علوم شریعت و حکمت بھی ہیں اور ادب و شاعری بھی، فقرو درویشی بھی ہے اور نفاست و ذوق لطیف بھی، اس کی دلچسپی کے میدان قلعے بھی ہیں اور کتب خانے بھی، مدرسے بھی ہیں اور خانقاہیں بھی، اس میں ثقافت بھی ہے اور ظرافت و بذلہ سنجی بھی، سخت جانی بھی ہے اور سبک روحی بھی، اس کے اظہار خیال اور اظہار کمال کا ذریعہ عربی بھی ہے اور اردو بھی۔ یہ وہ تہذیب و ثقافت ہے جو نہ خالص ہندوستانی ہے، نہ خالص ایرانی، نہ عربی ہے نہ عجمی، بلکہ ان سب کے محاسن کا مجموعہ اور تہذیب و تمدن کے میدان میں ایک نیا تجربہ۔ یہی وہ تہذیب و ثقافت بھی تھی جس کے آخری نمونوں سے حضرت قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین القادری البغدادی گیلانی تھے اور جو غالباً اپنی پختگی اور جامعیت کے لحاظ سے آپ پر ہی ختم ہوگئی۔

Marfat.com

نقوش و تاثرات

Marfat.com

حضرت قدوۃ الاولیاء کی باتیں محض باتیں نہیں ہوتیں بلکہ معانی و دقائق اور مفاہیم و حقائق سے لبریز ایک بحر بے پایاں ہوتی تھیں۔ جن کی وسعتوں کا اندازہ نذر الفاظ نہیں کیاجاسکتا۔ حسین و دلآویز، جمال پرور، کیف آور، اور معنی افروز، لطیف خیالات کا مرقع ہوتی تھیں۔ ان کی رہنمائی میں زندگی گزارنے کے لئے ٹیڑھی اور ناہموار پگڈنڈیوں کو خیر آباد کہتے ہوئے صاف ستھرے اور سیدھے راستے کا انتخاب عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

آپ کی ہر بات واضح اور دو ٹوک ہوتی، انسانی قیادت کے نام نہاد اور خود ساختہ دعویداروں کے بے تیل سفلی دیئے توڑ دیئے جاتے اور ان کی جگہ آپ صداقت مآب اور امانت آفروز نور کے حامل چراغ روشن فرماتے۔

حضرت والا نے پوری ہمت، شجاعت اور استقامت کے ساتھ سوز قرآن و سنت میں ڈوب کر اس طرح درد مندانہ انداز میں نور نوازی فرماتے کہ لوگوں کی پرانی، بھکی، گمراہ اور بوسیدہ سوچیں متزلزل ہونے لگتی تھیں۔ آپ کی باتیں چراغ کی مانند ہوتیں جن کی روشن کرنیں قلب و دماغ کو روشن کردیتیں۔ آپ ہمیشہ قرآن و سنت کے سیدھا استے "صراط مستقیم" کی طرف راہنمائی فرماتے۔ اور سیدھا راستہ بھی وہی ہے یعنی ایسی سوچیں، ایسے اعمال اور ایسے افکار جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کا نور شامل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی راہ عطا فرمائی اس میں نہ تو بوجھل عقیدے ہیں، نہ ناقابل برداشت اعمال، نہ معمے نہ پہیلیاں، نہ الجھنیں، نہ پیچیدگیاں، نہ مشکلیں، نہ مصائب، سادگی اور سلاست، واضح اور صاف اور اطمینان بخش۔ چاہو تو وہ اصول دیکھو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمائے اور چاہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھ لو کسی میں بھی اعواج

Marfat.com

نہیں ، تخریب نہیں ، خم نہیں اور ٹیڑھاپن نہیں ۔ ہرایک کی ضوریزیاں اور نور افروزیاں منزل تک رسائی کی ایک عظیم اور سیدھی ، صاف اور مستقیم شاہراہ عطا کرتی ہیں ۔ اسی کو قرآن حکیم نے صراط مستقیم قرار دیا ہے ۔ اور اسی صراط مستقیم کے حضرت قدوۃ الاولیاء شہزادہ غوث الوریٰ قدس سرہ العزیز داعی تھے، مبلغ تھے، علمبردار تھے اور اسی راستے کی طرف بلانے کے مرشد اور شیخ اور ولی تھے۔ اور اسی راستہ کی وجہ سے آپؒ کو سب عظمتیں ملیں۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے ۔

"انسان ہمہ دم اس بات کا محتاج رہتا ہے کہ اسے معصوم ، نور پرور اور منزل آگاہ قیادت میسر آئے ۔ جس سے وہ وابستہ ہوکر وہ اپنی ظاہری ، باطنی ، فکری اور عملی درماندگیاں دور کرے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی قیادت اس انسانی احتیاج کو اس وقت ختم نہیں کرسکتی جب تک وہ اسوۂ حسنہ کے سائے میں لائحہ عمل اور پروگرام واضح نہ ہو ۔"

آپؒ نے واضح طور پر فرمایا !!

کہ انسانی راہنمائی رسول ہی کرسکتے ہیں گویا انسانوں کو انتخاب قیادت میں اضطراب میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے ۔ بلکہ پوری دلجمعی ، یکسوئی اور ایمان وایقان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن کرم پکڑ لینا چاہیئے ۔ اب اچھی قیادت وہی کرسکتے ہیں کہ جن کا ظاہری ، باطنی ، علمی ، فکری ، دامن اس ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو۔ آپؐ کے چراغ ہدایت سے فیضیاب ہوں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا

ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ قائد کون ہوتا ہے ؟ ہمارے نزدیک وہی کامیاب قائد اور رہنماء ہوسکتا ہے ۔ جو زندگی گزارنے کے لئے فلاح و صلاح کا پروگرام ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کرے ۔ اگر ہماری زندگی کے خاکوں میں

Marfat.com

سکون کا نور و رنگ آسکتا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام کو نافذ کرنا ہوگا۔ حضرت والاؒ فہم بلیغ کی گل پاشیاں فرماتے، تذبذب میں مبتلا لوگوں کو سکون عطا فرماتے تھے۔

آپؒ نے فرمایا قوموں کے لئے سب سے برا اور مہک مرض غفلت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی معاشرہ، سماج یا قوم اہداف زندگی سے ناآشنا ہوجائے تو روحانی الذہن لوگ اندازہ لگالیتے ہیں کہ حقائق سے بے خبری اور مدام غفلت بربادی اور تباہی کا مقدمہ ہوتا ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر ایسے لوگ ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں کہ غفلت کی ظلمت ختم ہو، اور علم، حق بینی، صداقت پرستی اور راست روی کے چراغ روشن رہیں۔ اور حضرت والاؒ اسی مقصد کے لئے وقف رہے۔ انسانیت سازی اور احسان افزوئی کی تحریک اٹھائی۔ تعمیر انسانیت کا وہ کام کیا جو آج ادارے کرتے ہیں۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

ایک داعی الی اللہ کی ذمہ داری یہ نہیں ہوتی کہ وہ طاقت اور قوت سے کسی کو اٹھائے اور راہ حق پر ڈال دے بلکہ اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے ماحول کو نور دعوت سے اس قدر ضوفشاں کردے کہ راہ حق پر چلنا آسان ہوجائے۔ البتہ داعی الی اللہ کی کوئی بات زور استدلال اور نور بلاغت سے خالی نہیں ہونی چاہیے۔ حسنۃ فی الدنیا و حسنۃ فی الآخرۃ کی منزل سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی میسر آسکتی ہے۔

حضرت والاؒ کی خدمت میں بیٹھنے والوں کے دل کھنچ جاتے تھے۔ الجھنیں کافور ہوجاتی تھیں، طبیعتیں بحال ہوجاتیں، بے یقینی و مایوسی کے بادل چھٹ جاتے۔ البتہ بعض دنیا کے طالب ویسے کے ویسے ہی رہتے۔ کیونکہ شبنم کا حسن پھول کی پتی پر ہی محسوس کیاجاسکتا ہے۔ پتھروں کی سخت سلیں حسن شبنم کی عکاس نہیں ہوا کرتیں

Marfat.com

رہے۔ وہ لوگ جو خود آنکھیں موند لیں یا حالات انہیں کوربین بنادیں ان کے لئے جادۂ حق پر سلامتی سے چلنا دشوار ہواکرتاہے اور اگر کوربینی کے ساتھ اعصاب بھی تن جائیں ،. جمود ذہنی بھی لاحق ہوجائے اور اس پر مستزاد کوئی قوت زنجیروں میں جکڑلے تو نہ صرف منزل تک رسائی ناممکن ہوتی ہے بلکہ راہ میں پیش آنے والے کسی کھڈ میں گرنے کے اندیشے بھی قوی ہوجاتے ہیں۔ سلجھے افکار دراصل منزل حق کی طرف جانے والے سلامتی کے راستے ہوتےہیں۔ انبیاء کرام اور داعین الی اللہ پوری درد مندی کے ساتھ مخلوق کو ان راہوں پر چلانے کی فکر رکھتے ہیں۔

جب آپؒ سے پوچھا گیا کہ بڑے بڑے حکمران اسلام کی طرف مائل کیوں نہیں ہوتے ؟ تو آپؒ نے بڑی پر مغز گفتگو فرمائی اور فرمایا !!

جب کوئی شخص اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لیتاہے اور اپنے آپ کو حالات اور رسم و رواج کے بے رحم دباؤ کےسامنے شکست خوردہ بنالیتاہے اسے غرض ہی نہیں رہتی کہ تعمیر زندگی کا حقیقی مواد کونساہے وہ سوچتاہی نہیں کہ اچھے اور برے میں ، اور خیر اور شر میں ، حق اور باطل میں ،کیا فرق ہوتاہے۔ اسے ضرورت ہی نہیں رہتی کہ کس کی اطاعت سے راہ حق کا مشتاق بنے۔ اس کے ذہن میں خیال ہی نہیں گزرتاکہ رزم گاہ حیات میں اندھا بن کر رہنے سے تباہی اور ذلت ناگزیر ہوجاتی ہے۔ وہ خواہشات کی وادیوں میں گھومنے والا نفس پرست انسان اپنے مستقبل ہی کو داؤ پر لگا دیتاہے۔ وہ سورج دیکھتاہے لیکن اس کی روشنی کا منکر ہوجاتاہے۔ وہ بزم کواکب سے رس رس کر نکلنے والے نور کے نظارے موجود پاتاہے لیکن اپنے شعور کو اس قدر نابینا بنادیتاہے کہ اس کے حواس تاریکیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ یہ ہوتاہے وہ موقع کہ فطرت کی تعزیریں اتنی سنگین ہوجاتی ہیں کہ اس شخص کے لئے اپنا تحفظ ناممکن ہوجاتا ہے۔ اس کی اپنی شامت اعمال اس پر مسلط ہوجاتی ہے۔ یہ ڈھیٹ اور ہٹ دھرم شخص اتنا بداخلاق ، سوء فکر اور کج عمل ہوجاتاہے۔ کہ ختم اللہ علی قلوبھم کا حکم انہی

Marfat.com

لوگوں کے حق میں اترا ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اہل باطل دووجوہ کی بناء پر مائل بہ حق نہیں ہوتے۔

۱۔ ایک انہیں ماضی کی روایات اور باپ دادا کی بھونڈی تہذیبیں اپنے پندار سے نکلنے نہیں دیتیں۔

۲۔ اور دوسرا مستقبل کے بارے میں مادی خواہشات انہیں راستگی اختیار کرنے سے مانع رہتی ہیں۔

ہر زمانہ میں اہل اللہ ہر چند ایسے کج فہم اور بداندیش لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ ایسے ہی کوردماغ لوگوں کو، راہنما کی راہنمائی، راہبر کی راہبری، ناصح کی نصیحت، درد مند کی دردمندی، مصلح کی اصلاح کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ وہ احساس اور ذوق فہم اور سمجھ کے لحاظ سے اس قدر سفیہہ اور نااندیش ہوجاتے ہیں کہ ان کے لئے برابر ہوجاتا ہے کہ چاہو تو انہیں غلاظت میں بٹھادو اور چاہو تو کعبہ میں۔ ان کے لئے یکساں ہوتاہے کہ وہ خانہ کفر میں چلے جائیں یا طور سینا کی چوٹی پر، ہر حالت میں ان کا اندھا احساس حق کی لطافتوں سے ناآشنا رہتاہے۔

جمود طبعی کے شکار، حق کے منکر جس وقت نشۂ انا اور مدہوشی اقتدار کا شکار ہوجاتے ہیں ان کی آنکھ اپنی عظمتوں کے سواء کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ ان کے کان اپنی ہی آواز میں رس محسوس کرتے ہیں۔ ان کا دماغ اناولاغیری کے پندار میں ہر وقت گرفتار رہتاہے۔ ان کےدل کے پردوں پر ہر لحظہ غیراللہ کی تصویریں متحرک رہتی ہیں ان کی عقل صرف اور صرف اپنی ذات کی فریفتہ ہوتی ہے۔ ان کا وجدان محض اپنی خواہشات پر چڑھاوے چڑھاتاہے۔ ان کے سینےمیں ہر پیکر صدق کے لئے حسد کا غبار اٹھتا رہتاہے۔ ایسے لوگوں کے لئے حسن کو حسن سمجھنا، حسن کہنا اور حسن دیکھنا ناممکن ہوا کرتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں خبردار کرنا نہ کرنا، ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہوتا ہے۔

حضرت والاؒ نے داعی الی اللہ کے کام کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا

Marfat.com

کہ اگر کوئی سنتا نہیں، مانتا نہیں، سمجھتا نہیں، اور اطاعت نہیں کرتا تو کارِ دعوت ہی چھوڑ دیا جائے۔ ایک کوہ کن کو کیا غرض ہے پہاڑ نرم ہے یا سخت، اس کا کام ہے بس مدام محنت اٹھانا۔ ایک داعی الی اللہ کی ذمہ داری بس انسانیت کی غمگساری میں اپنی دعوت کا نور بکھیرتے جانا ہے۔ کیا معلوم بارانِ رحمت کا کونسا حصہ قطرہ نیساں ثابت ہو کر اور کس کی آغوش، کسی موتی اور گہر کی پرورش کے لئے صدف بن جائے۔

قیادت

حضرت والاؒ کی خدمت میں قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ بڑا اچھا وقت اور بڑی راحت خلوت تھی۔ زبان گوہر بار سے روح افزاء باتیں سنیں۔ وہ مجھ بے چارے کا دستورالعمل بلکہ مجھ درماندہ کے لئے راستے کی رہنما بن گئیں۔ ان کو اپنی فہم کے بقدر احقر نے قلمبند کرلیا۔

حضرت والاؒ نے فرمایا !!

اچھا قائد وہی ہوتا ہے۔ جو اپنے آپ کو معاشرہ کا حصہ بنا کر پیش کرے۔ اپنی مقدس سوچوں کو عمل کا ایسا جادہ عطا کرے کہ اس کی ذات میں نمونہ تلاش کرنے والے انسانوں کو دقت اور پریشانی محسوس نہ ہو۔ اس کا امتیاز اگر کچھ قائم ہو تو وہ لوگوں میں رہ کر ہو۔ اس کا اعجاز مسیحائی اپنے حر کی دائروں سے تجاوز نہ کرے۔ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانی رہنمائی کا فطری اہتمام ہوتے ہیں اسلئے جب بھی وہ اپنے انقلابی کام کو آگے بڑھاتے ہیں ان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کی دعوت طلسماتی رنگ اختیار نہ کرے۔ انہیں معاشرے سے الگ تصور نہ کیا جائے لوگ

Marfat.com

ان کی ذات میں قرب کی راحت محسوس کریں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی رسالت اور نبوت کی عظمتوں کا ذکر بھی "بشر مثلکم" کے تناظر ہی میں کرتے ہیں ۔ یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ معاذاللہ وہ روحانی ، فکری ، ظاہری اور باطنی اور علمی لحاظ سے عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں ۔ بلکہ ان کے تقدس کا لباس بشریت میں ہونا اطاعت اور اتباع کو آسان بنانے کے لئے ہوتا ہے ۔ ان کے ذات میں فوق البشری ملکوتی اور لاہوتی اوصاف ہونے کے باوجود انسانوں سے اس سے زیادہ مطالبہ نہیں کرتے کہ انہیں ہدایت کا مینارہ نور ، رسول تسلیم کرلیا جائے ۔ ان کی غیر مشروط اطاعت اختیار کرلی جائے ۔ اپنے بلند مقام اور لوگوں کی ضرورت فطری دونوں کی رعایت رکھتے ہوئے وہ سارے دعوے "بشر مثلکم" کے ماحول ہی میں کرتے ہیں ۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی وہ عظمت فکر ہے جو نادان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی ۔ بہتیرے ان مقدس ترین انسانوں کی رسالت و نبوت اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ وہ لباس بشریت میں ہوتے ہیں کہ وہ ان عظیم نبیوں اور رسولوں کو بھی اپنے ہی مقام پر دیکھتے ہیں ۔ جس طرح ان کی اپنی ذات میں جھانکنے سے سوائے تاریکی اور ظلمت کے کچھ نہیں ملتا ۔ وہ سمجھتے ہیں شاید ان مقدس نبیوں اور رسولوں کا معاملہ بھی ایسے ہی ہوتا ہے ۔ فکر و شعور سے تہی دست ان بدقسمت لوگوں کا معاملہ بڑا عجب واقع ہوا ہے کہ جب ان کے حواس ، فہم ، جمود اور زہول کا شکار ہوجاتے ہیں تو پھر یہ سنگ وحجر کی سلوں کے سامنے بھی جھک جاتے ہیں ۔ درختوں ، جانوروں اور پتھروں کو بھی اپنا مسجود بنالیتے ہیں ۔ رسولوں کو کیوں نہیں مانتے ؟ اس لئے کہ پتھروں کے مردہ صنم انسانوں کے اختیار اور مفادات کو نہیں چھیڑتے لیکن نبیوں اور رسولوں کی زندہ مقدس قیادتیں مطالبہ کرتی ہیں کہ سرکشی سے باز آجائیں ۔ ان موقعوں پر فکر و شعور کی یہ کافرانہ سوچیں رکھنے والے انسان نفسیاتی سہارے تلاش کرتے ہیں ۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

Marfat.com

حضرت والاؒ نے فرمایا !!

مخلص داعی کے نزدیک لفظ بازی کی کچھ حیثیت نہیں ہوتی۔ اس کے نزدیک تبلیغ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سوچے سمجھے مواد کو اپنے مخاطب کی روح کی گہرائی میں اتار دے۔ داعی اپنی سوچوں اور افکار، جذبوں اور احساسات کی ترجمانی کے لئے مناسب الفاظ، موزوں تراکیب اور دل نشین لہجہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن داعی کے لفظوں کے صرف لبادے نہیں ہوتے بلکہ اس کے اندر زندہ مفہومات کے انقلابی پیکر موجود ہوتے ہیں وہ اپنی بصیرت اور مجتہدانہ استعداد کے زور سے لفظ اور معنیٰ، نظریہ اور عمل کے راستے جدا جدا نہیں ہونے دیتا۔ داعی کی زندگی بے مقصد نہ ہو، دعوت میں اخلاص، للھیت اور درد مندی کا نور نمایاں ہو۔ دعوت سادگی اور فطری حسن کی حامل ہو، دعوت میں صدق کا نور موجود ہو۔ قول و فعل میں تضاد نہ ہو، اصلاح جوئی کی کوششوں پر کوئی معاوضہ طلب نہ کرے، اس کے تمام کام بے لوث ہوں، کوششیں اقتدار نفس کی خاطر نہ ہوں، دعوت کے نتیجے میں ماحول اصابت اور راستی کے نور سے بھر دے۔ اس کا سارا کام پورے منصوبہ کے ساتھ مرحلہ در مرحلہ علی وجہ البصیرت ہو اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے۔ خلوص و توکل سے بھرپور ہو۔

حضرت والاؒ کے نزدیک یہ وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی سچے داعی دین کے لئے ہونے ضروری ہیں۔ ایسی حکیمانہ تعلیمات سے حضرت قائد محترم مد ظلھم العالی نے اپنی زندگی کا ہدف مقرر کیا۔ اور تحریک منہاج القران کی داغ بیل پڑی۔

آج قائد اور تحریک منہاج القرآن کو جو بلندی اور رفعت ملی ہے یہ سب حضرت والاؒ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت قائد تحریک مد ظلھم العالی نے سب سے پہلے اپنے آپ کو فنانی الشیخ کیا اس طرح راز عظمت پایا۔ فکر و شعور کو پختگی نصیب ہوئی۔ کردار و عمل کو استقامت کا نور عطا ہوا۔ اس طرح جرات مومنانہ کی للکار ہر دور کے وقت کے فرعونوں اور یزیدوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

باطل پہلے مرحلہ پر اہل حق کے خلاف یاوہ گوئی قدم قدم پر غلیظ پروپیگنڈہ کی نجاست پھیلاتا ہے۔ دوسرا مرحلہ منظم نفسیاتی مزاحمت کا ہوتا ہے۔ اہل حق پر تہمتیں الزامات، گالی گلوچ، اور بے جا اور ناروا طعنوں کی سنگ باریاں کی جاتی ہیں۔

باطل، محبتوں اور ہمدردیوں کے آب صافی سے دل کو نہیں دھوتے۔ جس فطرت کی گل اندازیاں ان کی آنکھوں میں راحت کا نور نہیں ٹپکاتیں، ایسے لوگ فطرت کی کرم فرمائیوں اور رحمت افروزیوں کی پرواتک نہیں کرتے۔ باطل کبھی بھی اس بات کو پسند نہیں کیا کرتا کہ ان کے مفادات کی بھٹیاں ٹھنڈی پڑجائیں۔ ان کے دیوتاؤں کی عزت کا مندا ہو ان کے توہمات اور طلسمات کے بنے ہوئے محلات دھڑام سے گرجائیں۔ ان کے منتر جنتر نابود ہوجائیں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا۔

ایسا داعی ہو کہ جو گالی گلوچ کے طوفان، دھمکیوں کے وحشیانہ انداز، طعن و تشنیع کے دکھ دہ جملے، بے رخیوں کے نازیبا رویئے، ہٹ دھرمیوں کے ناگوار رویئے، سنگدلیوں کے کافرانہ مظاہرے، سازش آفرینیوں کے منافقانہ منصوبے اور جہالتوں کے المناک نمونوں کے سامنے ڈٹ کر محبت بھری آواز اور غیر تمندانہ دعوت سے انہیں بدل کر رکھ دے۔ بستی بستی، نگر نگر، شہر شہر اور قریہ قریہ، محبتوں اور الفتوں کا پیغام پہنچایا جائے۔ حضرت والاؒ سے جب مصطفوی انقلاب کے متعلق پوچھا جاتا کہ حضور اس دور میں یہ صالح انقلاب ممکن ہے تو آپؒ سراپا ایقان بن کر یوں گویا ہوتے۔ آج کے حالات نزول قرآن کے وقت عرب کے جو حالات تھے ان سے زیادہ ابتر نہیں ہیں۔ اہل عرب کا کیا حال تھا؟ شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔ حق قبول کرنے کا نور ماند پڑچکا تھا۔ خیر و شر میں تمیز کرنے کے جذبوں سے عاری ہو چکے تھے۔ ان کے نزدیک اکرام و تکریم کے پیمانے بھونڈی تہذیبی اقدار تھیں۔ وہ زندہ کردار اور تاباں سیرت کو بھول چکے تھے

Marfat.com

وہ زندہ نظریات اور قابل عمل منصوبے اختیار کرنے کی بجائے توہمات میں مبتلا تھے سچائیوں کے دشمن تھے، معصیت اور عصیان شعاری میں لذت محسوس کرتے تھے وحشت و بربریت میں مبتلا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر رکھ دیا۔ آج بھی اسی نظام سے اس قوم کے مزاج اور فکر و کردار میں تبدیلی آسکتی ہے۔

تدریس کی فضیلت

حضرت والاؒ ان علماء کی بڑی قدر و منزلت اور پذیرائی فرماتے تھے جو تدریس سے منسلک ہوتے۔ آپؒ فرماتے تھے!

اسلام میں علم دین کے حصول، تعلیم و تدریس، اور خدمت علم نے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلام نے جس قدر اس کے حصول پر زور دیا ہے للہ الحمد مسلمانوں نے اسی قدر اشتیاق سے اس کو حاصل کیا ہے اور یہ پھر کسی قوم، قبیلے، خاندان، فرد ملک یا زبان کے ساتھ خاص نہیں رہا بلکہ طبقہ اور ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والوں نے علم دین کو اپنی میراث سمجھ کر حاصل کیا ہے اور اس کے حصول و اشاعت میں اس امت کے افراد نے جس انہماک کا مظاہرہ کیا ہے۔ دنیا کی کوئی اگلی پچھلی قوم مجموعی اعتبار سے اس بارے میں بھی مسلمان قوم کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں نے ہر زمانے میں دینی علوم و معارف کو اصل سرمایہ افتخار سمجھا۔ وہ مختلف پیشوں میں لگے رہے۔ انسانی حاجات، معاشرتی تقاضوں اور سوسائٹی و معاشرے کی ضروریات کے پیش نظر انہوں نے مختلف روزگار اپنائے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کسب معاش اور رزق حلال پر توجہ دی۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی حیثیت اور ذمہ داری کے قائم کیے مگر بایں ہمہ وہ علم دین سے کبھی لاتعلق بھی نہیں ہوئے۔ بلکہ معاشی کاروبار کے ساتھ علمی کاروبار بھی جاری رکھا اور

Marfat.com

مسائل کی تقسیم جو آج قوموں کے اندر باہمی تفریق، نفرت، تشتت اور انتشار کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی پیشہ، کوئی کاروبار، کوئی صنعت و حرفت اختیار کرنا باعث عار اور عیب نہیں۔ پیشہ کو باہمی تفریق و امتیاز کا باعث قرار دینا اسلامی فکر نہیں، یہ عجمی اور مغربی ذہن کی پیداوار ہے۔

کامل شخص

حضرت والاؒ نے فرمایا !!

بندوں میں سے کامل شخص وہ ہے جس کی صفات کمال صرف اس میں بند نہ ہوں بلکہ دوسروں پر بھی اثر کریں۔ پس جس شخص کو اس کے پاس بیٹھنے کا موقع ملے اس کو کچھ نہ کچھ اس کے کمال کا فیض پہنچے۔ بندہ کا کمال اس کی عقل پرہیز گاری، اور علم میں ہوتا ہے۔ پس عالم وہ پرہیزگار شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت کرے اور اس قابل ہو کہ لوگوں کا پیشوا ہو۔ جس کے نور اور علم سے لوگ روشنی حاصل کریں۔ جو شخص عالم ہو کر عمل بھی کرے وہ عالم بالا میں عظیم کہلاتا ہے۔

Marfat.com

قوس قزح ہفت رنگ

Marfat.com

حضرت اقدس گوناگوں صفات اور بو قلمون حیثیات کے مالک تھے۔ آپؒ کی مثال اس قوس قزح کی طرح تھی۔ جس میں مختلف رنگوں کا حسین امتزاج ہر ناظر کو دعوت نظارہ دے رہا ہو۔ اگر آپؒ کی شخصیت سے ایک گلبن و گلزار ھزار لالہ و گل بکنار سے تعبیر کریں تو بے جا نہیں۔

ذیل میں ہم آپؒ کی شخصیت کی مختلف حیثیتوں کا جائزہ انتہائی اجمال و اختصار سے لیتےہیں ورنہ آپ کی یہ ہر حیثیت علیحدہ مضمون کی متقاضی ہے۔

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

شیخ طریقت

آپؒ کا مقام بحیثیت شیخ طریقت انتہائی ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد شریعت مطہرہ کا کامل اتباع تھا۔ احکام شریعت پر سختی سے عمل پیرا تھےاور مریدین و معتقدین اور عامۃ المسلمین کو یہی تعلیم دیتے تھے کہ انسان کی زندگی کا محور شریعت مطہرہ کے احکام کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوناچاہیئے۔ نفس کی خواہش اور خوشی نہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم کی پیروی کرنی چاہیئے جو عزیمت کو رخصت پر ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ عزیمت اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے اور شریعت مطہرہ کی اتباع پر ہی رضائے الٰہی کا انحصار ہے۔ گویا یہ راس المال جس سے دنیا اور عقبیٰ کی سعادتیں خریدی جاسکتی ہیں۔

حضرت اقدس کے نزدیک طریقت اور حقیقت شریعت کے ممدو معاون ہیں جو صوفیاء کرامؒ ریاضت و مجاہد سے حاصل کرتےہیں شریعت میں

Marfat.com

یہی اخلاص ہے اور ان سب کا مقصود شریعت کی حفاظت و اشاعت ہے۔

حضرت والا کشف، شہود اذواق و مواجید کو راستے کے احوال سمجھتے تھے ان پر زیادہ توجہ کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی انہیں باعث افتخار سمجھتے تھے۔ آپ ہمیشہ مقام رضا کے حصول کے لئے کوشاں رہنے کا فرماتے تھے۔ اور آپؒ کا ارشاد تھا کہ اس کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک شریعت کے تینوں اجزا علم، عمل اور اخلاص کامل شکل میں یکجا و یکجان ہو کر فکر و عمل کی غذا بن جائیں۔

حضرت اقدس اہل حال کے ان اعمال سے پرہیز کی تلقین فرماتے تھے جو سنت نبویؐ سے موافقت نہیں رکھتے تھے خواہ ان کی نسبت کسی بڑے درویش و صوفی ہی سے ہو۔ آپؒ کے نزدیک مریدان باصفا کا پہلا وظیفہ احکام شریعت کی پابندی ہے۔ جب مرید اتباع شریعت میں درجہ اعتماد پر پہنچ جاتا آپؒ اس کو سلوک کی وادی میں داخل کرتے اور سلسلہ قادریہ کے اسباق سے نوازتے۔ آپؒ کی زندگی شریعت اور طریقت کا کامل نمونہ تھی لہذا آپ کے ملفوظات و ارشادات ان تمام حضرات کے لئے مکمل لائحہ عمل پیش کرتے ہیں جو شریعت اور طریقت کی راہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

زندہ تصوف

اسلامی تصوف کو آج کے دور میں زندہ شکل میں دیکھنا ہو تو حضرت والاؒ کی ذات گرامی میں وہ سب اوصاف حسنہ موجود تھے۔ تزکیہ نفس، تصفیہ باطن، صدق، اخلاص، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت میں وہ ایک ولی کامل تھے۔ حضرت اقدسؒ نادر روزگار تھے۔ پھر آپؒ سلسلہ قادریہ کی نسبت اور حالاً و قالاً فیضان حضور غوث الاعظم کے امین و وارث تھے۔ اور طریقہ قادریہ ہی کے مطابق لوگوں کو بیعت و تلقین فرماتے اور ان کی روحانی اصلاح و تربیت کا کام کرتے۔ یوں تو آپ

Marfat.com

سلاسل تصوف مبارک اور نور علیٰ نور ہیں لیکن طریقہ عالیہ قادریہ کئی اعتبار سے منفرد ہے۔ اس کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچتی ہے۔ اور اس لئے باقی تمام نسبتوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس طریقہ عالیہ کا مدار اتباع سنت، دوام حضور اور جذبہ الٰہی پر ہے دوسروں کی نہایت اس کی بدایت میں مندرج ہے۔ لہٰذا یہ سلسلہ حصول مقاصد کے لئے سب سے اقرب، سب سے اقویٰ اور یقیناً موصل ہے۔

مربی

حضرت والا کا یہ معمول تھا کہ آپؒ سالکوں کو دوران ذکر اپنی توجہ کے نفوذ اور جذبہ و حال کی تائید سے ہی سلوک کی منازل طے کرا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں طالبین کی ہمتیں کمزور ہیں۔ اس لئے آسان طریقہ کار کے ذریعہ قریب الوصول کیا جائے۔ اس دور میں انسانی طبائع، مخصوص حالات معاشرتی تقاضوں کی بناء پر ریاضت و مجاہدہ کی مشقتیں برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ اس لئے حضرت والا خانقاہی تربیت کا نظام نہایت آسان اور موثر قائم فرمایا۔ آپ زیادہ تر سالکین کی روحانی تربیت اپنی توجہ کے نفوذ، اپنی پاکیزہ نسبت کی تاثیر اور اپنے باطنی تصرف کے ذریعے فرماتی۔ حضرت اقدس کی نسبت دو آتشہ، صحبت انتہائی موثر، اور توجہ انقلاب انگیز تھی۔ لمبی لمبی ریاضتوں اور چلوں کی تلقین کا یہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ سائل کی نفسیاتی کمزوریوں اور اس کی افتاد طبع اور میلان اور رحجان کا خوب خیال رکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جو بھی قریب آتا اسے نگاہ باطن اور فیض روحانیت سے نہال فرما دیتے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے دل محبت الٰہی میں ڈوب جاتے، فکر آخرت بیدار ہوتا، اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حلاوت نصیب ہوتی، روحانی ذوق وشوق پروان چڑھتا اور شریعت پر استقامت نصیب ہو جاتی۔ یوں آپؒ کے نفس مسیحا اور نظر کیمیاء اثر نے لاکھوں افراد کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور ہزاروں کو منزل عرفان و طریقت سے ہمکنار کر دیا۔ حضرت

Marfat.com

کے ہاں سختی کے بجائے نرمی اور دلسوزی تھی

غیور و جسور

صوفیاء اور بزرگوں کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے کی رسم کا آغاز اسلام ہی سے جاری ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صحابہ کرام نذرانے پیش کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اکثر کا شرف قبولیت بخشتے تھے۔ مربی فطرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینے کی تلقین فرمائی ہے۔

"تہادو اتحابوا"

یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیئے دیا کرو تاکہ باہمی الفت و محبت میں اضافہ ہو۔ بزرگان دین کی خدمت میں جو کچھ ازراہ عقیدت پیش کیا جائے اسے ادباً نذر یا نذرانہ کہتے ہیں۔ بد نصیبی سے دور حاضر میں پیری کو عموماً دنیا کمانے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ چنانچہ پیر صاحبان مرید کے حالات سے بے نیاز ہو کر نذر و نیاز کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہ طرز عمل تصوف و طریقت کی توہین ہے۔ شیخ و پیر کا اصل کام نذرانے اکٹھے کرنا نہیں بلکہ مرید کو متبع سنت کرنا ہے۔ نذرانہ قبول کرنا محض سنت کے طور پر ہو۔ مردان حق نے اسی نقطہ نظر کو ہمیشہ بنیاد عمل بنایا ہے۔ ہمارے حضرت اقدس اس معاملے میں نہایت غیور و جسور تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے!!

جو پیر مرید سے امید رکھتا ہو وہ پیر نہیں دیوث ہے اور جو پیر مرید کے لئے کسوٹی کا درجہ نہیں رکھتا وہ گدھا ہے۔ یعنی آپ کی نظر میں جو پیر مرید کی دولت پر نظر رکھے اور اس کے تعاون و اعانت کی امید رکھے وہ دیوث ہے اور جس پیر کو اپنے مرید کے ظاہر و باطن کے بھلے اور برے کا پتہ نہ لگے وہ گدھا ہے۔ آپ اس مثل مشہور پر عمل پیرا تھے

Marfat.com

لا طامع ۔ لا مانع ۔ لا باتت

یعنی طمع نہ کیجئے ، آجائے تو منع نہ کیجئے ، اور پھر اسے اپنے پاس جمع نہ کیجئے

حضرت والاؒ نے بہت کم لیا اور بہت زیادہ دیا ۔ لیتے وقت یوں محسوس ہوتا تھا شہنشاہ ذی اقتدار محض غلاموں کی دلنوازی کے لئے ان کے اخلاص بھرے نذرانے قبول فرمارہے ہیں اور دیتے وقت یوں لگتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں وسیع خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی ہیں ۔ بیعت کے وقت کوئی نذرانہ پیش کرتا تو آپؒ اکثر فرماتے ! بیعت کا یہ مقصد نہیں ۔ تاکہ جو غلط فہمیاں لوگوں نے اس مقدس طریقہ کار میں پھیلائی ہیں پہلے دن ہی ان کی جڑ کاٹ دی جائے اور مرید ہونے والا کان کھول کر سن لے ، بیعت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچنے کا وسیلہ ہے مال کمانے کا ذریعہ نہیں ۔ ہمارے حضرت اقدسؒ نذرانہ پیش کرنے والے کی قلبی کیفیت کو بھی سامنے رکھتے تھے اور گھریلو حالت کو بھی ۔ خدانخواستہ کسی کی نیت میں خرابی ہوتی تو کبھی قبول نہ فرماتے اکثر طور پر سیاسی لوگوں کے نذرانوں کو قبول نہیں فرماتے تھے ۔ نیت کی خرابی کئی قسم کی ہوسکتی ہے مثلاً غرور و تکبر ، ریا و تکلف ، وغیرہ اگر دل ان امراض سے پاک ہوتا مگر گھریلو حالات ٹھیک نہ ہوتے تو قبول فرمالیتے مگر کسی طریقے سے لوٹا دیتے مثلاً پہلے وصول فرمالیا پھر اسے دیتے ہوئے فرمایا " ہم نے قبول کرلیا ، اب یہ ہماری طرف سے ہے ۔ " کبھی اس کا کوئی چھوٹا عزیز ، بچہ ساتھ ہوتا ، تو اسے کچھ عنایت فرما دیتے ۔ کبھی واضح فرمادیتے کہ ادھار لے کر نذرانے دینے کی کیا ضرورت ہے ۔ یا تمہارے ہاں فلاں چیز کی ضرورت ہے اس کو پوری کرو ۔ بعض خوش نصیب لوگ گھر سے چلتے اور دعائیں کرتے کہ کاش حضور ہمارا نذرانہ قبول فرمالیں اور ایسے لوگوں پر حضرت والاؒ کی نوازشات بھی ان کے حسن نیت کی بنا پر زیادہ ہوتی تھیں ۔

حضرت والاؒ طلباء سے نذرانے نہیں لیتے تھے بلکہ فرماتے کہ تم ابھی طالبعلم ہو اور تمہیں ضرورت کتابیں ہیں وہ لیا کرو ۔ غرضیکہ حضرت والاؒ نذرانوں کے قبول

Marfat.com

کرنے کے سلسلے میں حد درجہ غیور واقع ہوئے تھے

خود داری و استغناء

حضرت اقدسؒ فیوض نبوتؐ کے امین صادق اور طالبان حق کے امیر کامل تھے۔ ظاہر جمال شریعت سے تابندہ اور باطن کمال ولایت سے درخشندہ تھا۔ ذکر الٰہی آپ کا وظیفہ، اتباع سنتؐ آپ کا طریقہ اور حفظ شریعت آپ کا پیشہ تھا۔ دل حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور، ذہن علم و حکمت سے بھرپور اور مزاج عالی شہرت کے تصور سے نفور تھا۔ حضرت والاؒ کا وجود گرامی تشنگان عشق و معرفت کے لیے سراپا فیض تھا۔ آپ گم گشتگان راہ کے ہادی اور غمزدگان کے مسیحا تھے۔ فقر غیور کے پیکر، رشد و ہدایت کے مظہر اور علم و عرفان کی شمع روشن تھے۔ غرض یہ کہنے سننے کی نہیں آنے اور پانے کی بات تھی۔ حضرت اقدسؒ خودداری و استغنا کے پیکر اتم تھے یہی وجہ تھی کہ آپؒ کبھی سربراہان مملکت کے دروازوں پر نہیں گئے بلکہ بڑے بڑے سربراہ آپؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر نیاز حاصل کرتے رہے۔ آپ نے زندگی بھر کسی سے سوال نہ کیا۔ آپ کی ذات پر خود داری و استغنا کو رشک آتا تھا۔

علمی مقام و جامعیت

جس وصف نے آپؒ کی شہرت کو کمال اور اوج ثریا تک پہنچایا وہ آپ کا علمی مقام ہے کہ آپؒ جس موضوع پر بھی گفتگو فرماتے اس کا حق ادا فرماتے تھے۔ دنیا کے ہر علم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ دنیا کے تمام ممالک، ان کی آبادی، بولی جانے والی زبانیں، کرنسی، رہنے والی کمیونٹی، پیدا ہونے والی اجناس، پھل، پھول، حیوانات، لباس، انڈسٹریز، تعلیم کی شرح، مذہب، پیدائش، اموات وغیرہ

Marfat.com

کے بارے میں زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ ہر سال کے تازہ ترین اعداد و شمار اور یہ اعداد و شمار صرف امریکہ، فرانس، کویت اور افریقہ کے متعلق ہی نہیں بلکہ ان ملکوں سے متعلق بھی جن کا نام بھی ہم میں سے بہت سوں نے نہیں سنا ہوگا۔ اپنے اپنے فن کے ماہرین آپ سے جدید ترین کمپیوٹر سائنس، جدید ترین لباس، جدید ترین اسلحہ، جدید ترین الیکٹرونکس، غرض دنیا کے کسی بھی موضوع پر بات کر کے ششدر رہ جاتے تھے۔ ایک جنرل نے ایمونیشن پر بات کی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا

پاکستان سیکورٹی پرنٹنگ پریس کے ایک اعلیٰ افسر نے نوٹوں اور ڈاک ٹکٹ کی پرنٹنگ سے لے کر ترسیل تک ہر موضوع پر گفتگو کی تو حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ حکیم سعید صاحب سے طب پر گفتگو فرمائی تو حکیم صاحب اش اش کر اٹھے اور دوسرے دن فون کر کے اس حیرت کا اظہار کیا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی انسان کی ذہنی صلاحیت و قوت اس قدر بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اسے بیسیوں کتابوں کے صفحہ نمبر حتیٰ کہ پیراگراف نمبر تک زبانی یاد ہوں۔

درس نظامی کے اساتذہ سے گفتگو فرماتے تو وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے تھے۔

حضرت والاؒ ہر مفسر کے مقام و مرتبہ سے آشنا اور اس کی تفسیر کے بارے میں اپنی صائب رائے کا اظہار فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کی خصوصیات و امتیازات کا ذکر کرتے چنانچہ متقدمین میں امام فخرالدین رازیؒ، امام قرطبیؒ، ابن کثیر، اور علامہ محمود آلوسیؒ بغدادی کی تفاسیر کو ترجیح دیتے اور متاخرین میں تفسیر مظہری اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی نامکمل تفسیر کے ازحد مداح تھے۔ اس طرح تفسیر ضیاء القرآن از حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت والا فرماتے! کہ اب ایسی تفسیر لکھی جائے جو مطالب قرآنیہ کو توضیح و تشریح اور ربط آیات کے علاوہ قدرے احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ و تابعین پر اور بقدر ضرورت لطائف و معارف اور نکات و مسائل مشکلہ کی تحقیقات اور افکار باطلہ کی تردید اور معترضین کے شبہات و اعتراضات کے جوابات پر بھی مشتمل ہو اور ساتھ جدید مسائل پر بھی

سیر

Marfat.com

حاصل بحث ہو۔ تاکہ کلام خداوندی کی عظمت وشوکت اور اس کی جامعیت اور اس کے اعجاز کا کچھ نمونہ نظروں کے سامنے آجائے۔ پھر یہ کہ وہ ترجمہ اور تفسیر سلف صالحین کے مسلک سے ذرہ برابر ہٹا ہوا نہ ہو۔ عہد نبوت اور عہد صحابہ و تابعین سے لے کر اس وقت تک امت کے راسخین فی العلم نے جس طرح قرآن حکیم کا مطلب سمجھا ہے اسی طرح امانت کو بلا کسی خیانت کے مسلمانوں تک پہنچا دیا جائے۔ حضرت اقدس بحیثیت متکلم اسلام بھی منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ آپ کی متکلمانہ باتیں سن کر امام ابوالحسن اشعری، امام ابو منصور ماتریدیؒ، علامہ تفتازانیؒ، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کا نقشہ چشم تصور کے سامنے آجاتا۔ اسی شان تکلم کو دیکھ کر ان متکلمین اسلام کی عظمت اور جلال دلوں میں جاگزیں ہوجاتی اور بے ساختہ زبان پکار اٹھتی

وہ دریا کیسا ہوگا جس کے قطرے یہ سمندر ہیں

جب آپؒ ذات و صفات باری تعالیٰ جیسی مباحث کی تشریح فرماتے تو عجیب سے سامعین سرشار ہوجاتے اور انسان حیران رہ جاتا کہ یہ کسب استعداد کی کرشمہ سازی ہے یا وہبی لطائف غیبی۔ مسئلہ تقدیر، مسئلہ رویت باری تعالیٰ اور مسئلہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام میں جو داد تحقیق دیتے اور ان مسائل میں اہلسنت اور معتزلہ وغیرہ کے مسالک میں عجیب انداز سے امتیاز فرماتے۔ اہل علم اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے۔ معتزلہ و خوارج اور روافض و نواصب کے افکار باطلہ کی بیخ کنی فرماتے اور ادق مسائل کو انتہائی سادہ اور دلنشین انداز میں بیان فرماتے تھے۔ حضرت اقدسؒ جب حدیث شریف کے موضوع پر بحث فرماتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے اپنے عہد کا محدث گفتگو کر رہا ہوں۔ آپؒ کا محدثانہ رنگ اپنی پوری جلوہ طرازیوں کے ساتھ سامنے آتا۔ آپؒ نہ صرف ایک بہترین محدث تھے بلکہ علم حدیث کے عظیم الشان ناقد محقق اور شارح بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام اوصاف و خصوصیات سے متصف تھے جو کہ ایک عالی مرتبت محدث کے لئے ضروری اور لازمی ہیں

Marfat.com

آپ حدیث کے موضوع پر گفتگو فرماتے تو جہاں آپ جرح و تعدیل کی طرف اشارات فرماتے اور وہاں اسماء الرجال پر بھی گفتگو فرماتے تھے۔

آپؒ کے نزدیک حدیث کا نصف علم رجال سے متعلق ہے۔ حدیث کی قبولیت و عدم قبولیت، صحت و ضعف اور اسی قبیل کے دوسرے فیصلے داخلی پہلو سے ہٹ کر خارج میں رجال ہی پر موقوف ہیں۔ کس درجہ کی ہے۔ وہ شخصیت جو سلسلہ سند میں موجود ہے اس کا پایہ علمی ثقاہت، حفظ و ذکار، احتیاط و ورع، تقویٰ و دیانت اور حدیث کے قبول کرنے کی وہ تمام شرائط جو ان میں ہونی چاہئیں کیا اس میں موجود ہیں یا نہیں؟ آپ کے نزدیک فن رجال روح ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق مناط، تخریج مناط اور تنقیح مناط جیسے غامظ مصطلحات کا ذکر ہوتا تو ان کا بھی بھرپور حق ادا فرماتے۔ روایت کے ساتھ تدبر و درایت کو بھی بروئے کار لانے کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت والاؒ جس طرح علوم نقلیہ و شرعیہ اور عربیہ میں ایک خاص منفرد مقام کے حامل تھے اسی طرح علوم معقول میں بھی آپ اجتہادی فکر و نظر کے مالک تھے۔ حضرت اقدس "منطق و فلسفہ" کے متعلق متوازن و معقول رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ان علماء کو جو منطق کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اور اس فن کو موجودہ دور میں بالکل ایک مہمل محض سے تعبیر کرتے ہیں ان کے سخت خلاف تھے اور نہ ہی حد سے زیادہ مشغولیت کے قائل تھے۔ آپؒ کو علم تاریخ کے ساتھ خصوصی شغف تھا اور ہزارہا تاریخی وقائع و نوادر آپؒ کو یاد تھے۔

حضرات خلفاء راشدینؓ اور دیگر خلفاء بنی امیہ و بنی عباس اور دیگر مسلمان ملوک و سلاطین کے بارے میں آپ بہت جانتے تھے۔ دور حاضر کے مسائل اور محاضرات پر بھی آپ کی نظر وسیع تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپؒ کی معلومات ماہرین فن کو حیران و ششدر کر دیتی تھیں۔ حضرت والاؒ کی شخصیت ان گنے چنے اصحاب علم و فضل میں تھی جن کے متعلق عربی شاعر نے کہا ہے کہ

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی الواحد

Marfat.com

حضرت اقدس طلبہ کو تلقین فرماتے تھے

کہ طلباء کو عبارت کی صحت پر خاص توجہ کرنی چاہیئے اور نحوی و صرفی قواعد رکھنے چاہیئں کیونکہ عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ طالبعلم کس پانی میں ہے۔

سراپا شفقت و محبت

ملاقات کے وقت طلاقت وجہ ایک دینی امر ہے اور حدیث شریف میں ہے اسے نیکی سے تعبیر کیا گیا ہے من البران تلق اخاک بوجہ طلق۔ لیکن اس وصف سے علم سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت محروم ہے۔ الا ماشاء اللہ بلکہ ان کے غلط زعم میں ان کی بڑائی کا امتیاز اسی میں ہے کہ وہ اپنے طبقہ اور ہم جنسوں سے عموماً اور دیگر عام لوگوں سے خصوصاً ناک بھوں چڑھا کر اور رخ پھیر کر بات کریں مگر واقعہ یہ ہے کہ ایسے لوگ حقیقت علم سے محروم ہوتے ہیں۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے

حاصل خواجہ بجز پندار نیست

حضرت والاؒ سے ملاقات کرنے والا ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ آپؒ اس کے لیے دیدہ دل فرش راہ کر رہے ہیں۔ آپؒ آنے والے کو اپنی شفقت و محبت سے نہال کر دیتے تھے۔ ملنے والوں کے لیے نشست گاہ اور اکل و شرب کا اہتمام دیدنی ہوتا تھا۔ اکرام ضیف کا اتنا بڑا اہتمام کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ جتنا کہ آپؒ کے ہاں تھا۔ ملاقات کے لیے جمعہ کا دن مقرر تھا۔ دوپہر ڈیڑھ بجے تک ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جو افراد جمعہ کے علاوہ ملاقات کے خواہشمند ہوتے تو وہ بیٹھنے کے وقت طے کر کے مل سکتے تھے۔ حضرت اقدس خطوط کا باقاعدہ اہتمام کے ساتھ جواب مرحمت فرماتے تھے۔ آخر دم تک بذریعہ خطوط رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

Marfat.com

فیض و تاثیر

Marfat.com

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں اتنی کیفیت، آپ کی نسبت باطنی میں، قوت اور کلام میں ایسی دلآویزی تھی کہ بجلی کی طرح کا اثر کرتا تھا اور حسب استعداد مدت تک اس کا اثر رہتا تھا۔ ایک دفعہ محترم علامہ علی قادری الازہری صاحب (مدیر اعلیٰ ماہنامہ منہاج القرآن) کی معیت و رفاقت میں کراچی دربار عالیہ حاضری ہوئی۔ تو میری زبان پر یہ اشعار بے اختیار جاری تھے۔

نہ ہو دیدار میسر تو نہ ہو
در جاناں کی زیارت ہی سہی
نہ ہو قسمت میں مرے ساغر مے
ترے میخانہ کی خدمت ہی سہی

خادم نے جاکر عرض کیا کہ لاہور اور ملتان سے دو خدام بغرض زیارت حاضر ہوئے ہیں۔ آپؒ اذکار و اشغال میں مشغول تھے۔ آپؒ نے اندر سے پیغام بھیجا کہ ہم دعا کرتا ہے اور غوث اعظم کا مرید ہمیشہ بامراد و کامیاب ہوتا ہے اور فرمایا کہ اب جاؤ اس کے بعد مجھ احقر کو ایک عرصہ تک غلبہ محبت میں گریا تھمتا نہیں تھا اور بے خودی ازحد طاری رہی۔ حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ العزیز تلقین اور ذکر سے فیض مریدوں کو دیتے تھے کہ جب آپ نے کوئی مضمون فرمایا گو معمولی بات ہو، ہر چیز کے انوار طالب پر جو سامنے ہوتا طاری ہوتے تھے۔ بقول بالغہ کو ہر کلام کے انوار جو مراقبہ و مقامات سے حاصل ہوتے تھے ان کو اسی سے حاصل ہوتے تھے۔ ایک بار ہم حاضر دربار ہوئے اس وقت بڑا مجمع اہل علم کا

Marfat.com

آپؒ کے پاس تھا۔ آپؒ اسمائے باری تعالیٰ کو بڑے جوش و خروش سے بیان فرماتے تھے جس سے سامعین پر بڑی ہیبت چھا رہی تھی اور ہر شخص کو ایسا لطف آرہا تھا کہ گویا آج ہی ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ باطنی مشغولیت، استغراق اور توجہ الی اللہ کے باوجود آپؒ کا علمی ذوق اور استحضار قائم تھا۔ حدیث و فقہ پر گہری نظر تھی۔ بعض مرتبہ ایسی غلطیوں پر تنبیہ فرماتے اور ایسی جزئیات بیان فرماتے کہ ماہرین اہل علم و درس کو تعجب ہوتا تھا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ بزرگ کس مرتبہ اور ولی کس پایہ کے تھے اس کا حال تو وہی بتا سکتا ہے جو خود بھی بزرگ، عارف اور ولی کامل ہو۔ اپنے کو تو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ حضرت والاؒ کے کمالات و فضائل اپنی جگہ پر بجا ہیں۔ آپؒ کی زندگی کے آخری چند سالوں میں اس نامہ سیاہ کو آپؒ سے نیاز اور اپنی بساط کی حد تک گہرا نیاز حاصل رہا اور میں نے انہیں ایک بہترین انسان پایا۔ حضرت والا کی بزرگی کے قائل، خوش عقیدہ، حضرات جس بنا پر بھی ہوں، اپنی نظر میں تو آپؒ کی بڑی کرامت آپؒ کا ایثار، انکسار، تواضع، بے نفسی ہی ہے، علم و فضل، فقر و درویشی کی بحثوں کو چھوڑیئے لیکن جہاں تک۔

ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا

خاکساری اپنی کام آئی بہت

مریدین و متوسلین فرط محبت سے پیروں کو چھوتے یا قدم بوسی کی کوشش کرتے تو حضرت والاؒ اس کا بہت برا مناتے اور فرماتے "استغفر اللہ" ہم کو کیوں گنہگار کرتا ہے۔ آنے والوں کا کھڑا ہو کر استقبال فرماتے اور بعضوں کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کرنے کی طرح جاتے ہوئے بھی کھڑے ہو کر رخصت فرماتے تھے۔ دعاؤں سے نوازتے

Marfat.com

سر پر ہاتھ پھیرتے اور کمر پر تھپکی دیتے اور کبھی کبھی دروازے تک بھی ساتھ جاتے
ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ یاں
کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

حضرت والاؒ کے چہرہ اقدس پر نگاہ ڈالنے سے طمانیت نصیب ہوا کرتی تھی۔ نگاہ سے نگاہ ملنے کا موقع جب میسر آتا دلکشی، رعنائی، زیبائی، بہ حیثیت مجموعی ایسی محسوس ہوتی کہ دل بے اختیار آواز دے اٹھتا تھا

قربان یک نگاہ تو عمر دراز ما

کم و بیش آٹھ دس سال اس منظر پر گذر چکے اور معلوم ہوتا ہے کہ بات کل کی ہے دماغ پر نقش اتنا گہرا اور دل پر تاثر زبردست کم ہی ہوتا ہے۔ حضرت والاؒ کی قرات کا لہجہ خالص عربی تھا ایسے انداز میں گفتگو فرماتے جیسے معصوم بچہ عربی لب و لہجہ میں اردو زبان کی عجیب لذت و حلاوت ہوتی تھی۔

وہ جنت نگاہ یہ فردوس گوش ہے

حضرت والاؒ کی امامت میں نمازیں ادا کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ عجب سماں ہوتا تھا۔ تجوید خود ایک مستقل فن ہے۔ اس کے معیار سے اظہار رائے صرف ماہرین فن کا کام ہے۔ یہاں ذکر آواز کی صرف دلکشی و تاثیر کا ہے۔ احقر کو اچھے اچھے قاریوں کے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ مشہور و غیر مشہور دونوں قسم کے بعض باکمالوں کی داد بھی دل کھول کر دی ہے۔ بعض سے طبیعت متاثر بھی بہت ہوئی ہے۔ لیکن اس درجہ موثر لہجہ، ایسے خوبصورت بول، شاید ہی کبھی کسی کے سننے میں آئے ہوں۔ ہر لفظ معلوم ہوتا تھا کہ سانچے میں ڈھلا ہوا نکل رہا ہے اور پھر بالکل ہی سادہ و بے تکلف۔ کہیں سے تصنع بھی نہیں ہوتا تھا کہ

Marfat.com

کوئی سخن فن کے قواعد کے لحاظ سے ادا کیا جارہا ہے ۔ صاف یہی معلوم ہوتا تھا کہ قدرتی لہجہ اور طبعی لحن ہے ۔ جی چاہتا تھا کہ حضرت والاؒ طویل قرات فرمائیں اور ہم سنتے رہیں ۔ آپ قرات ختم فرماتے تھے اور ادھر حسرت باقی رہتی تھی ۔ بزرگ کئی دیکھے لیکن یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت والاؒ نور اللہ مرقدہ کی شان ہی سب سے الگ ، سب سے نرالی تھی ، نہ فقر و فاقہ ، نہ تجرد ، نہ بیوی بچوں کا ترک ، اور نہ شدید قسم کے مجاہدے ، اور نہ رسمی درویشی اور نہ مشیخت کے کوئی سے بھی آداب و رسوم بلکہ دیکھنے میں سارا سامان دنیا داری ہی کا موجود ، اچھے خاصے بلند مکان ، نوکر چاکر ، کھانے دو دو تین قسم کے ، لباس خاص اجلا شفاف ، غرض بظاہر ہر طرف دنیا ہی دنیا لیکن وہ دنیا ایسی کہ اس کے ہر جزو پر دین کی حکومت غالب ، طبیعت و بشریت کی پوری پوری آزادیاں ، لیکن وہی شریعت کی پابندی بھی دیکھنے میں آتی تھی ۔ بزرگی کے دعوے نہیں ، درویشی کی تعلیاں نہیں ، مشیخت کی شیخیاں نہیں ، جذب کی شوخیاں نہیں ، بلکہ الٹا تقصیروں کا اعلان ، لغزشوں کا اشتہار ، ہائے ہائے کوئی اس عبدیت کی دلآویزی لا کہاں سے سکتا ہے !

لاکھوں لگاؤ ، اک چرانا نگاہ کا !!

"عبدیت کا مرتبہ اور انابت کا جو درجہ ہے کونسا حال اور کونسا مقام اسے پاسکا ہے : ربنا ظلمنا انفسنا کی آہ و زاری ابو البشر کے جو مرتبے بڑھائے ، کس بشر کی مجال ہے کہ انہیں بھلا سکے؟ بڑی سے بڑی ریاضتیں ، بڑے سے بڑے مجاہدے بھی اس ایک شکستگی ، اس ایک افتادگی ، اس ایک بے چارگی کے مقابل پر لائے جاسکتے ہیں ؟

Marfat.com

کہ خونچکاں کفن میں ہزاروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں صوفیوں کے سے دعوے نہیں ہوتے تھے ، مجذوبوں کے سے احکام جاری نہیں ہوتے تھے ، کشف و کرامات کے چرچے اور تذکرے بھی نہیں ہوتے تھے اور نہ بڑا زور خوابوں اور کیفیات کا ہوتا تھا اور زیادہ اہمیت و اہتمام کے ساتھ ذکر و شغل کے حلقے بھی نہیں ہوتے تھے۔ عقیدت دینی ، مذہبی ، روحانی رنگ کی جس زور و قوت ، جوش و ولولے سے حضرت والا کے ساتھ ہوئی کسی دوسری زندہ ہستی کے ساتھ نہ تھی ، لیکن عقیدت سے ذرا ہٹ کر ایک شے محبت بھی ہے یہ محبت کئی موجود شخصیات سے ہوئی لیکن جو چیز حضرت والا میں محسوس ہوئی وہ کہیں نہیں دیکھی ۔ عالم و فاضل ، ذاکر و شاغل ، عابد و زاہد ، بزرگ و درویش ہونا اور چیز ہے اور حکیم و مصلح ہونا کچھ اور ۔

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

مجلس کے مذاکرے تو اکثر ہی یاد رکھنے اور نوٹ کیے جانے کے قابل ہوتے تھے ایک روز کی گفتگو آج تک یاد ہے فرمایا !!

صوفیا کرام عالم اسلام کی بہتری کے لئے سب سے بڑی جو جدوجہد کر سکتے ہیں وہ مسلمانوں کے اندر روحانیت اور ان کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا سچا جذبہ پیدا کرنا ہے ۔ روحانیت سے مراد لوگوں کی ایسی اخلاقی اور روحانی تربیت ہے جس سے ان کے دلوں میں صدق اور اخلاص پیدا ہو، خشیت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو تقویٰ پرہیزگاری اور ذوق پیدا ہو حضرت والا نے ...

Marfat.com

لے لئے مشیر باتدبیر بھی تھے اور پیر روشن ضمیر بھی۔

اے تو افلاطون و جالینوس ما

حضرت والا کی نظر کتابوں پر بہت زیادہ نہیں رہتی تھی۔علوم ومعارف کے چشمے تو بس اندر ہی اندر ابلتے رہتے تھے۔ حضرت والاؒ عالی ظرفی اور شرافت نفس کے بادشاہ تھے۔ حضرت والاؒ کو خودرائی اور خود بینی سے سخت نفرت تھی۔اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی عظمت و عقیدت آپ کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ آپؒ طبعاً ہنگاموں، سیاسی جلسوں اور جلوسوں سے الگ رہنا پسند فرماتے تھے۔ لیکن جب بھی اسلام اور مسلمانوں کی کسی اہم دینی ضرورت نے شرکت کا تقاضا کیا تو آپؒ سرپرستی فرماتے رہے۔ پاکستان میں متعدد مدارس کے سالانہ جلسہ ہائے دستار فضیلت کی صدارت فرماتے اور طلباء و علماء و عوام کو روحانی برکتوں سے بھرپور و معمور فرماتے تھے۔ حضرت قائد محترم اور ادارہ منہاج القرآن پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت والاؒ قومی و ملکی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے اور برملا حق کا اظہار فرماتے تھے۔ آپؒ بلاخوف لومۃ لائم حقیقت کا اظہار فرماتے تھے کہ:

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق\
ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

حق والے کبھی وقت کے دھارے کے ساتھ نہیں بہتے بلکہ ہواؤں کے رخ پھیرتے ہیں۔ ہوتا ہے ان کا یہی نعرہ رستاخیز، اگر زمانہ نہ بتو نسازد تو بہ زمانہ ستیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو فقیہانہ دماغ عطا کیا گیا تھا۔ فوراً بات کی گہرائی تک پہنچ جاتے۔ علم فقہ و فرائض سے متعلق پیچیدہ مسائل آپؒ بلا تامل حل فرما دیتے تھے۔ حضرت والا کی باتیں ٹھوس، پرمغز اور معنی خیز ہوا کرتی تھیں طرز تکلم دھیما اور نرم تھا۔

Marfat.com

فرشتوں کی اداس برکھا

Marfat.com

حضرتِ والاؒ دنیائے ولایت کے اس آفتاب کا نام ہے جس کی تابدار کرنوں کے فیض سے بحالی غلبۂ اسلام کی عظیم تحریک " منہاج القرآن " کا آغاز ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت قلیل عرصے میں اس مشن کو وہ تحرک (Momentum) ملا کہ آنے والا ہر لحہ اس تحریک کی مقبولیت اور وسعت کا پیامبر بن گیا۔ پروفیسر صاحب ایسی عبقری اور نابغۂ روزگار شخصیت کی تمام تر علمی، فکری، تحریکی اور انقلابی سوچ دراصل اس روحانی بیعت کا نتیجہ ہے جو انہوں نے حضرت والاؒ کے دست حق پرست پر کی۔

حضرت والاؒ خاندان گیلانیہ کے وہ چشم وچراغ تھے جنہیں عالم جوانی ہی میں اپنے جد امجد غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ بغداد سے نقل کر کے کوئٹہ چلے جائیں اور برصغیر میں رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیں۔ روایت کے مطابق خاندان گیلانیہ کا جو فرد عمر میں سب سے بڑا زہد و ورع اور صلاح و تقویٰ میں سب سے ممتاز ہو ، انہے "نقیب الاشراف" کے عہد پر فائز کردیاجاتاہے۔ نقیب الاشراف دربار سیدنا غوث الاعظم کا سب سے بڑا انتظامی منصب ہے۔ اہل عراق کسی حکمران کی قدرو منزلت نہیں کرتے جس قدر تعظیم و توقیر خاندان گیلانیہ کی کرتے ہیں۔ حضرت والاؒ کو صدر عراق کی طرف سے دو مرتبہ "نقیب الاشراف" کے عہدہ پر فائز ہونے اور بغداد واپس چلے آنے کی پیش کش ہوئی مگر اپنے جد امجد حضرت سیدنا غوث الاعظمؓ کے حکم پر سلسلہ رشد و ہدایت کے فروغ کے لئے برصغیر میں آئے اس ہستی جلیل نے نقیب الاشراف کے منصب تک محدود ہوجانا پسند نہ فرمایا بلکہ اتباع سنت اور تعلیمات طریقت و سلوک کے آزادانہ فروغ کے لئے اپنے روحانی مرکز سے

Marfat.com

دوری تک گوارا کرلی۔ چنانچہ آج تک یہاں اس چشمے سے پیاسے [illegible]

پیاس بجھا رہے ہیں۔ حضرت والاؒ کی شخصیت شریعت و طریقت کے رموز اور علم و فضل کا حسین امتزاج تھی۔ علوم شرعیہ متداولہ کے علاوہ بھی آپ کو علم کی لاتعداد شاخوں پر تبحر العقول دسترس حاصل تھی۔ حضرت والاؒ کی مجلس میں کسی بھی موضوع پر گفتگو چل نکلتی، معلومات و معارف کا سمندر موجزن ہوجاتا تھا۔ آپؒ کی وسعت نظر و جلالت علمی آدمی کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھی۔ آپؒ کی ذات گرامی "انسائیکلوپیڈیا" کی حیثیت رکھتی تھی۔ عصر حاضر کے جغرافیائی و سیاسی حالات ہوں یا اقوام عالم کے مناقشات و نزاعات کسی خطۂ ارضی کے مخصوص احوال ہوں یا کسی انسان کے اطوار و معمولات کسی بھی پہلو پر گفتگو کی جاتی۔ آپؒ کی حقائق اور دلائل پر مبنی گفتگو سامع کو اپنے حلقہ اثر میں لے لیتی تھی۔

آلائشوں سے پر آج کے اس دور میں حقیقی تصوف کو زندہ اور متحرک شکل میں دیکھنا مقصود ہوتا تو حضرت والاؒ کو دیکھ لینے سے قلب و نظر کو جلا ملتی تھی۔ آپؒ میں اولیاء کاملین کے تمام اوصاف محمودہ بہ تمام و کمال موجود تھے۔

تزکیہ نفس، تصفیہ باطن، صدق و اخلاص، زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت میں حضرت والاؒ اپنی مثال آپ تھے۔ زہد و ورع کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشف و کرامات سے بھی نوازا تھا۔ حضرت والاؒ کی ذات گرامی حقیقی اسلامی تصوف کا مجسم پیکر تھی۔

تحریک منہاج القرآن کی ترقی، اس تحریک کا ملک کے گوشے گوشے میں فروغ اور بیرون ملک اس کے پیغام کی اشاعت بھی دراصل آپؒ کی روحانی توجہ اور چشم فیض ہی کا نتیجہ ہے۔

حضرت والاؒ نے ۱۹۸۳ء میں ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ کا سنگ بنیاد رکھا تھا جو آپؒ کی خصوصی دعاؤں کے نتیجے میں صرف ڈیڑھ دو سال کے قلیل عرصے میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے [illegible]

Marfat.com

آج پوری دنیا کے لئے چشمہ فیض کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

۲، ۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو پہلی دو روزہ مرکزی منہاج القرآن کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت والاؒ نے فرمائی۔

پانچ روزہ مصروفیات

لاہور میں حضرت والاؒ کی پانچ روزہ مصروفیات میں منہاج القرآن کانفرنس کی صدارت کے علاوہ جامع مسجد منہاج القرآن، سیکرٹریٹ، مزمل مسجد ٹاؤن شپ، جامع مسجد تجلی کعبہ شادمان، کا افتتاح۔ غوث الاعظمؒ کانفرنس کی صدارت فرمانا، منہاج القرآن یونیورسٹی کمپلیکس کے سنگ بنیاد کی تنصیب، مختلف اوقات میں خواتین و حضرات آپؒ کے دست اقدس پر بیعت، درگاہ حضرت داتا گنج بخش پر حاضری، اجتماع جمعہ میں خصوصی دعا اور جلسہ مراڑیاں ضلع گجرات میں شرکت جیسے پروگرام شامل تھے

حضرت والاؒ پروفیسر صاحب کی خصوصی دعوت پر ۱۰ مارچ ۱۹۸۷ء بروز منگل بذریعہ تیزگام کراچی سے لاہور تشریف لائے۔ آپؒ کے استقبال کے لئے پروفیسر صاحب کی قیادت میں لاہور ریلوے سٹیشن پر مریدین و معتقدین کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اپنے روحانی مرشد کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ جامعہ کے بیس طلباء پر مشتمل ایک چاق و چوبند حفاظتی دستہ پلیٹ فارم کے جنگلے کے ساتھ مستعد کھڑا تھا۔ گاڑی کی آمد کا سگنل ڈاؤن (Down) ہوتے ہی لوگوں میں جذبات عقیدت و محبت نے ایک قابل دید ہلچل مچادی اور فضا "نعرۂ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرۂ غوثیہ" اور ساڈا پیر دستگیر کی صداؤں سے گونج اٹھی۔ جونہی ٹرین پلیٹ فارم پر آئی اس پر گلاب کی پتیاں بارش کی طرح برسنے لگیں۔ ایک عجیب عالم و کیف مستی تھا۔ ٹرین کے رکتے ہی پروفیسر صاحب حضرت والاؒ کے صاحبزادگان سید عبدالقادر جمال الدین۔ سید محمد ضیاء الدین

Marfat.com

کے استقبال کے لیے ان کے مخصوص ڈبے میں داخل ہوئے ۔ پروفیسر صاحب کی معیت میں جناب اختر رسول اور ادارہ کے عہدہ داران نے بھی حضرت والاؒ کی دست بوسی کی سعادت حاصل کی ۔ جب حضرت والاؒ ٹرین سے اترنے کے لیے ڈبے کے دروازے پر آئے تو نعروں اور پھولوں کی بارش میں مزید تیزی آگئی ۔ ایک طرف گلاب کی پتیوں کا رقص جاری تھا اور دوسری طرف "شہزادہ غوث الوریٰ" مرحبا مرحبا کی لے بلند ہورہی تھی ۔

حضرت والاؒ نے دست مبارک ہلا ہلا کر لوگوں کے نعروں کا جواب دیا اور پھر تمام حاضرین ، ادارہ منہاج القرآن اور استحکام پاکستان کے لیے دعا فرمائی ۔ اسٹیشن سے آپؒ کو کاروں ، ویگنوں اور موٹر سائیکلوں کے جلوس کے جلو میں براستہ ڈیوس روڈ ، نہر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ، نیو کیمپس ، گارڈن ٹاؤن ، اور فیصل ٹاؤن سے ہوتے ہوئے ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ لایا گیا جہاں پہنچ کر گاڑی سے اترتے ہی آپؒ نے ادارہ کی ترقی اور تحریک غلبہ اسلام کی کامیابی کے لیے خصوصی دعا فرمائی ۔ اس کے بعد حضرت والاؒ سیکرٹریٹ کے صدر دروازے پر تشریف لائے اور یہاں کھڑے ہوکر وابستگان ادارہ کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا ۔ یہاں سے آپؒ کو پروفیسر صاحب اپنی رہائش گاہ پر لے گئے جو ادارہ کے قریب واقع ہے ۔

بعد نماز مغرب پروفیسر صاحب کی رہائش کے سامنے واقع پارک میں محفل میلاد منعقد ہوئی جہاں آپؒ کی تشریف آوری پر تمام حاضرین ادب و احترام سے کھڑے ہو گئے اور محفل نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھی ۔ آپؒ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے ۔ دائیں بائیں دونوں صاحبزادگان تشریف فرما تھے ۔ حضرت والاؒ کی توجہ نے حاضرین کے عالم کیف و مستی کو عجیب روحانی لذتوں سے سرشار کر دیا ۔

اس روح پرور محفل میلاد کے بعد حضرت والاؒ نے جامع مسجد منہاج القرآن کا افتتاح فرمایا ۔ ہزاروں افراد نے آپؒ کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی ۔ نماز کے بعد

پروفیسر صاحب اور دیگر شخصیات کے ہمراہ آپؒ چوہدری اختر رسول کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں میاں نواز شریف، میاں شجاع الرحمن اور دیگر عمائدین شہر آپ کے استقبال کے لئے سراپا عجز و نیاز بنے کھڑے تھے۔ رات کو پروفیسر صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔

۱۱ مارچ ۱۹۸۷ء صبح گیارہ بجے آپؒ جامع مسجد منہاج القرآن تشریف لائے جہاں سینکڑوں کی تعداد میں خواتین و حضرات نے آپؒ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا اس کے بعد حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار عالیہ پر حاضری دی۔ دربار پر ہزاروں عقیدتمند آپ کی ایک ایک جھلک دیکھنے کے منتظر تھے۔ واپسی پر آپؒ نے شام تک پروفیسر صاحب کی رہائش پر آرام فرمایا۔

نماز مغرب کے بعد آپؒ نے مزمل مسجد اکبر چوک، جوہر ٹاؤن کاافتتاح فرمایا۔ یہاں بھی آپؒ کا شاندار استقبال کیاگیا۔ اس کے بعد آپؒ عقیدتمندوں کے جلو میں ڈاکٹر نثار احمد قادری صاحب کی رہائش :- کاشانہ غوثیہ ٹاؤن شپ پہنچے۔ جہاں آپؒ نے عظیم الشان غوث الاعظمؒ کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ یہاں آپؒ کا فقید المثال استقبال کیاگیا۔ تیس گز لمبی سڑک پر جلسہ گاہ تک قالین بچھائے گئے تھے اوپر سنہری تاروں سے آراستہ چھت بنائی گئی تھی۔ اطراف میں استقبالیہ بینرز آویزاں تھے، دو رویہ لمبی قطاروں میں کھڑے عقیدتمندوں نے آپؒ پر گل پاشی کی اور ہار پہنائے۔ اس محفل کی ایک خوبی یہ تھی کہ داتا دربار کی سعید پارٹی نے حضرت غوث الاعظمؒ کی منقبت اور جھنگ سے آئی ہوئی "اللہ دتہ پارٹی" نے سرائیکی زبان میں حضرت والاؒ کی منقبت پیش کرکے سامعین پر ایک وجد کا عالم طاری کردیا۔ پروگرام کے آخر میں آپؒ نے خصوصی دعا فرمائی۔

واپسی پر پروفیسر صاحب کی رہائش گاہ پر آرام فرمایا۔

۱۲ مارچ ۱۹۸۷ء صبح ۸ بجے آپؒ نے برانڈرتھ روڈ عزیز پائپ سٹور کا افتتاح فرمایا۔ اور

Marfat.com

حاضرین کی فلاح دارین کے لئے دعا فرمائی۔ یہاں سے پروفیسر صاحب کے ہمراہ چوک شادمان کالونی میں واقع مسجد تجلی کعبہ کا افتتاح فرمایا۔

دن گیارہ بجے واپسی پر آپؒ نے ہزاروں افراد کی موجودگی میں مرکزی سیکرٹریٹ ادارہ منہاج القرآن کا افتتاح فرمایا اور ادارے کے صدر دروازے کے اوپر قومی پرچم اور ادارے کے پرچم لہرائے۔ پرچم کشائی کے بعد آپؒ نے بارگاہ خداوندی میں استحکام پاکستان اور غلبۂ اسلام کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ اس موقع پر پروفیسر صاحب کی کیفیت قابل دید تھی۔ جذبات کا ایسا طوفان امڈ آیا تھا جس نے ان کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی کیفیت بے خودی طاری کر دی تھی۔ بعد ازاں حضرت والاؒ نے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا افتتاح فرمایا اور جامعہ کے اساتذہ و طلباء کے ساتھ ایک خصوصی نشست فرمائی۔ تمام طلباء آپ کے سامنے فرش پر بیٹھے تھے۔ حضرت والاؒ نے طلباء کو عربی زبان میں پند و نصائح سے نوازا اور دریافت فرمایا کہ آیا وہ آپ کی بات سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر پروفیسر صاحبؒ نے درخواست کی کہ چند ناصحانہ کلمات اردو زبان میں بھی ادا فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ طلباء سے گویا ہوئے!!

"آپ ملت اسلامیہ کا مستقبل ہیں"

"آپ نے دور حاضر کی امڈتی ہوئی گمراہیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ خود کو علم و عمل میں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل بناؤ"

اس مرحلے پر پروفیسر صاحب یہ عرض کرتے ہوئے بے اختیار آپؒ کے قدموں میں گر گئے۔

"حضور آپؒ ہمارے مستقبل کی عزت اور وقار ہیں"

درد و سوز کی ایک عجیب کیفیت چھا گئی۔

طلباء اور اساتذہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے اور وہ اس قدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

Marfat.com

ان آنسوؤں، آہوں، سسکیوں اور ہچکیوں کی فضا میں حضرت والاؒ کی آواز بلند ہوئی تھی:

"تم کامیاب ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ تمہارے ذریعے اسلام کو غلبہ ملے گا۔"

بہرحال یہ کیفیت جذبۂ ایمانی کا اظہار تھا جسے اہلِ دل اور اہلِ درد خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد مرکزی سیکرٹریٹ میں سینکڑوں کی تعداد میں منتظر خواتین و حضرات نے آپؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلۂ قادریہ سے منسلک ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جہلم دو روزہ منہاج القرآن کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

آپؒ سپاہ مصطفیٰ جھنگ کے مشعل بردار جلوس میں جلسہ گاہ تک پہنچے۔ ہر طرف رنگ و نور کی برسات تھی عجب پرکیف منظر تھا۔ پرجوش نعروں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا۔ کانفرنس کا یہ اجلاس تین چار گھنٹے موسلادھار بارش کی وجہ سے لازوال تاریخی اہمیت کا حامل بن گیا۔ شمعِ رسالت کے ہزارہا پروانے بارش سے بے نیاز ہو کر پنڈال میں جم کر بیٹھے رہے۔ آخر میں پروفیسر صاحب کا خطاب ہوا۔ قمقمے اور ٹیوبیں بدستور روشنی دیتی رہیں۔ لاؤڈ سپیکر چلتے رہے۔ بجلی کے تاروں کے اوپر پانی میں سرمو حرکت کئے بغیر عوام کا جم غفیر دلوں کی دنیا آباد کرتا رہا اور سامنے کرسی پر جلوہ افروز حضرت والاؒ مع صاحبزادگان حاضرین کو اپنی زیارت سے روحانی فیوضات بخشتے رہے۔ اتنی تیز بارش میں لوگوں کی استقامت کا تاثر آپؒ کے متبسم ہونٹوں اور بشاش چہرے سے صاف طور پر منعکس ہو رہا تھا۔ اجلاس کے اختتام پر حضرت والاؒ نے نہایت پرسوز انداز میں تحریکِ غلبہ اسلام کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

۱۲ مارچ ۱۹۸۹ء آپؒ ایک پرجوش جلوس کے جلو میں منہاج القرآن یونیورسٹی کمپلیکس کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے ٹاؤن شپ (بغداد ٹاؤن) تشریف لے گئے تھے، جہاں آپؒ کا عظیم الشان استقبال کیا گیا۔ فضا فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

Marfat.com

سنگ بنیاد رکھنے کے بعد آپؒ نے بارگاہ خداوندی میں دین مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ترویج و ترقی کے لئے ادارہ منہاج القرآن کی کاوشوں کو کامیابی سے ہمکنار ہونے کی دعا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ فرمائی۔

یاد رہے کہ ٹھیک پانچ سال بعد آپؒ کا مزار بھی یہیں بنا۔ اس کے بعد حضرت والاؒ نے یونیورسٹی کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہاں سے آپؒ کو جامع مسجد اتفاق، ماڈل ٹاؤن لے جایا گیا۔ جہاں آپؒ نے منہاج القرآن کانفرنس کے دوسرے اجلاس کی صدارت فرمائی یہاں آپؒ کی ایک ایک جھلک دیکھنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ہزارہا افراد دیدہ و دل فرش راہ کیے بیٹھے تھے ہر دل میں عقیدتوں کے عرفان مچل رہے تھے۔ عجیب پرکیف فضا میں آپؒ کا استقبال کیا گیا۔ نماز جمعہ کی امامت آپؒ نے فرمائی۔ لاکھ سے زائد فرزندان اسلام نے آپؒ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے اختتام پر حضرت والاؒ نے خصوصی دعا فرمائی۔

رات کو آپؒ نے میاں محمد شریف کے ہاں اتفاق کالونی ماڈل ٹاؤن عشائیہ میں شرکت فرمائی تھی۔ اس دن اتفاق سے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق لاہور میں تھے انہوں نے بھی اس عشائیہ میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

ساڑھے سات بجے جب پروفیسر صاحب جامع مسجد منہاج القرآن میں ادارہ کے رفقاء و اراکین کی تربیتی نشست سے خطاب فرما رہے تھے تو انہیں پیغام ملا کہ صدر مملکت آٹھ بجے عشائیہ میں شرکت کے لئے پہنچیں گے اس لئے وہ حضرت والاؒ کو لے کر جلد پہنچ جائیں۔ پروفیسر صاحب نے کمال بے نیازی و استغناء سے واپسی کی اطلاع بھجوائی کہ جب صدر مملکت تشریف لے آئیں تو ہمیں مطلع کر دیا جائے ہم پہنچ جائیں گے اور پروفیسر صاحب نے اپنا خطاب بدستور جاری رکھا۔ پھر جب یہ اطلاع ملی کہ صدر مملکت پہنچ چکے ہیں تو پروفیسر صاحب بھی حضرت والاؒ کی معیت میں اتفاق ماڈل ٹاؤن پہنچ گئے۔ جہاں اتفاق فیملی کے افراد کے علاوہ سابق گورنر پنجاب سید مخدوم سجاد حسین قریشی اور صدر مملکت

Marfat.com

نے حضرت والا کا بڑی عقیدت اور نیاز مندی سے استقبال کیا۔ عشائیہ کے اختتام پر حضرت والاؒ کے ساتھ ایک مختصر نشست ہوئی جس میں ضیاء مرحوم نے انکشاف کیا کہ وہ اس وقت سے حضرت والاؒ کے نیاز مند ہیں جب وہ کوئٹہ سٹاف کالج میں زیر تربیت تھے۔ ضیاء الحق مرحوم نے آپؒ کو اسلام آباد آنے کی دعوت بھی دی مگر آپؒ نے اپنی مصروفیات اور خرابی صحت کی بناء پر معذوری کا اظہار فرمایا۔ مخدوم سجاد حسین قریشی نے بتایا کہ ان کی والدہ ماجدہ حین حیات بغداد شریف دو دو ماہ حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار پر حاضری کے لئے ٹھہرا کرتی تھیں اور ان کا قیام حضرت والاؒ کے ہاں ہوا کرتا تھا۔ حضرت والاؒ نے اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ مخدوم کے والد گرامی آپؒ کی ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ انہوں حضرت والاؒ کی حیدرآباد دکن میں دعوت بھی کی تھی جس میں شرکت کے لئے آپؒ وہاں تشریف لے گئے تھے۔

مخدوم صاحب کے دادا کی روحانی نسبت حضرت والاؒ کے دادا حضرت سید سلیمان النقیب کے ساتھ تھی۔ یہ نشست تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی۔

حضرت والاؒ نے اہل خانہ کے لئے دعا فرمائی اور پروفیسر صاحب کی معیت میں ان کی رہائش پر رات کو آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔

منہاج القرآن کانفرنس کے دوسرے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حاجی محمد حنیف طیب نے کہا!!

ادارے کے ہزارہا رفقاء و اراکین نے گذشتہ شب شدید بارش کے باوجود جس ذوق و شوق اور استقلال و استقامت کے ساتھ کانفرنس میں شرکت کی ہے وہ نہ صرف حیرت انگیز اور مسرت افزاء ہے بلکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ اجتماعات معمولی سی بارش سے منتشر ہوجایا کرتے ہیں لیکن گذشتہ شب رب العزت نے ہمارے شوق اور جذبے کا امتحان لیا جس میں اسی کی توفیق اور نصرت سے ہم کامیاب و کامران ہوئے۔ اگرچہ میں خود

Marfat.com

لذ قیات رات کے شرکو گرانم علی تحریک منہاج القرآن [illegible]
کیفیت مجھ تک پہنچی ہے اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تحریک منہاج القرآن [illegible]
نا موافق موسم باد و باراں کے دوران بیرونی نے [illegible] کے [illegible] حضرات [illegible]
ایمانی کے بل بوتے پر جس طرح کئی گھنٹوں تک [illegible] جم کر بیٹھے رہے اس سے
بڑھ کر اس تحریک کی صداقت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ الحمد للہ [illegible]
کے اس عظیم الشان مظاہرے میں مشن کی صداقت [illegible] تحریک [illegible] محمد طاہر
القادری کے صدق و اخلاص اور حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری قدس سرہ العزیز
کی پر کشش روحانی شخصیت کا فیضان کارفرما ہے [illegible]

من حیث القوم یہ ایک المیہ ہے کہ جب ہمیں کوئی [illegible] ملتی ہے تو ہم
اس کی صحیح معنوں میں قدر نہیں کر پاتے۔ جب وہ نعمت ہاتھ سے چلی جاتی ہے تو اس
وقت اس کی قدر و اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ حضرات جو پاکستان کے گوشے گوشے
کے علاوہ اطراف و اکناف عالم سے تشریف لائے ہیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ
اس وقت حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری کا وجود مسعود ملت اسلامیہ کے لیے نعمت
غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی قدر وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں رب العزت
نے چشم بینا عطا کر رکھی ہو۔ ۱۹۵۵ء میں جب حضرت پیر صاحب [illegible] تشریف لے گئے
تو مفتی اعظم ہند جو اعلیٰحضرت کے صاحبزادے تھے ننگے پاؤں آپ کا استقبال کرنے آئے
اور حضرت پیر صاحب کے وہاں قیام کے دوران پاس ادب سے وہ ننگے پاؤں ہی رہے
ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ [illegible] شریعت و طریقت [illegible]
اسی طرح سے محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد [illegible]
کی آمد پر اظہار تعظیم و تکریم کیا اس کی مثال [illegible]
بلکہ آپ کے شایان شان تعظیم و ادب کا وہ معیار [illegible]
[illegible] اس نسبت کے اظہار سے آپ [illegible]

Marfat.com

بہ وہ نعمت ہے جو رب العزت نے آپ کو پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی صورت میں عطا کی۔ جو آج کے دور میں امت مسلمہ کے روشن مستقبل کی علامت اور سراپا حضرت قبلہ پیر صاحب کے فیضان کا مجسم پیکر ہے۔

حضرت والاؒ نے ہر موقع پر قائد تحریک کی سرپرستی و راہنمائی فرمائی۔ ختم نبوت کانفرنس لندن کی پوری پوری راہنمائی فرمانے کے ساتھ صدارت فرمائی۔ ختم نبوت کانفرنس مینار پاکستان مرزا طاہر کے مباہلے کے جواب کے لیے منعقد ہوئی۔ تو آپؒ نے خرابی صحت کے باوجود صدارت فرمائی۔ منہاج القرآن کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی تو آپؒ نے سرپرستی و صدارت فرمائی اسی طرح غوث اعظم کانفرنس ۱۹۹۰ء میں منعقد ہوئی تو آپؒ نے اس کی صدارت فرما کر یاس و قنوط کو جڑوں سے اکھاڑ دیا۔

چوبرجی کوارٹرز گراؤنڈ لاہور میں منعقد ہونے والی عظیم الشان غوث الاعظم کانفرنس کو اس لحاظ سے امتیازی حیثیت حاصل تھی کہ انتخابات میں باطل طاغوتی قوتوں کے ہتھکنڈوں نے مصطفوی انقلاب کے ریلے کو جس مذموم طریقے سے روکنے کی کوشش کی تھی اور مصطفوی انقلاب کے مجاہدوں کے حوصلے پست کرنے کے لیے جس مذموم پراپیگنڈہ اور تضحیک آمیز بیانات کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا ایسی فضا میں حضرت والاؒ کا وجود پیرانہ سالی، علالت و نقاہت کے خصوصی نوازش اور کمال شفقت سے تشریف لانا کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔ آپؒ کے اس ورود مسعود نے مصطفوی انقلاب کے سپاہیوں کو ولولہ تازہ کی نعمت عظمیٰ سے فیضیاب کر کے سوئے منزل عزم و استقلال سے گامزن رہنے میں مہمیز کا کام دیا تھا۔

تقریباً ساڑھے دس بجے رات حضرت والاؒ کانفرنس کی مزین و خوشنما سٹیج پر کرسئی صدارت کو اپنی جلوہ افروزی کا اعزاز بخشنے کے لیے اپنے روحانی فرزند پروفیسر صاحب کے ہمراہ جب جلسہ گاہ میں پہنچے تو کانفرنس میں موجود شمع غوثیت مآب کے ہزاروں پروانوں نے نعرے مارتے ہوئے پنڈال میں فرط طرب سے تلاطم بپا ہو گیا

Marfat.com

اور فضا نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ حیدری، یا پیر دستگیر، شہنشاہ غوث الاعظم [illegible]
غوث جلی کے نعروں کے دلربا نعروں میں شدت آ گئی۔ حضرت والا نے [illegible]
صدارت کو رونق بخشنے کے بعد جب چہرہ انور کے وسیلے سے حاضرین [illegible]
اور منتظر نگاہوں کو روحانی فیوضات و برکات کی دولت سے مالا مال کرنا شروع کیا [illegible]
عجیب سماں بندھ گیا۔

بعض حضرات نے تحریک منہاج القرآن اور داعی تحریک انقلاب پروفیسر ڈاکٹر
محمد طاہر القادری صاحب کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی تو حضرت
والا نے علماء و مشائخ اور وابستگان سلسلہ قادریہ کے نام ایک پیغام جاری کیا جو
مندرجہ ذیل ہے:

"کافی حضرات پاکستان میں ہم سے مرید اور خلافت لیا ہے اور جو مرید بنایا
اور اس کو خلافت ہم نے عطا فرمائی ہے وہ تقویٰ اور اشاعت اور مسلمانوں کے درمیان
اصلاح کے لئے دی گئی ہے اور کسی کسی ادارہ یا انجمن کی تکفیر کرنے والا نہیں۔ چنانچہ
ہم لوگ کا امام ابو حنیفہ امام اعظم کی مخالفت لوگوں نے کی ہے۔ جلد نہم تاریخ بغداد
خطیب بغدادی مخالفت برائے مخالفت اہل امام اعظم کی ایک سو صفحات پر مشتمل کتاب
میں مخالفت کی ہے۔ چونکہ ہم سب حنفیوں کے امام ہیں اور مجھے بہت افسوس ہے کہ
ایک مسلک ایک مکتبہ فکر بھائی بھائی کے اوپر تکفیر اور کفر کے فتوے لگا رہے ہیں۔
چنانچہ تمام علماء و مشائخ سے کہوں گا کہ وہ اسلام کی ظاہر و باطن خدمت کریں اور تقویٰ
اختیار کریں۔ اور دل کو حسد اور کینہ سے پاک کر دیں اور منافرت اور [illegible]
بھائیوں کے درمیان منافرت اور مشائخ عظام پر [illegible] تکفیر کرنا مسلک کے
لئے سخت نقصان دہ ہے۔ ہر انسان کے اندر [illegible]
انسان کو کفر اور بدی سے بچاتے۔ تحقیق اور [illegible]
اور کبھی مخالفت ہے۔ [illegible]

Marfat.com

جاتا ہے اور اگر صوابَ اور درست کیا تو اسے دو ثواب ملیں گے ۔ ادارہ منہاج القرآن کے کام سے ہم بہت مطمئن ہیں ۔ وہ طریقہ کار قادریہ اور مذہب اسلام کی عالمگیر سطح پر خدمت کررہا ہے ۔ اس کی خدمت سے سلسلہ قادریہ اور اسلام کو فائدہ ہے ۔ اس پر کیچڑ اچھالنا اور اس کے اوپر تکفیر کرنا سخت ناگوار اور نقصان دہ کوشش ہے ۔ ہر کسے باشد جو بھی ہو اس ادارہ کو نقصان پہنچارہا ہے ۔ وہ خود طریقہ قادریہ پر نہ سمجھے اور یہ بھی خیال نہ کرے کہ وہ اسلام کی کوئی خدمت کررہا ہے بلکہ مذہب کو سخت نقصان دے رہا ہے ۔ چنانچہ تمام علمائے کرام ، مشائخ عظام ، اور سنی حنفی برادران ، بالخصوص مریدان حضرت غوث الاعظمؒ دستگیر سے التماس ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے ادارہ منہاج القرآن سے وابستگی اختیار کریں اور اس کی خدمت کریں"

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

نگینوں کی تلاش

Marfat.com

[illegible]

قرآن حکیم سب کچھ تسلیم کر لینے کے باوجود بہر حال اللہ تعالیٰ کے ملفوظات و الاحکامات عالیہ کا مجموعہ اور تبلیغ رسالت عہد نبوت کا شاہکار ذخیرہ احادیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیش بہا ملفوظات گرامی، صحابہ کرام کا مجمع لگا، حلقے اور مجلسے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و ملفوظات کا سلسلہ چلا۔ اب چاہیے تو انہیں حدیث کہہ دیجئے، دل چاہے تو کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اگر احقر کی تعبیر گوارا ہو تو ملفوظات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ روحی فداہ رسالت کا عہد مبارک دھیرے دھیرے ختم اور ایک وجود اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاکدان ارضی کو چھوڑ چھاڑ کر دوسرے عالم کی رونقیں بڑھائیں تو اصحاب، تابعین و تبع تابعین، امت کی اصلاح کے ذمہ دار بن گئے۔ یہ حلقہ جن کر علم و آگہی کا آئینہ بنانے۔ مستفیدین قطار اندر قطار آتے اور ملفوظات و ارشادات نبوی سے نہ صرف تیرہ باطنی کا علاج بلکہ تیرہ و تار ماحول کو انوار نبوت سے روشن و منور کرتے۔ یہ قرن بھی گزر گیا تو علماء نے مسندیں سنبھالیں، درسگاہوں سے علم کی تقسیم اور دانشکدوں سے دانشوروں کی فیاضی، پورے عالم میں موجیں لینے لگی، انوار نبوت جال سے دور ہو رہے تھے، ماضی اپنی تمام برکات کے ساتھ دامن سمیٹ رہی تھی۔ ظاہر تو ٹھیک ہو رہا تھا لیکن باطن کی کائنات اندھیروں سے روابط و ضوابط بڑھا رہی تھی۔ ٹھیک اس وقت میں صوفیاء کھڑے ہوئے اور نہاں خانہ باطن کو صیقل کرنے کے لئے اذکار و اشغال کے کچھ مسنون اور کچھ شیخ زادہ طور و طریق سنبھال بیٹھے۔ خانقاہیں اور درگاہیں اللہ ھو سے لبریز ہو گئیں۔ نالہ سحرگاہی عرش تک جا پہنچے۔ ارض و سما کی

مسافتیں سمٹ گئیں۔ بشاشت ایمان دلوں میں رچی، اعمال کی نورانیت سراپا کھلی، غنچہائے دل چٹکے، معرفت ربانی کے ذخیرے بلند ہوئے اور اسی طرح اسلام کی گاڑی جسے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹری پر ڈالا تھا تیز رفتاری سے منزل کی طرف بڑھ گئی۔

حضرات صوفیاء مجالس جماتے، ان کے ملفوظات دلوں کو گرماتے تھے، دماغ روشن ہو جاتے، نہاں خانہ باطن چمک اٹھتا، نیکی سے قربت بڑھتی، بے لچک شر سے بجانب خیر، برائی سے بسمت بھلائی، قافلے سرگرم سفر ہوتے۔ یہ ملفوظات، یہ ارشادات آج بھی امت کا اثاثہ و سرمایہ ہیں۔ ان میں وہی حرارت و گداز، وہی گرمی، اعمال خیر کی جانب متوجہ کرنے کی وہی قوت، منزل مقصود تک پہنچانے کی وہی استعداد زندہ اور توانا ہے۔

حضور غوث الاعظمؒ کے ارشادات اب بھی دلوں کی دنیا بدل دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ شیخ رفاعیؒ کا کلام حسب دستور تر و تازہ ہے۔ فتوحات مکیہ، فصوص الحکم، کشف المحجوبؒ کے نغمے آج بھی گوش ہوش میں ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، خواجہ ہند معین الدین چشتی اجمیریؒ، بابا فریدؒ کا سرمایہ بدستور باعث گرمی محفل ہے۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ نظام الدین دہلویؒ کے فوائد الفواد اور افضل الفوائد منور قلوب کے تاریخی [illegible] ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ارشادات قلب و دماغ تک اثر انداز ہیں [illegible]۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کسی دور یا زمانے کی قید میں نہیں۔ ماضی قریب میں بھی [illegible] حضرت [illegible] حضرت اعلیٰ گولڑویؒ [illegible] کے ملفوظات، مکتوبات [illegible]

یاس ہے کلاں انکار کو فشاں ہے کہ صوفیاء نے ملفوظات نے وہ کام کر دکھایا جو عصر حاضر کے قلم کاروں کے بھاری بھرکم لٹریچر سے ممکن نہ ہو۔ حضرت اعلیٰ گولڑوی اور فاضل بریلوی کے ملفوظات ہزار ہا زندگیوں کو اسلام کی حقیقت سے آشنا و احسان کی گہرائیوں سے واقف۔ عرفان کے انمول سبق اور صفائی قلب کے مؤثر ذریعے بنے رہے ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر شخص کا کلام اس کی افتاد طبع کا آئینہ دار اور اس کے مزاج کا ترجمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کاروان انسانیت کے سنگ میل ہیں۔ صوفیاء کا لٹریچر سب سے ٹوٹ کر خداوند قدوس سے رشتے استوار کرنے کا مضبوط وسیلہ ہے اور اہل علم کے ملفوظات میں علم و دانش کا تموج ملتا ہے۔ آج بھی تجربہ کر لیجئے اہل باطن کی چیزیں پڑھ کر باطن کی کائنات آراستہ ہوگی اور زائغین کے لٹریچر کا مطالعہ سے قلوب تیرہ و تار ہوں گے۔

حضرت والا کی ذات ستودہ کو سمجھنے کے لئے اکابر وقت نے جن محامد و مناقب اور القاب سے خراج عقیدت و محبت پیش کیا ہے ان کی مختصر سی جھلک بہ اپنے خلوص و ایقان کو جلا بخشیے۔ آپ کے ہم عصر علماء و مشائخ نے ان کلمات طیبات سے آپ کو نذرانہ عقیدت دے کر اپنے آپ کو متعارف کرایا ہے۔ قدوۃ الاولیاء۔ شیخ المشائخ۔ شہزادہ غوث الوریٰ۔ نقیب الاشراف۔ قطب الاقطاب۔ امین فیضان غوث اعظم وغیرہ وغیرہ۔ آیئے انہیں کے ملفوظات و ارشادات سے اپنے قلب و باطن کو منور کریں۔

Marfat.com

حضرت والاؒ کیا تھے؟ اس کا اندازہ ان مجالس سے [illegible] جاسکتا ہے کہ یہ خیر القرون کی یادگار تھے۔ [illegible] صحابہ و تابعین [illegible] و مذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے لیکن ان مختصر جملوں کی تشریح و تفصیل کرنے بیٹھیں تو اس کے لئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی خصوصیات کو لفظوں میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے کہ ان کی خصوصیات کا تعلق درحقیقت مذاق سے ہے جو صحابہ کرامؓ کی [illegible] ان کے طرز زندگی سے مستنبط تھا اور مزاج و مذاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح گلاب و چنبیلی کی [illegible] الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں اسی طرح حضرت والاؒ کے مزاج و مذاق کو ان کی مجالس اور ان کے واقعات سے سمجھا تو جاسکتا ہے مگر اس کی مکمل تعبیر ناممکن ہے۔

علم و فضل اور اس کے ساتھ تواضع و للہیت

اگر معرفت وسعت مطالعہ، قوت استحضار اور علمی معلومات کا نام علم ہو تو یہ صفت آج بھی ایسی نایاب نہیں لیکن حضرت والاؒ کی خصوصیت یہ ہے کہ علم و فضل کے سمندر سینے میں جذب کر لینے کے باوجود ان کی تواضع و عاجزی اور للہیت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

یہ محاورہ زبان زد عام ہے کہ "پھلوں سے لدی ہوئی شاخ جھکی ہوئی ہوتی ہے" لیکن ہمارے زمانے میں اس محاورے [illegible] حضرت والاؒ کی زبان میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت والاؒ کی مجالس یاد آتی ہیں تو دل مضطرب و بے قرار ہو جاتا ہے

Marfat.com

[illegible] گلا کیوں تم سے بے قراری کی
[illegible] پہلے قرار بھی سی بے قراری ہے

حضرت والاؒ کی وہ بے پناہ محبت اور بے اندازہ شفقت بھلائے نہیں بھولتی ۔
کسی صورت بھولتا ہی نہیں
آہ ! یہ کس کی یادگاری ہے

ہر تعطیلات میں کوئٹہ یا کراچی حضرت والاؒ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا تھا ۔ جس محبت اور بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے وہ ناقابل بیان ہیں اپنے ہاتھوں سے عطا فرماتے باصرار کرتے جاتے اور کھلاتے جاتے ۔ حیف اب وہ کہاں اور ہم کہاں ؟

[illegible] آئے بھی اور گئے دل بھی وہ لے کر غمگین
[illegible] ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

حضرت والاؒ کے چہرۂ مبارک پر بلا کی معصومیت تھی ۔ حضرت والاؒ عام مروجہ متعارف طریقے سے وعظ و تقریر نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ والوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لئے لفظ و بیان کی حاجت نہیں ہوتی ۔ ان کا چہرہ مہرہ ، ان کا اٹھنا بیٹھنا اور ان کی ایک ایک نقل و حرکت مجسم پیغام ہوتی ہے ۔ ایسا پیغام جو براہ راست دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیتا ہے ۔ لیکن یہی حضرت والاؒ کا انداز تربیت و اصلاح تھا جس سے ہزاروں افراد فیضیاب ہوئے ۔ حضرت والاؒ کی مفارقت کا جب خیال آتا ہے دل غم میں ڈوب جاتا ہے پکار اٹھتا ہے ۔

[illegible] پردہ کرو خدا کے لئے
[illegible] دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

حضرت والاؒ بلا شبہ ایک آفتاب تھے وہ ایک ماہتاب تھے وہ ایک چراغ تھے وہ ایک چشمہ رواں تھے وہ ایک سحاب باراں تھے فراق کے مارے اب کہاں جائیں پیاس کے مارے اب کیا کریں [illegible]

کھویا کھویا [illegible] پھرتا رہا ہوں میں
گویا صحرا میں لٹ گیا ہوں

پبلسٹی اور تشہیر کے اس دور میں جو شخصیتیں نام و نمود سے ہٹ کر گوشہ نشینی کے ساتھ خاموش خدمات بجا لاتی ہیں انہیں دنیا میں اس طرح کی شہرت تو حاصل نہیں ہوتی جیسی ان لوگوں کو ملتی ہے جن کا نام روزانہ اخبارات میں چھپتا رہتا ہے اور اخبارات اور ٹیلی ویژن میں اپنی تصویروں کے لئے احتجاج کراتے ہیں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک اخبار اور ٹیلی ویژن میں اپنی تصویر نہ دیکھ لیں۔ لیکن حضرت والاؒ کو اکابر و اسلاف کو قریب سے دیکھنے کی لذت و سعادت حاصل ہوئی۔ ان کے دل تڑپ رہے، شخصیات کے نقوش اول الذکر اشخاص کے مقابلے میں کہیں زیادہ انمٹ، پائیدار اور دیرپا ہوتے ہیں۔ حضرت والاؒ اسی دوسری قسم سے تعلق رکھتے تھے۔ بات یہ نہیں کہ حضرت والا کو شہرت اور ناموری کے مواقع میسر نہ آئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مختلف نسبتیں اور جو خصوصیات عطا فرمائی تھیں ان کے ذریعے "بام شہرت" تک پہنچنا کوئی ایسا مشکل نہ تھا لیکن بات یہ تھی کہ جس ماحول میں تربیت پائی تھی وہاں زندگی کا سب سے پہلا سبق یہ تھا:

[illegible]
دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

حب شہرت اور ناموری کے جھوٹوں سے [illegible] اللہ تعالیٰ

Marfat.com

معاف فرمائے ۔ اس مرض میں بڑے بڑوں کو عجیب و غریب طریقے پر مبتلا پایا۔
اسی پر یہی کہہ کر خاموش ہوجاتا ہوں ۔
[illegible] ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

عمل اور رد عمل

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے ۔

عمل اور رد عمل کے قانون قدرت کے تحت یہ تمام مصائب ، ذلتیں ، رسوائیاں ، دلوں میں نفرتیں ، باہمی جنگ و جدل اور نئی نئی مہلک بیماریاں ، اتفاقات نہیں بلکہ عمل اور رد عمل یعنی "قانون مکافات" کے تحت ظاہر ہو رہی ہیں ۔

ہم نے جیسا کچھ کیا یا کررہے ہیں اسی کے نتائج سامنے آرہے ہیں لیکن یہ دانشمندی کی بات نہیں کہ جن حالات و نتائج میں گرفتار ہیں ان کو اپنے اوپر مسلط کرلیں اور ان سے نکلنے کی فکر نہ کریں ۔ اپنے مستقبل کو اگر درست کرنا ہے اور حالات حاضرہ کی تباہ کاریوں سے بچنا ہے تو اولاً ان گناہوں کو چھوڑیئے جو اس عذاب کا سبب ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز کے ساتھ سورۃ بقرہ کی آخری آیت کی دعائیں کرتے رہیں ۔ انشاء اللہ تمام بادل چھٹ جائیں گے ۔
اس موقع پر حضرت والاؒ ان دعاؤں کی تشریح ایسے دلنشین انداز میں فرماتے کہ حاضرین آبدیدہ ہوجاتے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

تعلیمات کا خلاصہ

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ مجھ جیسے ناقص الفہم اور ناکارہ کی نظر میں تین باتیں ہیں۔

۱۔ ادائے حقوق ۲۔ اتباع سنت

۳۔ رجوع الی اللہ

۱۔ ادائے حقوق کے سلسلہ میں جو کچھ حضرت والاؒ کے ملفوظات اور مجالس سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حقوق کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ حقوق النفس ۲۔ حقوق العباد ۳۔ حقوق اللہ

۱۔ حقوق النفس

حقوق النفس سے یہ مراد ہے کہ اپنے جسم و جان کے جو حقوق ہم پر ہیں ان کو پورے طریقے سے ادا کریں یعنی اپنے آپ کو دنیا اور آخرت کی مضرتوں سے محفوظ رکھیں اور سعادت دارین حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ سالک چاروں سمت سے شیطان، نفس، کفر و شرک، بدعات [illegible] خصوصاً معاصی کے گھیرے میں ہے۔ چاہتا ہے لیکن [illegible] بظاہر اپنی حفاظت مشکل نظر آتی ہے۔ کیونکہ قدم قدم پر [illegible] ایمان سوز معاصی کی یلغار ہے۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایسا طریقہ بتاتا ہوں کہ اس پر مسلسل عمل رہا تو انشاء اللہ تمام معاصی سے حفاظت ہو جائے گی وہ طریقہ یہ ہے کہ روزانہ صبح کو نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لئے [illegible]

Marfat.com

اپنے رب سے اس طرح عرض معروض کریں کہ اے اللہ! میں آپ کا بندہ ضعیف و ناتواں ہوں اپنے بے پناہ فضل و کرم سے نواز دیجئے۔
ایک سو ایک بار درود شریف کم از کم پڑھیں۔ اس طرح جی بھر کر دعا اور یہ عمل کریں اور شام کو اپنے تمام اعمال و اشغال کا سرسری جائزہ لے کر جن گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی ہے اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اگر کسی گناہ میں مبتلا ہوگیا ہے تو اس سے توبہ استغفار کرلیں روزانہ اس پر عمل کرتے رہیں انشاء اللہ گناہوں سے حفاظت بھی ہوگی اور روزانہ توبہ استغفار سے گناہ بھی صاف ہوتا رہے گا۔

۲۔ حقوق العباد

حقوق العباد سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے قریب و بعید رشتوں کے مطابق ان کے حقوق لازم کئے ہیں۔ جن کی ادائیگی کے بغیر نہ تو دنیا میں سکون مل سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ بلکہ دنیا کی بہت سے مصیبتیں حقوق العباد کے تلف کرنے کی وجہ سے ہی آتی ہیں۔ حقوق العباد میں سب سے مقدم والدین کے حقوق ہیں۔ جو نازک بھی ہیں اور اہم بھی۔ اولاد کو چاہیئے کہ وہ اپنے والدین کو ہر حال میں خوش رکھنے کی فکر کرتے رہیں۔ اپنے کسی عمل، کسی قول اور اشارے کنائے سے بھی ان کی دل آزاری کے مرتکب نہ ہوں۔ ان کی خدمت میں اور خصوصاً ان کی وفات کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت و بلندی درجات اور حتی المقدور صدقہ و خیرات اور ذکر و اذکار کے ذریعہ ایصال ثواب کرتا رہے۔ پھر اپنے اہل و عیال کے حقوق ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کا

Marfat.com

چاہیے کہ ان کی جسمانی اور روحانی یعنی دینی اور دنیوی ضروریات کا خیال رکھے۔ موثر بندوبست کرے۔ تعلیم و تربیت کا انتظام کرکے نگرانی بھی کرتا رہے اہل و عیال کے سلسلہ میں تحمل اور عفو و درگزر سے کام لے لیکن بوقت ضرورت تنبیہہ و تادیب سے گریز بھی نہ کرے۔

۳۔ حقوق اللہ

فرائض میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے۔ اس کی حفاظت کی سب سے زیادہ فکر کرنی چاہیئے اور اس زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کم نہیں کہ جو اس اہم فریضہ سے خود بھی غافل ہیں اور اپنے اہل و عیال کے حق میں بھی مجرمانہ غفلت میں مبتلا ہیں ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہوگا۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے کہ ان میں دل نہیں لگتا۔ جب بھی نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں خیالات میں انتشار پیدا ہوجاتا ہے، برے برے وسوسے دل میں آنے لگتے ہیں۔ ذہنی یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ حضوری کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا ایسی نماز سے کیا فائدہ۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ ایسے فاسد خیالات میں گرفتار لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ نماز میں دل لگنا مقصود نہیں، لگانا مقصود ہے اور دل لگانا بھی اپنے اختیار کی حد تک۔ جب غیر اختیاری طور پر دل ہٹ جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اور نہ نماز غیر مقبول۔

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ نفس و شیطان نے

Marfat.com

بلکہ کام سے روکنے کے لئے ایسے مہمل اور لایعنی خیالات دل میں ڈال دیئے ہیں کہ ہم نے ان کو معقول سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ بہرکیف نمازوں کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کا شکر بجالاتے رہنا چاہیئے۔

مستحبات

حضرت والاؒ مستحبات کے سلسلہ میں فرمایا کرتے !!

یہ لفظ "حب" سے بنا ہے جس کے معنی محبت کے ہیں لہذا مستحب وہ عمل ہوگا جس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوجائے گا۔ اور محبت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دونوں جانب سے ہوتی ہے۔ اس لئے بندہ محب ہوجائے گا۔ گویا مستحبات پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت دونوں حاصل ہوجائیں گی۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے۔ مستحب کو ادنیٰ اور معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دینا خطرناک بات ہے۔ نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنا مستحب ہے۔ اس کو بالکل ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے۔ کہ مستحبات ترک کرنے والا رفتہ رفتہ سنتوں کو ترک کر بیٹھتا ہے۔ اور سنتوں کا چھوڑ دینا اور واجب کے چھوڑ دینے کا پیش خیمہ ہے اور واجبات کو چھوڑ دینے والا کسی نہ کسی وقت فرائض چھوڑ بیٹھے گا جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

اتباع سنت

حضرت والاؒ کی تعلیمات کا دوسرا جزو اتباع سنت کی سختی سے تاکید کرنا ہے۔ آپؒ

Marfat.com

کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی کہ جس میں کامل اتباع سنت کی آپ نے تلقین نہ فرماتے ہوں۔ حضرت والاؒ بھی اتباع سنت کا نمونہ تھے۔ اور اپنے اہل و عیال اور خدام کو بھی اسی رنگ میں رنگا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔

اطاعات و عبادات میں تو اتباع سنت بہرحال مقصود و مطلوب ہے شکل و صورت، وضع قطع، رہن سہن، نشست و برخاست، گفتار و رفتار، پوشاک و لباس، بیداری و خواب، اور تعلقات و معاملات میں بھی اتباع سنت کو مقصودِ اصلی قرار دیتے ہیں۔

رجوع الی اللہ

حضرت والاؒ فرمایا کرتے کہ

اپنے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ معاملہ میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے کہ جو کچھ بھی کرنا ہو پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف اس معاملہ میں رجوع کر لو پھر اس کام کو کرو۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک انسان بے شمار کام کرتا ہے۔ ہر کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا جائے تو خیر و برکت اور مدد و نصرت کے علاوہ اس کام میں شمولیت کے اوقات عبادت بن جائیں گے۔

حضرت والاؒ کی تعلیمات کا تھوڑا سا نمونہ پیش کر دیا گیا ہے مجھے اپنی کم مائگی، کم فہمی اور نا اہلی کا اعتراف ہے اور اس کا بھی کہ نہ میں حضرت والاؒ کی تعلیمات کا احاطہ کر چکا ہے اور نہ ان سب کو کما حقہ سمجھ سکا ہے۔ یہ تو آپ کی بعض تعلیمات کو جمع کرنے کی ناکام سی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر نافع بنائے اور حضرت والاؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

ین - آپ کی محفل میں جو حاضر ہوتا اسے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

یرات ضرور ملا کرتی تھی۔ سب کو یہی پیغام ملتا۔

وہم و شبہات کے آثار مٹاتے چلیئے

ذوق و وجدان کے گلزار کھلاتے چلیئے

حضرت والاؒ حضرت سیدی عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ ارشاد اکثر سنایا کرتے تھے " تم اسلام کو اس حقیقت تک پہنچاؤ کہ ایمان تک رسائی حاصل ہوجائے ایمان کی حقیقت کو پاؤ تاکہ یقین تک جا پہنچو۔ اس طرح تم وہ کچھ دیکھو گے جو تم نے پہلے نہ دیکھا تھا۔ یقین صورت اشیاء کی حقیقت یوں کھولتا ہے کہ باتیں مشاہداتی لذت دینے لگ جاتی ہیں۔

فقر کی حقیقت

کسی نے سوال کیا کہ حضرت فقر کسے کہتے ہیں ؟

حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا! میرے نزدیک فقر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زیست کا نام ہے۔ فقر بدن کی مفلسی ہے۔ ذہن کا غنا ہے اور دل کی زندگی ہے پس اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنا ہی فقر ہے۔ دل کو اللہ کے ذکر میں مست بنائے رکھنا ایسا فقر ہے جو تمام صوفیاء کی اصل واساس ہے۔

فقر چیست اے بندگان آب و گل

یک نگاہ راہ بین ، یک زندہ دل

حضرت سیدی عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ " فقیر کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے فقر سے اتنی ہی محبت رکھتا ہے جتنی دولتمند اپنی دولت سے رکھتا ہے۔"

Marfat.com

سلوک طاہری

Marfat.com

سیدی و مولائی حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز ان زندہ دل ہستیوں میں سے تھے جنہیں تقدیر الٰہی انسانوں کی اصلاح و فلاح، تربیت و تزکیہ اور دعوت و ارشاد نبویؐ فریضہ کی نیابت کے لئے چنتی ہے اس لئے تربیت علی منہاج النبوۃ سے آپؒ کو حصہ وافر ملا تھا اور روشن دل اور نورانی سینہ عطا ہوا تھا۔

اے دلت پر نور از انوار حق

اے دلت مسرور از اخبار حق

اے دلت معمور از اسرار حق

اے دلت مخمور از آثار حق

اس لئے حذبیت دل کے طلبگاروں کے لئے "آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ طاہریہ" سکون و طمانیت کا مرجع تھا۔ جہاں قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بساط بچھی ہوئی تھی۔ جہاں علوم رحمانی اور حکمت نبویؐ کے خزانے لٹائے جاتے تھے۔ جہاں قلوب کا تزکیہ اور نفوس کا تصفیہ کیا جاتا تھا۔ جہاں نبویؐ صحبت کا پرتو محسوس ہوتا تھا جہاں حقائق ربانی اور دقائق احسانی کو برملا فاش کیا جاتا تھا جہاں الٰہی اسرار و رموز سے پردے ہٹائے جاتے تھے۔ جہاں حقیقت و مجاز، حق و باطل، سنت و بدعت میں بے محابا تفریق کی لکیر کھینچی جاتی تھی۔ جہاں سلوک نبویؐ کو مروجہ غیر شرعی طرق سے علانیہ ممتاز کیا جاتا تھا۔ جہاں طریق قرآن و سنت کی روشنی میں نکھر کر عقائد حقہ، اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ، صفائی معاملات، حسن معاشرت، پاک باطنی، درستی قلب، اخلاص فی الدین، تقویٰ و احسان، کمال دینی اور اعلیٰ یقین و ایمان کا مجموعہ نظر آتا تھا۔ جہاں شریعت و طریقت کی دوئی کا فسانہ حرف غلط، جہالت، کم نگہی اور ناواقفیت کا فسوں تھا جہاں اس چیز کی پیہم اور متواتر تعلیم و تلقین تھی کہ طریقت عین شریعت اور شریعت عین طریقت ہے۔

Marfat.com

جہاں بار بار یہ ذہن نشین کرایا جاتا تھا کہ اسلامی جادۂ معرفت میں کسی رہبانیت،
عزلت نشینی، خلق سے گوشہ گیری، قطع علائق، و ترکِ علائق کی گنجائش نہیں ہے
عملاً و قولاً یہ بتایا جاتا تھا کہ دین و دنیا کی تفریق ایک جاہلی تصور، مجرد نفی نظریہ
رزم گاہ حیات سے فرار اور حقائق زندگی سے گریز پر فریب سراب ہے۔ جہاں [illegible]
اذہان و یقین سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی تھی کہ نفس کشی، جسمانی اذیتیں، آزار
نفس، ترکِ لذائذ سلوک و تصوف کا مقصد نہیں ہے۔ جہاں انفرادی و اجتماعی حقوق
ادائیگی کی یکساں تلقین تھی۔ جہاں معاشرے کے تقاضوں اور ملی فرائض و واجبات کا پورا
کرنا "سلوک" ہی کا اہم جزو بتایا جاتا تھا۔ جہاں فرد و جماعت میں جدائی، ظاہری و باطنی
اعمال میں تضاد و تناقض اور امور معاش و معاد میں غیریت نظر نہیں آتی تھی۔ جہاں
ایک ایک لفظ و جملہ، ایک ایک تصریح و اشارہ، اسلام کی جامعیت، ہمہ گیریت، آفاقیت
، وسعت، سہولت و آسانی، نورانیت و پاکیزگی، نرمی و لطافت، سلیقہ و حکمت، ربط
ضبط، انضباط و ترتیب، تدریج و تبشیر کے الٰہی اصولوں کی تفسیر و تعبیر تھا۔ جہاں کی
صحبت اور طریق کی جامع اور دلنشیں تشریح ہر عامی و عالم پر سلوک کی اہمیت و ضرورت
کو ثابت کر دیتی تھی۔ جہاں فلسفیانہ موشگافی، متصوفانہ تعلّی، مغلوبانہ شطحات اور غالیانہ رسوم
و قیود کا گزر نہ تھا۔ "سلوکِ ظاہری" کی روشنی تمام تر مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر تھی
بیرونی اثرات سے بالکل دھندلا نہ کر سکے۔ "حضرت والا" کو سید الاصفیاء محمد صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی جامعیت کبریٰ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی غوثیت و ولایت کبریٰ سے
پورا فیض پہنچا تھا اور دین کامل کا مرقع ہر آن آپ کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ جو [illegible]
ظاہری و باطنی جمال کا پرتو آپ کے چہرے کا نور اور آپ کے قلبِ مطہر کی روشنی تھا
آپ نے اپنی زندگی کا حاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، شمائل و خصائل
کلام و پیام کے پیش کرنے کو سمجھا تھا۔ جو صفات الٰہیہ کا مظہر کامل، بشریت کا معراج
عبدیت کا اوج کمال، اور باعثِ تخلیق کائنات تھا۔ [illegible]

Marfat.com

جو ضیا پاشیاں اسی ذاتِ جمیل صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ سامانیوں سے تھیں اور اس آئینہ کی جلا اسی شجینہ قدس کے سینۂ باصفا کے انوارات سے تھی۔ چنانچہ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز کے نزدیک شریعت و طریقت کا حاصل صرف رضائے حق کی طلب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری و باطنی کامل اتباع و متابعت ہی تھا۔ اسی بنا پر "سلوکِ ظاہری" کا کل، اس کی جامعیت، ہمہ گیری، ظاہر و باطن کی یکجائی۔ دین و دنیا کی وحدت، انفرادی و اجتماعی احکام کا اجتماع اور شریعت و طریقت کی عینیت تھا۔

حضرت سیدی و مولائی قدس سرہ العزیز کو اپنے جد امجد کے علوم و فیوض کو عصر حاضر میں پیش کرنے کا جو سلیقہ و شرف حاصل ہوا تھا وہ محض موہبت الٰہی اور عطیہ ربانی تھا۔ سلوک و تصوف کو جس سمجھے ہوئے نبوی رنگ میں حضرت قبلہ پیر صاحبؒ نے پیش کیا یہ انہیں کا حصہ تھا۔ یہاں "سلوک و تصوف" کا ایک ایک حرف و نقطہ قرآن و سنت کی روشنی سے جگمگا رہا ہے۔ انوارِ ربانی اور فیوضِ نبوتؐ کی تابانی سے طریق کا ایک ایک گوشہ وادی طور اور دشت ایمن ہے۔ جہاں دن کی پوری روشنی ہے اور کسی قسم کا ابہام و التباس نہیں۔ ہر راہی سلوک کے اس آسان و سادہ "صراط مستقیم" پر چل کر بغیر کسی فسادِ قلب و نظر اور خوف و خطر کے منزل پر پہنچ سکتا ہے اب ہر سالک کی حدود رعایت کرتے ہوئے اختیار امور پر عمل پیرا ہوکر بآسانی سنت نبویؐ کے ظاہری و باطنی اتباع سے اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے اور رضائے الٰہی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز نے سلوک و تصوف کی جو تشریح فرمائی ہے اس میں یہ حقیقت کلیۃً واضح اور مبرھن ہے۔ کہ سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ہدایات و تعلیمات اور اوامر و احکام کی بکمال اخلاص اور بدرجہ احسن تعمیل و تکمیل کا نام ہے جو انسانی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی، ظاہری و باطنی، روحانی و جسمانی، اعمال و افعال، کوائف و احوال کو گھیرے ہوئے ہے۔ اخلاص و تقوی

Marfat.com

والا ہر عمل سالک کو رضائے الٰہی سے مشرف کرے گا خواہ یہ عمل حقوق اللہ ایمانیات و عبادات کی قبیل سے ہو یا حق العباد، اخلاق و معاملات و معاشرت و سیاست وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگانی کا کامل و مکمل، جامع و مانع دستور العمل لے کر تشریف لائے تھے جس کا جزو کل رضائے الٰہی کا مورد اور محبوبیت الٰہی کا سبب ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ اور تکمیل شان کا ہی نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کا سلوک زندگی کے ہر گوشہ میں طے ہوا تھا وہ جس طرح رات کے راہب اور دن کے شہسوار تھے اسی طرح صفہ کا چبوترہ، تجارت کی منڈیاں، زراعت کے کھیت، ان کے سیر و سلوک کا جادہ یا افتادہ تھے۔ گھریلو تعلقات اور قیصر و کسریٰ سے آویزشیں دونوں طریق کے مراحل طے ہوتے تھے۔ ان کے لیے ذکر و فکر کے حلقے، مسجد کی زندگی، ہجرت و نفر، نصرت و انفاق، قتال و جہاد، جس طرح قرب و رضائے الٰہی کا زینہ تھا اسی طرح باہمی معاملات و معاشرت، اخلاق و تعلقات، مزدوری و تجارت، زراعت و صنعت، سیاست و جہانگیری، جہانداری و جہانبانی، ہر چیز امر الٰہی کا اطاعت اور سنت نبویؐ کی اتباع کی بنا پر الٰہی فوز و فلاح اور ربانی انعام و رضوان کا ذریعہ تھی۔ ان کے ہاں دین و دنیا، ظاہر و باطن کی تفریق نہ تھی بلکہ زندگی کا ہر عمل الٰہی رنگ میں رنگین اور سنت نبویؐ کے مطابق تھا۔ اسلام تعطل تجرد، ترک دنیا اور کشمکش حیات سے گریز و فرار کا نام نہیں۔ بلکہ وہ انسان کو زندگی کا جوانمرد سپاہی دیکھنا چاہتا ہے اور دنیاوی تقاضوں میں الجھ کر ولدار ازل سے دائمی تعلق، اوامر ربانی کی کامل پابندی اور سنت نبویؐ کی اتباع کا داعی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت نے ازل ہی میں یہ طے فرما دیا تھا کہ انسان کا عرفان الٰہی کا راستہ اور قرب ربانی کے حصول کا طریقہ فرشتوں اور دیگر مخلوقات سے جداگانہ اور علیحدہ ہوگا۔ فرشتوں کی طرح موانع کے بغیر مشاہدہ حق اور عبادات و احکام الٰہی کی

Marfat.com

اجباری اس کی خوبی و کمال نہ ہوگا۔ نہ ہی وہ فطرتاً اوامر ربانیہ کی پابندی پر مجبور ہوگا۔ بلکہ بنی آدم کا شرف موانع اور علائق کی موجودگی میں ذات حق میں اشتغال ہوگا اور وہ اپنے وہبی اختیار و تمیز خیر و شر کو استعمال کرکے اپنی نفسانی خواہش کو روک کر احکام الہیہ کا اتباع اور نواہی سے اجتناب کرنے والا ہوگا۔ اس کی راہ سلوک مجاہدات کی گھاٹیوں سے ہو کر گزرے گی۔ بنی نوع انسان کے لئے قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کا حصول جنت کا داخلہ، اس کی فطری اور باطنی صلاحیتوں اور استعدادوں کی جلا و ترقی سب اسی "مجاہدہ" کی راہ سے مقدر فرمائی گئی۔ حکمت الٰہی نے انسان کے لئے مجاہدہ کی گھاٹی دنیاوی زندگی کو بنایا کہ دنیا اور اس کی جملہ اشیاء کو زیب و زینت سے ڈھانک دیا اور انسان میں ان چیزوں کی طلب اور تمتع کی لامحدود خواہش رکھ کر اس کے لئے دنیا اور اشیائے دنیوی میں کشش اور دلربائی رکھ دی۔ لیکن بنی آدم کے دائمی فائدہ، اس کے باطنی اور اخلاقی جواہر کی حفاظت و ترقی، اس کی اعلیٰ استعداد کے بچاؤ اور نمو کے لئے انسانی خواہش کے نفس کے مطابق دنیا اور دنیوی اشیاء سے لا محدود استفادہ کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس محدود اور ختم ہوجانے والے عالم میں انسان کی خواہشات کو نہ تو بالکل مٹانے کا حکم دیا اور نہ ہی اسے دنیاوی چیزوں کے جائز تمتع اور استعمال سے روکا۔ اس کی خواہش نفس کو حدود و احکام کا پابند کردیا کہ وہ رزم گاہ حیات کی پیہم کشاکش میں خواہشات و نفسانی تقاضوں کے علی الرغم احکام ربانی کی پابندی، حدود اللہ کی حفاظت، حق و باطل کی تمیز، جائز و ناجائز کا فرق برتتا رہے اور اپنی طبیعت کے غلط میلان کو روک کر امر ربانی پر چلنے والا ہے۔ اس کشمکش میں انسانی نفس و طبیعت پر جو گرانی و کلفت آتی ہے اس کا اختیاری طور پر برداشت کرنا ہی وہ "تکلیف و مجاہدہ" ہے جو بنی آدم کا شرف و امتیاز ہے۔ اور اسی مجاہدہ کا اختیار و عمل بنی آدم کی جملہ انسانی ترقیات کا ذریعہ ہے۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دنیا اور اشیائے دنیوی کی زیب و زینت، ان کی دلکشی و دلفریبی کو انسانی

آزمائش و ابتلاء بنادیا گیا ہے اور دنیاوی حیات کو اس کی امتحان گاہ قرار دیا گیا ہے
ہر قدم پر یہی صدا آتی ہے۔

ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

ہر رہگذار پر لغزش پا کا اندیشہ ہے اور کسی آبلہ پا کا اس خار زار سے صحیح و سالم گزر جانا محض توفیق الٰہی کا کرشمہ ہے یہی وہ گھاٹی ہے جس کا خیریت و سلامتی سے طے کرلینا انسان کو ایسی فوز و فلاح و کامرانی اور دائمی نجات و کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے فریب کدہ عالم کی جملہ زیبائشوں اور بوقلموں رنگینیوں کے باوجود ان میں نہ الجھنا اور دلدار ازل کی رضا و احکام کو ہر آن پیش نظر رکھنا و باہمت انسان ہی کا کام ہو سکتا ہے جس میں کوئی دوسری مخلوق اس کی شریک و سہیم نہیں

نہ کر جبرائیل تو تقلید میرے جذب و مستی کی
تن آساں قدسیوں کو ذکرو تسبیح و طواف اولیٰ

انسانی "راہ معرفت" زندگی کی دنیاوی مشغولیتوں، معاشرتی تقاضوں، معاشی معروفیات اور جسمانی ضروریات کے حصول کی کوششوں کے بیچ میں سے ہو کر نکلتی ہے۔ اس لیے انسان کا کمال ترک معاش، گوشہ گیری، رہبانیت اور دنیاوی تعلقات سے چھٹکارا حاصل کرنا نہیں بلکہ دنیا میں رہ کر ایک طرف بندوں کے حقوق ادا کرنا، حسن معاشرت، اخلاق فاضلہ، عدل و انصاف کی نظیریں قائم کرنا ہے اور دوسری طرف مخلوق میں رہتے ہوئے دنیاوی اشیاء کو جائز طریقہ سے استعمال کرتے ہوئے اپنے قلب کو اپنے خالق کے لئے فارغ، اسی میں شاغل، اسی کی یاد میں مست، اسی کی عبادت میں مشغول رکھنا اور ہر حال میں اس کے احکام کا پابند رہنا ہے کہ علوی اور سفلی چیز ذات حق کے سوا اس کے نہاں خانہ دل میں قرار نہ پا سکے۔ [illegible] کے ہنگامے اس کے قلبی سکون کو تہ و بالا اور مخلوق کا استعمال اسے خالق سے بے خبر نہ کر سکے۔ عالم اس کے لیے جمال حق ہو اور معرفت و کمال الٰہی کا آئینہ [illegible]

اشیاء کی کثافتوں سے گدلا ہو کر نہ رہ جائے۔ اس کی نگاہیں زمین و آسمان کی دلفریب وسعتوں میں گم نہ ہو سکیں اور سراب حیات اسے آخرت کی زندگی سے غافل نہ کردے غرض اپنے جسد و روح، دل و نظر کی کامل حفاظت کرتے ہوئے اس آزمائش کدہ عالم سے گزرنا ہے تاکہ اس کی صلاحیتیں اور استعدادیں روبکار آسکیں اور وہ اس ابتلاء میں کامیاب و کامران ہو سکے جو اس کا منشاء تخلیق ہے اور جس کے لئے اسے فریب کدہ عالم میں بھیجا گیا ہے۔

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

مذکورہ بالا تشریح حضرت سیدی و مولائی قدس سرہ العزیز کے فرمودات و ملفوظات کی روشنی میں کی گئی ہے۔ ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز ہمیشہ دین و دنیا کی وحدت، عبادات کی وسعت، مجاہدات میں سہولت، جائز تعلقات کی بقاء اور اس کے نبھاؤ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا درس دیتے رہے اور ان غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ فرماتے رہے جس نے سلوک کی افادیت کو ایک دائرہ میں محدود اور طریق کی ضرورت و اہمیت کو انتہائی گھٹا کر رکھ دیا ہے۔

کیا عجب ہے! کہ طریقت جو شریعت مطہرہ ہی کا ایک اہم جزو ہے اس کی اہمیت اپنوں کی مشکل پسندیوں اور غلط کوشیوں کی بناء پر امت کے ایک کثیر طبقے کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ حضرت والا عالی مرتبت قدس سرہ العزیز اسلامی سلوک کے منور چہرے سے پیہم ان سیاہ پردوں کو دور فرماتے رہے۔ آج اقوام اسلامی یا تو یہودی تخیل کا شکار ہیں یا عیسوی تخیل کا، محمدی دعوت آج اکثر ان کی نگاہوں سے پوشیدہ و مخفی ہے آج منبر اور تخت دو سمجھے جاتے ہیں۔ اور سپہ سالار اور امام دو گروہ ٹھہرائے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا منبر اور تخت ایک تھا اور ہمارے سپہ سالار ہی ہماری نماز کے امام ہوتے تھے مسلمانوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو ایک

Marfat.com

وحدت سے فراموش کردیا ہے ۔ وہ سلطنت و حکومت و تجارت و خدمت کسب زر اور تعلیم ہنر کو دنیا کا کام اور صرف نماز و روزہ اور تسبیح و وظیفہ خوانی کو دین کا کام سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ حسن نیت ہو تو ہر دنیاوی جدوجہد ، ہر سیاسی سعی و فکر ، ہر تعلیمی عمل و خدمت ، ہر تجارتی شغل و کاروبار ، ہر صنعتی ترقی و اقدام اور ہر ایجاد و اختراع سراسر دین ہے اور اگر حسن نیت نہ ہو تو رات بھر کا قیام نماز اور دن بھر کا روزہ بھی دنیا ہے ۔ اب امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ پر فرض ہے کہ وہ دین و دنیا کی وحدت کے اس راز کو سمجھے اور اپنی نجات و فلاح کی تدبیر اسی وحدت کے اندر تلاش کرے ۔ وہ بازاروں میں خدا کے لئے دولت پیدا کرے ، لڑائیوں میں خدا کے لئے اپنی جانیں فدا کریں ، مدرسوں اور جامعات میں خدا کے لئے مفید و نافع علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرنے ۔ تجربہ گاہوں میں خدا کے لئے ایجاد و اختراع کرنے ۔ دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی دولت بھی حاصل کرے اور زمین کی حکومت اور آسمان کی بادشاہی دونوں کو ایک دوسرے کا سایہ سمجھے ۔

ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز دین و دنیا کی اسی یکجائی کا درس دیتے تھے کہ جب دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ ہو تو پھر ساز و سامان ، تاج و تخت وغیرہ تمام دنیا موجود ہو تو ضرر و نقصان نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا تخت و سامان میں بھی حاصل ہو سکتی ہیں اور اگر دل میں غیر اللہ سمایا ہو غیر کی محبت ہو تو ایک کملی بھی نقصان و ضرر دے سکتی ہے ۔ حضرت والا کے نزدیک دنیا کا مفہوم یہ تھا جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

یہاں دنیا سے مراد خدا سے غافل ہونا ہے نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن ۔ اولیاء میں اگر وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل کرانے والے نہ ہوں [illegible] حضرت قدس [illegible]

Marfat.com

سرہ العزیز کے نزدیک ریاضت یہ تھی کہ باطن میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو، دل سے غیر کی محبتیں خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت آچکی ہو اور ظاہر میں اعمال صالح کی ہر حالت میں پابندی ہو۔ حضرت والاؒ کے نزدیک محبت الٰہی کا مفہوم یہ تھا کہ جتنی محبت بڑھتی جائے اتنا ہی اتباع نبویؐ میں کمال ہوتا ہے۔

عجمی تصوف

حضرت والاؒ عجمی تصوف کی تردید اور رد بلیغ بھی برملا فرمایا کرتے تھے کہ تصوف و سلوک کے مستقل فن بن جانے سے جہاں علمی و عملی لحاظ سے گوناگوں فوائد حاصل ہوئے وہاں مرور ایام سے چند در چند قباحتیں بھی در آئیں۔ متصوفین کا ایک ایسا طبقہ بھی وجود میں آیا جو باطنی علوم کا مدعی تھا، لیکن شریعت اسلامی کے علوم و حکم سے ایک حد تک ناآشنا۔ اور اسلامی احکام سے ایک گونہ ناواقف تھا۔ قرآن و سنت کے انوار و برکات سے خالی ہونے کی وجہ سے شریعت و طریقت کی دوئی کا فسانہ تراشا گیا۔ جس نے رفتہ رفتہ ایک مہلک نظریہ کی صورت اختیار کرلی۔ تیسری، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں غیر قوموں کے اختلاط۔ عجمی عناصر کے گھل مل جانے اور یونانی و ہندی فلسفہ و خیالات کے اثر سے منہاج شریعت سے ہٹ کر تصوف کی دیگر راہیں بھی رائج ہونے لگیں۔ جس کی بنا پر ایک طبقہ سلوک کی حقیقت کو ہی گم کر بیٹھا۔ ناواقفوں کو یہ عجمی پودا نظر آیا اور وہ اسلام میں "سلوک و طریقت" کے وجود کے ہی منکر ہو گئے۔
غرض صحیح و اسلامی تصوف کے علاوہ "تصوف" کے نام سے فلاسفۂ یونان و عجم کے لادینی و ملحدانہ تصورات نے عجمی "تصوف" کا ایک نظریاتی مدرسہ فکر پیدا کر دیا جو کبھی یونانی فلسفہ سے بہکا۔ کبھی اس میں ایران و عجم کے اوہام نے بار پایا، کبھی ہندی و ویدانت و یوگ نے اسے متاثر کیا۔ تو کبھی مسیحی رہبانیت اس پر چھا گئی۔ یہی وہ نام نہاد عجمی

Marfat.com

تصوف ہے جس کا اسلامی تصوف سے موازنہ کرتے ہوئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے
حقیقی تصوف کہ جس کا زبان شرع میں نام احسان ہے اور تزکیہ ہے وہ تو درحقیقت
مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔ وحدۃ الوجود وغیرہ کی غلط تعبیرات
سے صریح شرک اور عملی تعطل بن گیا۔ جاہل صوفیا نے تصوف کی غلط تعبیرات کا ایسا
صور پھونکا کہ اس کی تاریکی میں اصل تصوف کا نور گم ہو کر رہ گیا۔ احکام الٰہی کی کامل
پابندی، سنن نبوی کا اتباع، فضائل اخلاق کا حصول، رذائل کا ترک، اخلاص و
عبدیت، اور احسان و تقویٰ کی تحصیل، قرب و رضائے خداوندی کی لگن، توحید و یقین،
محبت و خشیت ربانی کی طلب، حضور و ذکر دوام کی فکر و دھن جو حقیقی تصوف کے
اصل عناصر تھے نگاہوں سے گم ہو کر رہ گئے اور عوام کی عجوبہ پرستی اور متصوفین کی بے
راہ روی نے کشف و کرامات، الہام و وجدانیات ہی کو اصل تصوف اور سلوک کا مقصد
قرار دے دیا۔ حالانکہ ان چیزوں کو مقاصد تصوف میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صرف اشغال
اور مجاہدات کے ثمرات عاجلہ اور محض راہ کے تراشے ہیں جو اگر قرآن و سنت کے مطابق
ہوں تو محمود ہیں لیکن مقصود نہیں۔ کہ اصل مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔
جو صرف عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے اور ان اشیاء یعنی "کشف و کرامات" کو
رضا اور قرب الٰہی میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ چیزیں مانع طریق اور تنزل
کا سبب جاتی ہیں۔ کیونکہ سالک ان "بزرگانہ اوہام، نورانی حجابات اور پاکیزہ شعبدوں"
میں اس طرح الجھ کر رہ جاتا ہے کہ اصل مقصد بلکہ بسا اوقات راستے ہی کو گم کر دیتا ہے
اور تمام عمر ان شعبدہ بازیوں میں سرگرداں اور ان کو حق کا نشان اور رضائے الٰہی کا
ثمرہ و انعام سمجھ کر گمراہی اور جہل مرکب میں مبتلا رہتا ہے

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

حضرت قبلہ پیر صاحب ان تمام غیر شرعی عقائد و اعمال کو ناجائز اور ان رسوم و قیود

Marfat.com

فلسفیانہ تعبیرات و خیالات کو جوکہ بیرونی اثرات کی بنا پر تصوف میں داخل ہو گئے ہیں ۔
سخت ناپسند فرماتے ہیں ۔ نہایت افسوس و درد سے فرمایا کرتے تھے کہ جاہل اور بازاری
صوفیوں نے تصوف کا ناس کر دیا ہے ۔ حضرت والاؒ نے فرمایا
تین قسم کا تصوف ہے ۔
۱۔ ایک ملحدانہ یا فلسفیانہ تصوف ۲۔ دوسرا عامیانہ یا بازاری تصوف
۳۔ تیسرا صحیح اور اسلامی تصوف اور وہی حق ہے ۔

فلسفیانہ تصوف

۱۔ مذہبی تصوف سے مقصود مذہبی روح یعنی اخلاص ، محبت ، زہد ، تقویٰ ، عبادات اور شریعت پر بمطابق سنت نبویؐ عمل ہے۔ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں زہاد اور عباد اسی قسم کے تھے ۔ عام مسلمانوں سے الگ ان کے کچھ خاص عقائد اور خیالات نہ تھے۔ وہ فلسفے سے بھی نا آشنا تھے ۔ وہ صرف قرآن و سنت سے توغل رکھتے تھے اور اخلاص عمل اور خلق خدا کی خدمت پر ان کے ہاں سب سے زیادہ زور تھا اور فلسفیانہ تصوف سے مقصود الہیات کے متعلق حکیمانہ خیالات رکھنا اور فلاسفہ کی طرح خشک زندگی اختیار کر کے ، ان کی اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنا ہے ۔ مذہبی تصوف میں مرکز " خیال نبوت " ہے اور اس میں انبیاء و کاملین کے احوال فلاسفہ اور حکما کے احوال کی پیروی کی جاتی ہے۔ تصوف کی ان دونوں قسموں میں فرق و امتیاز نہ کرنے کے باعث مغربی مصنفین کو بہت کچھ اختلاط اور التباس پیش آیا ہے۔ یونانی الہیات ، نوافلاطونی نظریات ، عرفانی ، مشائی اور رواقی فلاسفہ کے طریقوں کے علاوہ اس فلسفیانہ یا ملحدانہ تصوف میں ہندوستانی جوگ اور ویدانت اور مسیحی رہبانیت کے بعض مجاہدات اور تصورات بھی شامل ہو گئے ۔ اس طرح " عجمی تصوف " کا اجنبی پودا اسلام میں در آیا ۔

Marfat.com

جسے دیکھ کر صحیح اسلامی سلوک کے متعلق بھی طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہوئیں
غلط فہمی اور التباس کی بنا پر اس فلسفیانہ طرز فکر و عمل کو اصل اسلامی تصوف
گیا۔ اس بنا پر مستشرقین یورپ کے ایک بڑے طبقہ نے اسلامی تصوف کو بھی
مذاہب سے ماخوذ اور فلسفہ یونان و عجم کا اثر و نتیجہ بتایا اور حقیقت تصوف سے
یگانے بھی متوحش اور بے زار ہو گئے حالانکہ

ایں بدن تا آں بدن فرق است ژرف

غرض حضرت والا سلوک کے اپنے اصلی اور نکھرے ہوئے نبوی طریق کے داعی
آپ کے نزدیک طریق جملہ بیرونی آلائشوں اور آمیزشوں سے پاک نبوی تربیت کا قد
سونا تھا جس میں کسی غیر الٰہی فلسفہ و عمل کی گنجائش نہ تھی۔ نبوت کا تربیتی سلسلہ
اپنی ذات میں کامل و مکمل ہے۔ وہ ایک الٰہی نخل ہدایت ہے جو اپنی خالص اسلا
سرزمین میں پھلتا پھولتا اور بار آور ہوتا ہے۔ تعلیمات نبوی کے باہر اس کا کوئی وجو
نہیں۔ غیر نبوی الٰہیات کی ملحدانہ بھول بھلیاں توحید و معرفت الٰہی کے راز کو الجھا
سکتی ہیں لیکن ایمان و ایقان کی نورانی وادی کو نہیں پا سکتیں۔ خوارق، مکاشفات
مواجید کا ساحرانہ شعبدہ بازیوں کا ظہور ان سے ہو سکتا ہے لیکن موسوی ید بیضا کی روشنی
انہیں میسر نہیں آسکتی۔ حضرت والا غیر شرعی تصورات و مراقبات، ریاضت و طریق سے
حاصل کی ہوئی نام نہاد روحانی صفائی اور قلبی طہارت شرعاً مردود اور عنداللہ غیر
مقبول سمجھتے تھے۔ آپ کے نزدیک سلوک و تصوف مسلک رسالت و تعلیمات نبوی
کے عین مطابق تھا۔ حقیقت نا آشنا متصوفین کے گم کردہ راہ طبقہ نے کسب دنیا کے
فنون میں سے ایک فن سمجھ لیا۔ اور اس کے مقاصد و غایات، مقاصد و اصول کو بھلا کر
اسے ایک ایسا مدرسہ فکر و نظر اور طریقہ عمل بنا لیا جو قابل رد و بطلان خرافات
بدعات کا مجموعہ ہے اور اسلامی تصوف و سلوک کے حجابات چہرہ پر ایسے تہ بر تہ حجابات
ڈال دیئے کہ ایک بڑے طبقہ کی نگاہوں سے سلوک نبوت کا حسن و جمال چھپ کر

Marfat.com

گیااور ایک ایسا منہاج و طریق جو ہر مسلمان کی ظاہری و باطنی اصلاح کا کفیل تھا۔ اس کی حقیقت نام نہاد صوفیہ کی جہالت اور حق ناشناسی اور اعمال غیر شرعیہ کی بنا پر اکثر لوگوں کی نگاہوں سے گم ہو کر رہ گئی اور انہوں نے تصوف کو غیر اسلامی اعمال و اشغال یا دنیاداری و نفس پروری کا دھندہ سمجھ لیا اور وہ اصل سلوک کی برکات سے محروم ہو گئے۔ عجمی نفس کشی، ترک دنیا، تجرد، گوشہ گیری، عزلت نشینی، اور قطع علائق کے مناظر کو انہوں نے دیکھا تو معترضین و متصوفین کا ایک طبقہ اس تلمیع و دھوکہ پر اصل و حقیقت کا گمان کر بیٹھا اور رفتہ رفتہ اسلامی تصوف و سلوک کے جو مقاصد تھے یکے بعد دیگرے ان کی نگاہوں سے گم ہوتے چلے گئے اور کسی نے سلوک کو محض " ایک نظریہ " اور " طریقہ فکر " سمجھ لیا۔ کسی نے " مراقبات " پر قناعت کر لی۔ کسی نے ترک دنیا کو مقصد گردانا، کسی نے اوراد و وظائف کے ایک خاص نصاب ہی کو حاصل طریق سمجھا، کسی کی نظر مکاشفات و مواجید، الہام و رویا کے نورانی حجابات میں اٹک کر رہ گئی، کسی نے اسے باطنی سینہ بسینہ راز سمجھا، کوئی اعراس و قوالی، مزارات کی حاضری کو ہی تصوف سمجھا، کوئی ذرائع کو مقصد سمجھنے کی مہلک غلطی میں گرفتار ہو گیا، اور کسی نے شریعت و طریقت کی دوئی کا فسانہ تراش لیا۔ بلا شبہ حضرت والاؒ کو پاکستان میں بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ آپؒ تصوف و سلوک کی تجدید کریں۔ حضرت والاؒ نے حقیقت سلوک و تصوف کو واضح کیا کہ خانقاہوں کا کام صرف اعراس و فاتحہ کا اہتمام اور سماع و رقص و قوالی کا انصرام نہیں ہے۔ مقررہ دنوں اور مہینوں میں کچھ لوگوں کا جمع ہوکر فاتحہ خوانی کر لینا، مٹھائی کھا لینا، اور ایک جگہ بیٹھ کر کسی سازندہ کے ترانے پر ہو کر لینا نہیں ہے۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے۔

کہ تصوف اس چیز کا نام نہیں ہے کہ وحدۃ الوجود کی آڑ پکڑ کر شوخی و بے باکی اور رندی کے اشعار و مضامین پڑھ لے۔

آپؒ کے نزدیک سلوک و تصوف اصلاح نفس کا راستہ ہے۔

Marfat.com

حضرت والاؒ کے "سلوک و تصوف" کا لازمہ و نتیجہ سلوک کی ہمہ گیری و جامعیت اور وسعت ہے جس میں انسانی زندگی کا جزو کل سمایا ہوا ہے۔ اور جو اس کی ہر حرکت و سکون اور فکر و عمل پر چھایا ہوا ہے۔ اور اس کے تمام انفرادی و اجتماعی، ظاہری و باطنی، مادی و روحانی حقوق و فرائض، کوائف و وظائف کو گھیرے ہوئے ہے۔

حضرت والاؒ کے نقطہ نظر کے مطابق سلوک چند عبادات و اذکار، رسوم و اوراد کا نام نہیں بلکہ انسان کا سلوک زندگی کے ہر شعبے اور گوشہ میں طے ہوتا ہے اور اس کی ساری زندگی پیہم مجاہدہ، سراپا عبدیت، اور ہمہ تن دین بن جاتی ہے۔

ہمہ دیر تختہ گل زجبین، سجدہ ریزم
کہ نیاز من نگنجد بدو رکعت نمازے

حضرت والاؒ کی تعلیمات و ملفوظات کی روشنی میں احکام الٰہی کا وہ حصہ جو انسانی اجتماعی زندگی سے متعلق ہے سلوک و تصوف کے دائرے سے خارج نہیں ہے اور اس طریق کے راہی کے لئے اجتماعی حقوق و فرائض کی ادائیگی سے مفر اور انسانی و ملی ذمہ داریوں سے گریز کی صورت ممکن نہیں۔ حضرت والاؒ کے نزدیک اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کوہ و دشت کی عزلت نشینی میں جنت کا سراغ نہیں بتایا بلکہ احد کے کارزار میں جنت کی خوشبو اور الجنۃ تحت ظلال السیوف کا مژدہ سنایا ہے۔ اسلام کی رہبانیت ترک عمل و سعی نہیں بلکہ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ہے۔

"رھبانیۃ ھذہ الامۃ الجھاد فی سبیل اللہ" (کنزالعمال ۲/ ۲۵۷)

اس امت کی رہبانیت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ہے۔

حضرت والاؒ کے نزدیک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کا اسوہ اسی سلوک کا عملی نمونہ اور اسی طریق کا داعی تھا۔ اسلام رہبانیت کا داعی نہیں بلکہ ربانیت یعنی اللہ والا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ حضرت والاؒ کے نزدیک اللہ والوں کے اوصاف محض انفرادی تزکیہ وخلوت نشینی نہیں بلکہ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے

Marfat.com

عرصہ پیکار میں شمشیر و سنان سے دو بدو ہونا، قتال اور دائمی جہاد بھی ہے۔

حضرت والاؒ کے نقطہ نظر کے مطابق اسلام کی بقاء و حفاظت، اشاعت و فروغ اور اقامت دین کی جملہ شرعی انفرادی و اجتماعی کوششیں، تزکیہ نفس اور اصلاح باطنی سے لے کر دعوت و تبلیغ تک اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد سے لے کر سیاست عادلہ و قتال فی سبیل اللہ تک سلوک ہی کی گھاٹی کی مختلف منازل ہیں۔ انہیں اسلامی سلوک کے دائرے سے خارج سمجھنا دین و شریعت، سلوک و طریقت اور اسلام کی جامعیت و ہمہ گیری سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ اس بناپر سلوک طاہری میں ارشاد و ہدایت و تزکیہ باطنی کے علاوہ دعوت و تبلیغ، اسلامی سیاست عادلہ کی رہنمائی اور مجاہدانہ اور سپاہیانہ زندگی کی تلقین بھی شامل تھی۔ جس کا خانقاہی زندگی میں عموماً گزر نہیں ہوتا "سلوک طاہری" کی یہی ہمہ گیری ہے جو اسے طریق سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔

Marfat.com

دینی رخ اور مسلکی مزاج

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے۔ انہیں انفاس قدسیہ کے نور سے ظلمت کدہ ہند بقعہ نور بنا۔ اور صدیوں کے بعد آج بھی اللہ اللہ کرنے والے جو کہیں کہیں خال خال نظر آتے ہیں وہ انہیں صوفیاء کرام کے طفیل ہے۔ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور مرشدوں کی ہدایت پر چل پڑتے اور صنم کدوں کو توحید کی آواز سے مسجد بنا دیتے۔ اب تک ان کی زندگی کے صرف ایک پہلو پر زور دیا گیا ہے یعنی دنیا سے بے تعلقی یا ان سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کی کرامات کے قصوں سے تذکروں کے صفحات رنگ دیئے ہیں۔ اس بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے واقعات میں حقیقت کس قدر ہے۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ کسی صوفی شیخ کی کرامت نہ اس کے لئے قابل فخر سمجھی جاتی ہے اور نہ تہذیب و تمدن کی تاریخ میں اس کو کوئی مقام حاصل ہے۔ صوفیاء کے متعلق یہ ایک غلط فہمی پھیلا دی گئی ہے کہ صوفیاء رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ایک قابل افسوس امر ہے کہ بعض لوگ، صوفیاء کی سیاست سے کنارہ کشی اور زندگی کے ہنگاموں سے اپنے دامن کو محفوظ کرنے کی کوشش پر زور دیتے وقت حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ ان کے بیانات سے کچھ ایسا اندازہ ہونے لگتا ہے کہ وہ صوفیاء کو ایک ایسا طبقہ سمجھتے ہیں جو اسلامی معاشرہ سے خود کو علیحدہ رکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط نظریہ ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جہاں تک خود ان کی نجی زندگی کا تعلق تھا وہ حکومت کی سرپرستی اور ملازمت سے احتراز کرتے تھے۔ کسی سے کچھ طلب کرنا شان فقیری کے خلاف سمجھتے تھے۔ فاقہ کے دن یہی کہتے تھے کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ اس طریقہ کار کو مشائخ توکل کہتے تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ معاشرے سے بے تعلقی کی زندگی بسر کرتے تھے، حقائق کو نظر انداز کرنا ہے۔ واقعہ تو یہ

Marfat.com

ہے کہ خدمت خلق کو وہ اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ کسی دوسرے طبقہ کی زندگی میں اس کی نظیر و مثال ملنا مشکل ہے۔ اطاعت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کی نظر میں دو پہلو تھے۔ لازمی و متعدی۔ لازمی کے تحت وہ عبادات تھیں جن سے شریعت نے انسان کو مکلف کیا ہے مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ ان کا اثر انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ متعدی میں وہ امور شامل ہیں جن کے نتائج واثرات دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس کی بدولت عظیم المرتبت مشائخ معاشرہ کی اصلاح کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرتے تھے۔ یہ مشائخ قول کے بجائے اسلام کی تعلیم عمل سے دیا کرتے تھے۔ اور ان کی زندگی گویا اسلامی تعلیمات کی عملی تفسیر ہوتی تھی۔ ان کی بے ہمہ و باہمہ زندگی اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتی تھی۔ ان میں صوبائی عصبیت، نسب و نسل کا افتخار یا زبان کی برتری کا کوئی احساس نہیں تھا۔ وہ اتفاق و اتحاد کا درس دیتے تھے اور مسلم معاشرہ کو بنیان مرصوص کی طرح مستحکم بنا دیتے تھے۔

صوفیاء کے حالات میں بعض لوگ کشف و کرامات کو خصوصیت سے تلاش کرتے ہیں ان کے نزدیک مقدس ہستیوں کی معراج یہی ہے کہ وہ فوق الفطرت باتیں دکھا کر دنیا کو محو حیرت کرتے رہیں اگر کسی ولی کا ذکر کیا جائے اور اس میں کرامتوں سے صرف نظر کر لیا جائے تو ایسے لوگوں کے نزدیک وہ ذکر نہ صرف روکھا پھیکا ہوگا بلکہ ان بزرگوں کی ایک گونہ توہین متصور ہوگا۔ اولیاء کی کرامات برحق ہیں لیکن غور کیا جائے تو یہ چیزیں ان کا منتہائے کمال نہیں ہو سکتیں۔ ان کی پاک زندگیوں کا مقصد سچائی کو دنیا میں پھیلانا اور خود کو انسانیت کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنا ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان ہدایت پائے اور ان کے نقوش قدم پر چل کر مقصد حیات تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ لہذا ان مقدس روحوں کو خراج عقیدت اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگیوں کے صحیح خدوخال دنیا کے سامنے لائے جائیں اور یہ بتایا جائے کہ زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت سیدی و مرشدی طاہر علاؤالدین القادری گیلانی البغدادی قدس سرہٗ العزیز کا تذکرہ کرتے وقت میں نے انہی باتوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ حضرت والاؒ اس صدی کے عظیم ترین انسان تھے۔ مروجہ معنیٰ میں صوفی نہ تھے۔ بلکہ ایک حقیقی ولی کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم الشان دل و دماغ کی صلاحیتیں عطافرمائی تھیں۔ آپؒ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت، ملت اسلامیہ کا حقیقی درد اور پوری انسانیت سے خیر خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپؒ کی شخصیت اتنی جامع اور ہمہ پہلو تھی کہ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے شخص نے آپؒ سے اکتساب علم و فیض کیا۔ حضرت والاؒ تاریخ نہیں، تاریخ ساز تھے، آپؒ نے انسانیت سازی کا وہ کام سرانجام دیا جو بڑے بڑے منظم ادارے نہیں کرسکتے۔ اس دعویٰ کی زندہ مثال قائد تحریک منہاج القرآن کی ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے جو خدمات دین سرانجام دی جارہی ہیں اس کی روح رواں حضرت والاؒ کی ذات والا صفات ہے۔ یہ نظام قدرت ہے کہ کبھی استاد کا فیضان شاگرد چلاتا ہے اور کبھی شیخ کا فیض مرید تقسیم کرتا ہے۔ قائد تحریک کی خداداد صلاحیتوں کو پالش کرنے میں حضرت والاؒ کا نمایاں کردار ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

بہرحال مجھے حضرت والاؒ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو میں نے محسوس کیا کہ آپؒ علم کا ایک اتھاہ سمندر ہیں جس کے کنارے معلوم نہیں اور جس کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ مشکل ہے۔ جب اور قریبی تعلق قائم ہوا تو پتہ چلا کہ آپؒ ایک بلند و بالا روحانی شخصیت کے مالک ہیں۔ جب مزید قرب کا اعزاز حاصل ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ آپ ایک ولی ہی نہیں، مصلح انسانیت بھی ہیں، تجدید واحیائے دین کی تحریکوں کے روحانی مربی و محسن اور سرپرست بھی ہیں۔ کسی شہرت کے تصور سے آزاد رہ کر، ناموری کے حصول کے جذبوں سے عاری رہ کر نوازنے والے انسانیت کا اصل سرمایہ ہیں۔ دن بدن میری عقیدت و محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ مختلف الخیال لوگوں کے لٹریچر کے مطالعے

Marfat.com

جو ذہن میں شکوک و شبہات پیدا ہوئے تھے، خود بخود رفع ہوتے گئے۔ دشمن تصوف لوگوں کے لٹریچر سے جو عجیب وغریب باتیں پڑھی تھیں یہاں "میخانہ طاہریہ" میں آکر معلوم ہوا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی تعمیر سیرت اور تطہیر فکر میں کیا اہمیت ہے؟ یہ سارے حقائق ایسے منکشف ہوئے کہ حضرت والاؒ سے جتنی قربت بڑھتی گئی اسی قدر علم و عرفان و آگہی کے چراغ روشن ہوتے گئے۔ آپؒ نے وہ کچھ پلایا اور دکھایا کہ ایک بار چین و سکون کی زندگی کا مزا پایا۔ جو ناقابل بیان ہے۔ اب اگر میری زندگی میں کچھ خلا ہے تو یہ میرے عمل کا قصور ہے۔

حضرت والاؒ محبت کا ایک زمزمہ تھے۔ آپؒ کی محبت کا چشمہ صافی کبھی گدلا نہیں ہوا۔ میں نے حضرت والاؒ کو جس پہلو سے بھی دیکھا آپؒ کی عظمت نے مجھے اپنا گرویدہ بنایا آپؒ کے کردار و گفتار، اخلاق و معاملات، علم و حلم، شجاعت و حکمت جس چیز کو دیکھتا ہوں دنگ ہی رہ جاتا ہوں۔ میرے خیال میں ان کی امتیازی شان ایک ہی تھی کہ وہ ہر معاملے میں متبع سنت تھے۔ اپنی تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں اور کمال سب کو اس ایک کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ کہ لوگوں کے قلوب کا تصفیہ کیا جائے۔ افکار و نظریات کی تطہیر کی جائے، ظاہر و باطن کا تزکیہ کیا جائے، پیچھے رہ کر اوروں سے غلبۂ حق کی بحالی کا کام لیا جائے۔ حضرت قائد تحریک حضرت والاؒ کے ایک مرید مخلص ہیں ان کے کردار و سیرت کے آئینہ میں حضرت والاؒ کی عظمتوں کا انداز لگایا جاسکتا ہے۔ کہ جب مرید کا یہ عالم ہے تو شیخ کا کیا عالم ہوگا۔ کیونکہ مرید کی عظمت شیخ کی صحبت و نفس پر دلالت کرتی ہے۔ شاگرد کی کامیابی وکامرانی استاد کی قابلیت پر دال ہے۔ اچھی اولاد والدین کے باکمال ہونے پر نشانی ہے۔ میں حضرت والاؒ کے ملفوظات و ارشادات کے ذریعہ دل کی سرد انگیٹھی کو گرم کرنے اور دل کی اجڑی و ویران دنیا کو آباد کرنے کا سامان کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت والاؒ کا دینی اور مسلکی مزاج

سب سے پہلے حضرت والاؒ کا مسلکی مزاج بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ شہزادہ غوث الوریٰ کا مسلکی مزاج کیا تھا۔ آپؒ کے مسلک کی تشریح و توضیح کے لئے اصلاً کسی الگ بحث کی ضرورت نہیں ۔ اس لئے کہ حضرت والاؒ کوئی ایسی شخصیت نہ تھے کہ جنہوں نے جمہور امت سے ہٹ کر فکر و عمل کی کوئی راہ نکالی ہو۔ بلکہ دین اسلام کی تشریح و توضیح کے لئے چودہ سو سال میں جمہور علمائے امت کا جو مسلک رہا ہے وہی حضرت والاؒ کا مسلک ہے۔

دین اور اس کی تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ قرآن و حدیث ہیں اور قرآن و حدیث کی تعلیمات اپنی جامع شکل و صورت میں حضرت والاؒ کے مسلک کی بنیاد ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اٹھا کر دیکھیے اس میں جو کچھ لکھا ہوگا وہی حضرت والاؒ کے عقائد تھے۔

فقہ حنفی اور اصول فقہ کی کسی بھی مستند کتاب کا مطالعہ کر لیجیے اس میں جو فقہی مسائل و اصولی درج ہوں گے ۔ وہی حضرت والاؒ کا فقہی مسلک تھا۔ اخلاق و احسان کی کسی بھی مستند اور مسلمہ کتاب کا مطالعہ کیجئے وہی تصوف و تزکیہ نفس کے بارے میں حضرت والاؒ کا طریق تربیت تھا۔ انبیاء کرام اور صحابہؓ و تابعینؒ سے لے کر اولیاء تک جن جن شخصیات کی جلالت شان اور علمی و عملی قدر و منزلت پر جمہور امت کا اتفاق رہا ہے وہی شخصیات حضرت والاؒ کے لئے مثالی اور قابل تقلید شخصیات تھیں۔

الغرض دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں حضرت والاؒ اسلام کی معروف و متوارث تعبیر اور اس کے ٹھیٹھ مزاج مزاق سے سر مو اختلاف رکھتے ہوں لیکن موجود دور انتشار و اختلاف میں حضرت والاؒ کا مزاج و مزاق اعتدال کا تھا۔ مختلف مدارس کے ناموں سے جو مسالک کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ حضرت والاؒ ان کو

Marfat.com

مضر خیال فرماتے تھے۔ حضرت والاؒ کا مسلک و مشرب اور مزاج و مشرب میں طبعی طور پر اعتدال سرایت کیے ہوئے تھا۔ حضرت والاؒ کے مسلک اور مزاج کی راہ افراط و تفریط کے درمیان سے اس طرح گزرتی تھی کہ آپؒ کا دامن ان دو انتہائی سروں میں سے کسی سے بھی نہیں الجھتا تھا۔ حضرت والاؒ اپنے دینی رخ اور مسلکی لحاظ سے کلیۃً اہل سنت و الجماعت تھے۔ نہ آپ نے نیا کوئی فرقہ بنایا اور نہ نئے عقائد کی کوئی جماعت کی تشکیل کی۔

حضرت والاؒ کے نزدیک اہل اسلام کی تکفیر میں بلاوجہ زبان نہیں کھولنی چاہیے۔ آپ کا مسلک نہایت محتاط تھا۔ اسلامی فرقوں کے اختلاف کو کفر سے تعبیر کرنے میں آپؒ منع فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ کفر آخری حد کا نام ہے کہ اس کے بعد کوئی مقام اللہ تعالیٰ سے دوری کا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے کبھی کسی معین شخص یا فرقہ پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا: آپؒ نے بارہا فرمایا؟

ایسے فرقے جن کے اصول اور ضروریات دین میں کوئی اختلاف نہیں، فروعی مسائل میں اختلاف ہیں۔ انہیں تعصب اور تشدد اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ فروعی اختلاف کو موجب تکفیر و تفسیق نہیں بنانا چاہیے۔ آپؒ نے ہمیشہ "التزام کفر اور لزوم" میں فرق روا رکھا۔ جھٹ کسی پر فتویٰ نہیں لگایا۔ آپ "التزام" کی صورت میں تکفیر جائز و درست نہیں سمجھتے تھے اور بحالت لزوم کفر" تکفیر درست نہیں سمجھتے تھے۔ اور یہی صوفیاء و اولیاء کا مشرب و مسلک رہا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ ہر موقع پر حزم و احتیاط کا انداز و رویہ اختیار فرماکر امت کو انتشار و خلفشار اور تشدد و تعصب سے محفوظ رکھا۔

استاذی المکرم حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کے مسلکی مزاج اور دینی رخ میں جو حزم و احتیاط اور توازن و اعتدال جھلکتا ہے۔ یہ درحقیقت حضرت والاؒ کی فیض صحبت و تربیت کا نتیجہ ہے۔ اور آج پھر امت کو اسی منہاج اعتدال و توازن کی ضرورت ہے کہ جس سے امت کے مختلف فرقے باہم متحد و متفق ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

آداب اختلاف اور حدود محبت

ایک دفعہ حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھا حاضرین میں سے کسی نے علماء و مشائخ کے باہمی اختلاف کے متعلق اپنی تشویش و پریشانی کا ذکر کیا آپؒ اس کی باتوں کو بغور سنتے رہے اس کے بعد آپؒ نے آداب اختلاف اور حدود عقیدت و محبت پر نہایت عالمانہ و محققانہ گفتگو فرمائی ۔ دریا کو کوزے میں بند کردیا اس گفتگو کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ دین اور شخصیات کے متعلق راہ حق اعتدال کی ہے اور اس اعتدال کی دو اصل ہیں اور دونوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ہر حال میں قرآن و سنت اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم اور عمل کرنا چاہیئے ۔

۲۔ دوسری یہ کہ تمام ائمہ اسلام اور علماء حق سے حسن ظن اور محبت و عقیدت رکھنی چاہیئے اور ان کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے ۔ انہی دونوں چیزوں کو توازن و تناسب سے نہ رکھنے کی وجہ سے ساری پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں

گمراہ و بدعقیدہ لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط و تفریط کی ہے ۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو احکام و نصوص شرعیہ کی اتباع و تقدیم کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں کسی اہل علم و عمل کا کوئی قول بظاہر کسی حکم و نص کے خلاف نظر آیا ۔ بلا تامل اس کی تضلیل و تکفیر و تفسیق پر آمادہ ہو گئے ۔ اگرچہ اس نے ساری زندگی دین کی خدمت میں صرف کردی ہو۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے ائمہ و اکابر کی پیروی اور محبت و ارادت کے یہ معنی سمجھے کہ احکام و نصوص شرعیہ کو ان کا تابع و محکوم بنادیا اور غیر معصوم انسانوں کی خاطر قرآن و سنت کو چھوڑ کر کے

Marfat.com

" اتخذو احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ "

کی سرحد سے قریب ہو گئے۔

اس مرض میں مبتلا لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام و نصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتے ہے تو ان میں یہ جرات و حوصلہ نہیں ہوتا کہ وہ کتاب و سنت کو مقدم رکھ کر اس مخالف قول کی تاویل کریں اگر اس قول مخالف کی تاویل ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے ترک کر دیں۔ لیکن ہمارے ہاں لوگ اس کے برعکس کرتے ہیں کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں اور آراء کو مقدم رکھ کر کسی نہ کسی طرح قرآن و سنت میں تاویل کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والے تاویل نصوص سے، تحریف نصوص تک پہنچ جاتے ہیں۔ پہلی راہ باعتبار اصل یہود کی راہ ہے۔ اور دوسری راہ نصاریٰ کی ہے اور اسلام نے صراط مستقیم دکھایا ہے۔ غیر المغضوب، ولاالضالین میں ان دونوں کا رد کیا گیا ہے۔ ہمیشہ گمراہی کے یہی دو نکیلین رہے ہیں یا افراط بغض نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے یا افراط محبت نے۔ لیکن اہل حق ہر حال میں احکام شریعت یعنی قرآن و سنت کو مقدم رکھتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ائمہ اسلام سے بھی حسن ظن اور محبت و ارادت رکھتے ہیں۔ کسی غیر معصوم کا قابل احترام و اتباع ہونا اس کے لئے مستلزم نہیں کہ اس کا ہر قول و فعل حجت ہو اور نہ کسی غیر معصوم کے کسی ایک قول و اجتہاد کا غلط ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے تمام محاسن اقوال و اعمال کو ترک کر دیا جائے۔ غلو و بغض کا ہونا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

اصل مرکز حق و یقین قرآن و سنت ہے۔ یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ سب کو اس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا۔ اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ سب کی چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینی پڑیں گی۔

حضرت والا نے عالمانہ و محققانہ و عارفانہ گفتگو فرما کر ہمارے جملہ مسائل کی گتھیاں سلجھا کر رکھ دیں۔ جب ہم حضرت والا کی خدمت میں جا رہے تھے تو میرے ساتھ کچھ

Marfat.com

ایسے احباب بھی تھے جنہوں نے "مسئلہ دیت" کے متعلق ایسی باتیں کیں کہ جو توازن و اعتدال کے معیار سے گری ہوئی تھیں۔ قربان جایئے اس مرشد کامل کے کشف پر کہ جس نے دوران سفر ہونے والی گفتگو اور تلخی کو حل فرمادیا۔ حضرت والاؒ کی تعلیمات ہی کا اثر ہے کہ آج میرے جیسے ناقص انسان افراط و تفریط کے اس گئے دور میں محفوظ ہوا۔ "مسئلہ دیت" میں حضرت قبلہ قادری صاحب کی رائے انفرادی رائے ہے۔ جمہور امت کے مخالف ہے لہذا یہ ان کی غلطی ہے۔ جسے بیان کرنے میں مجھے کوئی ہچکچاہٹ و تکلف نہیں۔ حضرت والاؒ کی نگاہ فیض کا اثر ہے کہ ہم نے اپنا دامن افراط و تفریط سے محفوظ رکھا ہے۔ اسی رویئے کی وجہ سے بعض کج فہم لوگ عجیب و غریب باتیں کرتے رہتے ہیں۔

میر کے دیں و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

کچھ کرم فرما مصلحتوں کے درس بھی دیتے رہتے ہیں۔ اپنے خیال میں وہ اپنے آپ کو بہت ہی اہم سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک باقی سب کچھ بچگانہ اور غیر سنجیدہ باتیں ہیں۔ اعلیٰ ظرف لوگوں کی باتیں سن کر یہی خیال آتا ہے۔

چشم ساقی کی توجہ تھی کہ آڑے آئی
قصد واعظ نے کیا تھا مجھے بہکانے کا

ہمارے ایمان و اسلام کے متعلق سوچنے والوں کو ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ہم نے اعتدال اس مرشد گرامی سے حاصل کیا ہے جس نے اتنا حقائق سے آگاہ کر دیا ہے کہ اب اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ پس ہمارا حال یہ ہے۔

ایں تاب و توان من زمن نیست از وست
دیں لفظ و بیان من زمن نیست از وست
اے دیدہ وراں ! خردہ بگرید بہ من
پیدا و نہان من زمن نیست از وست

Marfat.com

ترجمہ:- میری یہ طاقت و توانائی اپنی نہیں، ان کی عطا کردہ ہے، میرے یہ الفاظ و معانی ذاتی نہیں بلکہ ان کے علوم کا صدقہ ہیں۔ اے ارباب نظر! مجھ پر نکتہ چینی نہ کرنا اس لئے کہ میرا ظاہر و باطن انہی کی نوازشات کا ثمرہ ہے۔

ہم تو اعتدال کا دامن تھام کر آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ کس طرح عقیدت و محبت کے ہوتے ہوئے اختلاف کیا جاتا ہے پس،

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
ہمارا کام ہے اچھی بری ہر بات سمجھانا، یہ ان کا اپنا ذمہ ہے نہ سمجھیں وہ اگر پھر بھی

توازن و اعتدال

حضرت والاؒ مجسم فراست تھے۔ آپؒ کی باتیں حدیث نبویؐ کی عملی تفسیر ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !!! **اتقو فراسة المومن فانه ينظر بنور الله**"

"بندہ مومن کی فراست سے ڈرو پس وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"

اس حدیث کی صحیح معرفت پہلی بار حضرت والاؒ کی صحبت میں ہوئی۔

حضرت والاؒ گرمیوں کے موسم میں کوئٹہ تشریف رکھتے اور سردیوں کے موسم میں عموماً کراچی۔ دونوں مقامات پر مریدین و متوسلین کی لائنیں لگی رہتی تھیں۔ اب تو صورتحال کچھ اس طرح کی ہوگئی ہے،

یہ حالت ہوگئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مے سے اور میخانہ خالی ہے

جب بھی حاضری ہوتی عجیب سماں ہوتا۔ جو باتیں راستے میں ہوتیں۔ آپؒ انہیں ہمارے بیان کرنے سے پہلے ایسے انداز میں ان کا ذکر فرماتے کہ انسان پانی پانی ہوجاتا

Marfat.com

مزید یہ کہ محض ارشادات میں باتوں ہی کا ذکر نہ ہوتا بلکہ ان کا تسلی بخش جواب بھی عطا کردیاجاتا۔ الجھنیں حل ہوجاتیں ، پریشانیاں کافورہوجاتیں ، شکوک و شبہات کے بادل چھٹ جاتے ۔ اسی طرح ایک بار احباب کے ساتھ حاضری ہوئی ،راستے میں مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوتارہا، مختلف مسالک ، شخصیات کے افکار و نظریات پر بحث ہوتی رہی ۔ واضح سی بات ہے کہ کچھ احباب افراط سے کام لیتے رہے تو کچھ تفریط سے ۔ اسی کشمکش میں سفر گزرا طبیعت بڑی بے چین بھی ہوئی ۔ حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت والاؒ نے ازخود قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی ۔

یاھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم (المائدہ ۵ / ۷۷)

اے اہل کتاب کہ تم اپنے دین میں غلو نہ کرو ۔

حضرت والاؒ نے اس آیت کو دو تین بار تلاوت کیا !!!

فرمایا !! لوگ قرآن پڑھتاہے لیکن غور نہیں کرتا۔ یہ حکم جہاں اہل کتاب سے ہے وہاں مسلمانوں سے بھی ہے ۔ قرآن و سنت میں غلو کی مذمت کی گئی ہے ۔کہ جو چیز شریعت میں مستحب ہو ، پسندیدہ ہو ۔ لیکن اسے فرض اور واجب کا درجہ دے دیاجائے تو یہ غلو ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مستحب و پسندیدہ مقام کو ناجائز کہنا شروع کردے تو یہ بھی غلو ہوگا۔ کسی چیز یا کسی بات کو جائز حد سے بڑھانا یا کم کرنا غلو ہے ۔ غلو کی دو بڑی قسمیں یہ ہیں :-

۱۔ تقویٰ اور تدین میں غلو

۲۔ شخصیات میں غلو

حضرت والاؒ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ! کہ انسان یا تو تقویٰ اور تدین میں غلو کرتاہے یا شخصیات میں ۔ اور شریعت کی نگاہ میں دونوں مذموم ہیں۔ دین کے معاملے میں نہ افراط مطلوب ہے اور نہ تفریط ۔ دونوں ناپسندیدہ ہیں ۔ تفریط سے فسق و فجور پیداہوتاہے۔ الحاد و کفر پیداہوتاہے۔ اور افراط سے خودساختہ رسومات پیداہوتی ہیں ۔

Marfat.com

با نفرت یا عداوت اور محبت دونوں میں غلو نامطلوب شریعت ہے۔

پوری امت کے فساد کی جڑ۔ یہی غلو ہے۔ فرقہ واریت، فرقہ پرستی، اسی غلو سے پیدا ہوئی ہے۔ فرقہ ہونا اور بات ہے اور فرقہ واریت اور بات ہے۔ بہرحال حضرت والاؒ نے غلو اور توازن و اعتدال وغیرہ عنوانات پر نہایت باریک و نفیس اور محققانہ و عارفانہ گفتگو فرمائی۔ کوزے میں دریابند کردیا۔ جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا۔

اسلام اعتدال کا دین ہے۔ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو "امۃً وسطاً" کہ کر اس بات کا اعلان کردیاہے کہ اس امت کی ایک بنیادی خصوصیت توسط اور اعتدال ہے۔ توازن و اعتدال حیات انسانی ہی نہیں بلکہ اس کائنات عالم کا وہ وصف خاص ہے جو کسی چیز کو حسن و خوبی۔ بخش کر مظہر کمال بناتاہے۔ اس توزن و اعتدال کی انسان کی پوری زندگی میں ضرورت ہے۔ اخلاق و معاشرت، ثقافت و تہذیب تمدن سیاست و معیشت وغیرہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت و ناگزیریت مسلم ہے۔ اس کے بغیر چین و اطمینان اور سکون و راحت کا سویرا طلوع نہیں ہوسکتا۔ مزاج کی بے اعتدالی نفسانیت کے مقابلے میں ایک معصوم نوعیت کی کمزوری ہے۔ کیونکہ اس میں کسی بدنیتی، کسی برے جذبے، کسی ناپاک خواہش و آرزو کا دخل نہیں ہوتا۔ مزاج کی بے اعتدالی کا فطری نتیجہ نظرو فکر کی بے اعتدالی کا نکلتاہے اور یہ بے اعتدالی زندگی کے حقائق سے براہ راست متصادم ہوتی ہے۔ فکر و نظر کا ایسا توازن اور سعی و عمل کا ایسا اعتدال درکار ہے جو مزاج کائنات کے توازن و اعتدال کے ساتھ زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہو۔ حالات کے ہر پہلو پر نگاہ رکھی جائے۔ معاملات کے ہر رخ کو دیکھا جائے۔ ضروریات کے ہر گوشے کو اس کا فطری حق دیا جائے۔ انسانی رویوں میں جب تک اعتدال پیدانہ ہو اس وقت تک صلح و آشتی کا تصور مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

Marfat.com

مزاج کی بے اعتدالی کا اولین مظہر انسان کے ذہن کا ایک رخا پن ہے کہ ایک رخ دیکھا جائے اور دوسرا رخ نہ دیکھا جائے۔ جس سمت ذہن چلا جائے اسی کو ہی سب کچھ سمجھ لیا جائے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان جس چیز کو اہم سمجھ لیتا ہے بس اسی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے، دوسری ویسی ہی اہم چیزیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم چیزیں ترک کر بیٹھتا ہے۔ جس چیز کو برا سمجھ لیتا ہے اسی کے پیچھے لٹھ لے کے بھاگ پڑتا ہے دوسری ویسی ہی بلکہ اس سے زیادہ برائیاں اس کے نزدیک قابل مذمت نہیں رہتیں۔ اصولیت اختیار کرتا ہے تو جمود کی حد تک اصول پرستی میں متشدد ہو جاتا ہے عملیت کی طرف بڑھتا ہے تو بے اصولی کی حد تک عملی بن جاتا ہے اور کامیابی کو مقصود بالذات بنا کر اس کے لئے ہر قسم کے ذرائع و وسائل استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ بڑھتی ہوئی بے اعتدالی سخت انتہا پسندی میں بدل جاتی ہے پھر آدمی اپنی رائے پر ضرورت سے زیادہ اصرار کرنے لگتا ہے۔ اختلاف رائے میں شدت آجاتی ہے۔ دوسروں کے نقطہ نظر کو انصاف کے ساتھ دیکھنے کی استعداد مفقود ہو جاتی ہے بلکہ ہر مخالف رائے کو بدتر سے بدتر معنی پہنا لیے جاتے ہیں۔ بدمزاجی اور چڑچڑے پن کا مزاج بھی اسی بے اعتدالی سے ہی پیدا ہوتا ہے ایک انتہا کے جواب میں دوسری انتہا اسی بے اعتدالی ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی بے اعتدالی کی وجہ سے اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے میں امت میں پھوٹ پڑی ہے۔ دھڑے بندی ہوئی ہے۔ تنگدلی پیدا ہوئی ہے۔ تنگدل آدمی اپنے لئے ہر رعایت چاہتا ہے مگر وہ دوسروں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتا۔ اپنی خوبیاں ہر وقت سامنے رہتی ہیں۔ اور دوسروں کے ہمیشہ گناہ اور کمزوریاں دکھائی دیتی ہیں۔ اپنے عیوب اس کی نگاہ میں قابل معافی ہوتے ہیں۔ مگر دوسروں کا کوئی عیب وہ معاف نہیں کر سکتا۔ اپنی مشکلات کو وہ مشکلات سمجھتا ہے مگر دوسروں کی مشکلات اس کی نگاہ میں محض بہانہ ہوتی ہیں۔ اپنی کمزوریوں کے لئے جو الاؤنس وہ خود چاہتا ہے دوسروں کو وہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ وہ اپنی پسند اور اپنا

Marfat.com

ذوق دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ دوسروں کی پسند اور ان کے [illegible] لحاظ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ یہی چیز آگے ترقی کر کے خود رو [illegible] اختیار کر لیتی ہے۔ دوسروں کی ذرا ذرا سی باتوں پر آدمی گرفت و مواخذہ کرنے لگتا اور پھر جوابی کارروائی پر بلبلا اٹھتا ہے۔ اسی تنگدلی کا نتیجہ زود رنجی، تنگ نظری اور ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنے کا نکلتا ہے۔ خود کو اہم بلکہ وی آئی پی اور دوسروں کے اخلاص پر حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ مرض ہے جو ہماری انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی پر چھا چکا ہے۔ سب خرابیوں کی جڑ یہی بے اعتدالی ہے۔ مزاج کی بے اعتدالی کو ختم کرنے کے لئے اصل نسخہ شفا قرآن و سنت اور صحیح صوفیاء کی تعلیمات ہیں۔

حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا!!

"غلو" انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتا۔ اس لئے یہ عموماً لوگوں کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے اور اگر کچھ لوگ وقتی طور پر "غلو" اختیار بھی کر لیں تو وہ زیادہ دیر اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کسی کام یا عبادت میں غلو اختیار کرتے ہیں وہ چند دن کے بعد سرد مہری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غلو کے اختیار کرنے سے زندگی کے چول ہل جاتی ہے۔ زندگی کے سارے شعبے متاثر ہو جاتے ہیں پھر بہت سے حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر طلباء میں سے کوئی عریضہ لکھتا ہے کہ مجھے وظائف و اوراد کی اجازت دی جائے تو آپ انہیں تعلیم میں محنت کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ فرماتے!! طالبعلموں کے وظائف [illegible] طالبعلموں کے لئے سب سے بڑا وظیفہ تعلیم میں یکسوئی و انہماک اور [illegible]

حضرت والاؒ کی تعلیمات غلو و انتہا پسندی سے [illegible] اسوہ حسنہ کی روشنی میں مریدین کو اعتدال و توازن [illegible] آج اگر اس باب میں ہمارے دامن میں کوئی چیز ہے تو حضرت والاؒ [illegible]

Marfat.com

ایک دن حضرت والا دربار شریف میں رونق افروز تھے۔ ایک حاضر مجلس نے اختلاف رائے کے متعلق دریافت کیا کہ مسائل میں علماء و فقہا کے اختلاف کیوں ہیں تو آپ نے اختلاف کی حقیقت پر عقلی و نقلی دلائل سے ایسی پر مغز گفتگو فرمائی کہ شکوک وشبہات کے بادل چھٹ گئے۔ آپ نے فرمایا!!

جب تک رات اور دن قائم ہیں، اختلاف قائم رہے گا۔ اختلاف ہی شاید زندگی ہے اور زندگی کا حسن ہے۔ زندگی کا دوام ہے، اختلاف لیل و نہار، اختلاف مزاج، اختلاف مشاہدات یہ سب اللہ تعالیٰ کے فن تخلیق کے کمالات ہیں۔ رونق حیات اختلاف کے دم سے ہے، شعور کی پختگی اور خیال کی بلندی اور اختلاف شعور اور اختلاف رائے سے ہے۔ عقیدے کی پختگی، اختلاف عقیدہ کی برداشت کا نام ہے۔ ناپختہ عقیدہ چھوٹے برتن کی طرح جلد گرم ہوجاتا ہے۔ بلند عقیدہ بلند دروازوں کی طرح آنے والوں کے استقبال میں کشادہ رہتا ہے۔ نفرت اور غصہ عقیدوں کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ اسلام میں مشورہ کی تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشا ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیاجاسکے۔ اگر اختلاف رائے مذموم سمجھاجائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہوجاتا ہے۔ انتظامی اور تجرباتی امور میں تو اختلاف رائے خود عہدرسالت مآب میں آپؐ کی مجلس میں بھی ہوتا رہا۔ خلفائے راشدین اور عام صحابہ کرام کے عہد میں، امورانتظامیہ کے علاوہ، جب نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل پیش آئے۔ جن کا قرآن و سنت میں صراحتاً ذکر نہ تھا، یا قرآن حکیم کی ایک آیت کا دوسری آیت سے، یا ایک حدیث کا دوسری حدیث سے بظاہر تعارض نظر آیا اور ان کو قرآن و سنت کی نصوص میں غور کرکے تعارض کو رفع کرنے اور شرعی مسائل کے استخراج میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلاف رائے ہوا۔ جس کا ہونا عقل و دیانت کی بنا پر ناگزیر تھا۔ ایسے ہی غیر منصوص یا مبہم معاملات حلال و حرام، جائز و ناجائز میں بھی، صحابہ کرام کی آراء کا

Marfat.com

کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ پھر تابعین کا یہ عمل بھی ہر اہل علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابیؓ کی رائے کو اختیار کر لیتی تھی اور کوئی ان کی بالمقابل دوسری جماعت، دوسرے صحابیؓ کی رائے پر عمل کرتی تھی۔ لیکن صحابہ و تابعین کے اس پورے خیرالقرون میں اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ بھی نہیں ہے تاکہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے اقتدا کرنے سے روکتے ہوں۔ ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل، یا سب و شتم، توہین، استہزا اور فقرہ بازی کا تو ان زمانوں میں کوئی تصور نہ تھا۔ صواب محتمل الخطاء (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) یہ دونوں چیزیں تقلید کے باب میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک مقلد کو یہ جاننا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اجتہادی مسائل میں اختلافات ممنوع چیز نہیں۔ اختلافات کا احترام کرنا چاہیے، مخالف کی اصلاح محبت سے کی جائے، مروت سے کی جائے۔ مخالفت شعور میں نکھار پیدا کرتی ہے۔ باد مخالف بلند پروازی کا زینہ ہے۔ اختلاف ہی بے قراری پیدا کرتا ہے۔ اختلاف کے دم سے زندگی جمود سے نکل کر تحریک بنتی ہے۔ حرکت زندگی ہے۔ جمود موت ہے۔ اختلاف انقلاب و ارتقاء کا ذریعہ ہے۔ عظیم انسان اختلاف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حقیقت محمدیہ

حضرت والاؒ سے حقیقت محمدیہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے نہایت نفیس و باریک و عمیق گفتگو فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے [illegible]

حقیقت محمدیہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معروف ذات مراد نہیں ہے عرفا کے نزدیک جب ذات باری تعالیٰ نے [illegible]

Marfat.com

حقیقت محمدیہ تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عروج کیا تو آپ کے اس عروج کی انتہا تنزل ذات کی ابتدا تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج اور ذات باری کے نزول کا نقطۂ اتصال حقیقت محمدیہ ہے۔ جس کا مظہر اتم خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک ہے۔ ذہن نشین رہے جسم پاک حقیقت محمدیہ نہیں بلکہ وہ تو حقیقت محمدیہ کا مظہر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد عصری کے خصائص و کمالات کا ادراک انسان کے ذہن کے بس میں نہیں ہے جب جسد عصری کا ادراک نہیں کیاجاسکتا تو پھر حقیقت محمدیہ کا ادراک کیسے ممکن ہے۔ کہ جس کا مقام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد عصری سے مقدم و وراء ہے۔ حقیقت محمدیہ تعین اول ہے۔ اسی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لم یعرفنی حقیقۃ سواء ربی الخ

میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جو لوگ حقیقت محمدیہؐ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معروف ذات لیتے ہیں وہ غلط ہے۔

وحدت الوجود کا معنی و مفہوم

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی نے حضرت محی الدین ابن عربی کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ان کا وحدت الوجود کے متعلق یہ عقیدہ تھا۔

"کائنات میں جو کچھ نظر آتا ہے سب خدا ہی ہے۔ یعنی خدا ہر شے ہے اور ہر شے خدا ہے"

حضرت یہ جملے سنتے ہی جلال میں آ گئے چہرہ کا رنگ سرخ ہونے لگا۔ عجیب

Marfat.com

منظر تھا سب حاضرین کی نگاہیں جھک گئیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ [illegible]
تھرتھرا رہا ہے سب لوگوں کے پاؤں سے زمین نکل گئی کہ سوال کرنے والے نے [illegible]
دیا ہے جب یہ منظر نگاہوں میں آتا ہے تو سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ جلال میں فرمانے لگے

”ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے،

زندیق ہے، مشرک ہے۔ کون کہتا ہے، کس نے کہا ہے کہ ابن عربی کا یہ عقیدہ تھا
فرمایا۔ یہ عقیدہ حلول پر مبنی ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مشرک ہے یہ عقیدہ
ابن عربی کا ہرگز نہیں تھا۔ یہ فرماتے ہوئے لہجہ میں دھیما پن آیا جلال جاتے ہی چہرے
پر جمال کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ سامعین پر خوف کے بجائے امید کی بہاریں آگئیں
۔ سامعین نے فرط عقیدت سے نگاہیں چہرہ کی طرف اٹھائیں، نگاہیں خیرہ ہو گئیں، پھر
معمول کے مطابق فرمایا !! سب خدا ہی ہے۔

”ہر شے خدا ہے“ ایسا کہنے والا جاہل ہے یا پھر صوفیاء کا دشمن ہے۔

ہمہ اوست کی حقیقت یہ ہے کہ تعینات ذات باری کے مظاہر ہیں، ذات کا
عین ہرگز نہیں۔ اگر ذات باری تعالیٰ مظاہر و تعینات میں جلوہ گر نہ ہوتی تو مظاہر و تعینات
معدوم ہوتے۔ ذات باری تعالیٰ واجب الوجود ہے اور ساری کائنات ممکن الوجود ہے
اور ممکن الوجود واجب الوجود کا محتاج ہوتا ہے۔

یعنی ممکن الوجود، واجب الوجود کا محتاج ہوتا ہے۔ ممکن الوجود واجب
الوجود کی بدولت عالم نابود سے بود اور نیست سے عالم ہست میں آیا ہے۔ پس کائنات
کی ہر شے ذات باری تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کی مظہر ہے۔ ممکن کے وجود کا سبب
واجب الوجود کا وجود ہے۔ اگر ذات باری کا وجود نہ ہوتا تو ممکن کا وجود [illegible]
لیکن کوئی صحیح صوفی یہ ہرگز نہیں کہتا اور نہ ہی [illegible] عقیدہ ہے کہ ہر شے میں
ذات کا حلول ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔

Marfat.com

واجب ہے کبھی تو کبھی شکل امکانی ہے
وحدت میں دوئی کا وہم نادانی ہے
دھوکا ہے نظر کا ورنہ عالم ہمہ اوست
بحر و حباب و موج سب پانی ہے

مسئلہ وحدت الوجود اور ہمہ اوست کا تعلق کشف اور حال سے ہے اس کو قال اور عقل سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضرت والا برملا فرمایا کرتے تھے!

کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود ان دونوں نظریات کا تعلق آثار باطنہ سے ہے۔ اس لئے عوام الناس اس کے مکلف نہیں ہیں۔ ان کے لئے صرف توحید شرعی پر ایمان رکھنا کافی ہے اور توحید شرعی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

دیوار کعبہ مسجود لہ یا مسجود الیہ

دیوار کعبہ مسجود لہ ہے یا مسجود الیہ کے متعلق فرمایا!!

حقیقی مسجود کعبہ کی دیوار وہ پتھر نہیں ہے بلکہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ جس طرح کعبۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا مظہر اعظم ہے اسی طرح انبیاء و اولیاء بھی اپنے اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق مظہر ناطق ہیں۔ ہم بزرگان دین کے مزارات اور روضہ اطہر پر حاضری دے کر یہ کیوں نہیں کہہ سکتے کہ مانگتے اللہ کی ذات سے ہیں مگر یہاں آکر مانگتے ہیں اور ہمارا حقیقی مقصود اور مستعان حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن ہمیں معرفت الٰہی انہی ٹھکانوں سے ہوئی۔ کیونکہ غیر مرئی صاحب خانہ کا ٹھکانہ جاننے کے لئے پہلے کسی ٹھکانے کا پتہ لگانا ضروری ہوتا ہے۔ حضرت والا کے فرمان کی روشنی میں توسل کا مسئلہ بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔

Marfat.com

پرویز کے افکار کے متعلق وضاحت

حضرت والاؒ سے پرویز کے افکار کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے صراحتاً فرمایا کہ اس نے جمہور امت سے الگ راستہ اختیار کیا۔ ایسی قابلیت کسی کام کی نہیں جو امت کے مسلمہ اکابرین کے عقائد اور خدمات پر پانی پھیر دے۔ ملائکہ، جنت، دوزخ، آدم، شیطان، وغیرہ مسلمہ عقائد کے متعلق یہ کہنا کہ ملائکہ طاقت کا نام ہے جنت نیک اعمال کو کہتے ہیں اور دوزخ بداعمال کا نام ہے۔ حضرت آدم سے مراد مطلق نوع انسانی ہے نہ کہ مخصوص آدم، جو نبی تھے۔ ابلیس سے مراد طاغوتی قوتیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب بے سروپا باتیں ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مفہوم شریعت اور نفاذ شریعت

جس دور میں علماء کی طرف سے نفاذ شریعت کا دور تھا ہر اخبار و جریدہ میں یہی مطالبہ دہرایا جاتا تھا۔ ضیاء الحق مرحوم کے دور میں یہ تقاضا عروج پر تھا۔ دینی رجحان رکھنے والوں کی دلی آرزو تھی کہ ملک میں شریعت کو نافذ کر دی جائے اس کے برعکس لبرل اور ماڈرن ازم کی بات کرنے والے نام نہاد روشن خیال لوگ اس کے تقاضے کے رد میں پیش پیش تھے۔ عجیب و غریب بولیاں سننے میں آتی تھیں۔ اسی دور میں کسی نے حضرت والاؒ سے استفسار کیا کہ کیا اس دور میں نفاذ شریعت ممکن ہے اور کیونکر ممکن ہے؟ تو حضرت والاؒ نے اس سوال کے جواب میں نہایت بصیرت افروز گفتگو فرمائی جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے!!

حضرت والاؒ نے فرمایا!!

شریعت سے مراد محض قانون نہیں ہے بلکہ پورا نظام زندگی مراد ہے شریعت کا اطلاق عقائد و ایمانیات سے لے کر عبادات، اخلاقیات [illegible]

Marfat.com

والا نے فرمایا کہ پہلے اس کے متعلق پائے جانے والی اس غلط فہمی کو دور کیا جائے کہ جو لوگ محض اسے قانون سمجھتے ہیں بلکہ اس کا صحیح مفہوم واضح کیا جائے تاکہ قوم میں اطمینان پیدا ہو۔

اس کے بعد آپ نے شریعت کے تقاضوں پر شرح و بسط سے گفتگو فرمائی۔

فرمایا! شریعت اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے نافذ کرنے والوں اور جن پر نافذ کی جائے ان میں ایمان موجود نہ ہو۔ شریعت پر وہی عمل کروا سکتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو، سچا دل سے سمجھتے ہوں کہ قرآن و سنت کی تعلیمات برحق ہیں، ملک پر عمل کرنے میں ہی ہماری نجات ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی کمی و بیشی کی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اگر ایمان موجود نہیں تو حدود شرعیہ کا اجراء نہیں ہو سکتا۔ کوئی ایسا شخص جس کو قانون کی صورت میں حد شرعی لگے لیکن وہ اس پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ اس سے بچنے کے لئے نئے قانون کی طرف لپکے گا۔ اسی طرح جن لوگوں پر نافذ کیا جاتا ہے اگر ان کے اندر ایمان نہ ہو تو پھر بھی بغاوت پیدا ہوگی۔ سب سے پہلے ایمان کی آبیاری اور پختگی ہے۔ اس کے بعد اسلامی اخلاق اور اس کا جامع تصور بیدار کیا جائے۔ شریعت نے خیر و شر کا جو فرق بتایا ہے اس پر اعتماد بحال کیا جائے۔ اس کے بعد شریعت کو پوری زندگی پر نافذ کیا جائے یعنی یہ واضح کیا جائے کہ شریعت کوئی محدود سا قانونی تصور نہیں ہے۔ اسلامی شریعت میں طہارت سے لے کر ملک کی صنعت و حرفت تک ہر چیز کے بارے میں راہنمائی و قانون موجود ہے۔ شریعت پوری زندگی کا قانون ہے۔ کسی ایک پہلو کا نہیں۔ یہ ایمانیات سے لے کر معیشت و تجارت کے چھوٹے چھوٹے مسائل کا حل دیتی ہے۔ حضرت والا نے واضح طور پر ارشاد فرمایا!!

کہ ہمارا علماء شریعت کے مفہوم کو نہیں بتایا۔ نیم خواندہ لوگوں نے غلط فہمی پیدا کر رکھی ہے۔ اس خلیج کو پاٹ کرنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

[illegible]

حضرت والاؒ نے یہ بھی فرمایا کہ شریعت کے نفاذ کا مطلب [illegible]

اور تقریروں میں بیان کیا جائے اس کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام شریعت [illegible]

ان کو نافذ کیا جائے۔ حکومت کی ساری مشینری ان پر عمل کرے، پالیسی کی پوری گور [illegible]

اس کے مطابق ہونی چاہیے۔ محض وزارت مذہبی کے جاننے کا نام شریعت کا نفاذ [illegible]

ہے۔ جو کام صدر مملکت کا ہے وہ اسے اپنے دائرے میں نافذ کرے۔ جو کام وزیر اعظم [illegible]

ہے وہ اپنے دائرے میں اسے نافذ کرے۔ جو کام گورنروں اور وزراء کا ہے وہ [illegible]

اپنے دائرے میں اسے نافذ کریں۔ مالیات کے محکمے، عدالت کا محکمہ، اقتصادیات کا محکمہ

صحت و تندرستی کا محکمہ، خارجہ پالیسی کا محکمہ یعنی کل محکمے کل شریعت کے مطابق

چلائے جائیں۔ پاکستان میں نفاذ شریعت کیوں نہیں ہوا اور اس میں اختلاف کیوں

پیدا کئے گئے۔ اس سوال کے جواب میں حضرت والاؒ نے نہایت شدید [illegible]

عقل و شعور کے دریچے وا کر کے رکھ دیئے۔ ایسا نفسیاتی اور علمی تجزیہ [illegible]

بڑے بڑے دانشور و بطل حیرت میں گم تھے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ پاکستان میں شریعت نافذ نہ ہونے کے اسباب و وجوہ اور

محرکات کثیر ہیں لیکن ان سب کا تانا بانا یہ وجوہات [illegible]

ایک مدت تک یہاں کفر کی حکومت مسلط رہی۔ اس نے اپنا نظام تعلیم [illegible]

نے لوگوں کے ذہن بدل کر رکھ دیئے، سوچنے کے انداز بدل دیئے [illegible]

کثیر تعداد ایسی پیدا ہوئی کہ جس نے [illegible]

ایمان کچھ بچایا۔ ان کی فکر اسلامی نہیں تھی۔ [illegible]

سوچنے کا انداز اسلامی بنانے کی کوشش کی [illegible]

علماء کی باتوں سے بھی مزید غلط فہمیاں پیدا ہوئیں [illegible]

پیدا کیا۔ جہاں تک عام آبادی کا تعلق ہے [illegible]

ان کے اندر ایمان کی حرارت موجود ہے [illegible]

Marfat.com

کافرانہ قوانین کے اجراء نے اور ان کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینے نے لوگوں کی عادات اور خصائل بدل ڈالے۔ مسلمان جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے لیکن اس میں مبتلا ہوتا ہے اس لئے کہ وہی چیز اس پر مسلط ہے۔

موجودہ حکومتوں نے بھی ان پر مزید تباہی مچائی ہے۔ موجود حکومتیں بھی اسلام نہیں چاہتیں۔ اس لئے انہوں نے قوم کے مزاج اور اخلاق کو برے طریقہ پر متاثر کیا ہے۔ برائیوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا ہے، گانے اور ناچ کا قوم کو رسیا بنادیا ہے، شراب اور سود خوری میں اضافہ کیا ہے۔ یعنی نفاذ شریعت کے لئے جس قسم کا ماحول پاکستان بننے کے بعد بنانا چاہئیے تھا اس نوعیت کے ماحول کی بجائے الٹ و برعکس نوعیت کا ماحول بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پاکستان میں شریعت کا نفاذ کیسے اور کیونکر ممکن ہے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت والاؒ نے نہایت مفکرانہ اور انقلابی گفتگو فرمائی۔

حضرت والاؒ نے فرمایا!!

شریعت کے لئے سب سے پہلے عمارت یعنی ایمان کو مضبوط کیا جائے، لوگوں کے ذہنوں سے شکوک و شبہات کے کانٹے نکالے جائیں، قوم کو مطمئن کیا جائے، پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب کے لئے ان کے معیار و سطح کے مطابق انہیں سمجھایا جائے۔ اصلاح احوال کا تصور اجاگر کیا جائے۔ اصلاح اخلاق کی جائے۔ اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے لوگوں کے دلوں میں سچی تڑپ پیدا کی جائے۔ اسلامی شریعت کا کام پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ اس کو نافذ کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسوہ حسنہ کا بھرپور مطالعہ کر کے اپنے آپ کو مشکلات کے لئے تیار کریں۔ جدید تعلیمی درسگاہوں میں یہ کام کیا جائے۔ نظام تعلیم بدلا جائے۔ ملازمین میں اسلامی ذہنیت پیدا کی جائے۔ رائے عامہ کو اسلام کے حق میں ہموار کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ سے کام لیا جائے۔ تدبر و قربانی کے لئے تیار کیا جائے۔ اسلامی شریعت کے نفاذ پر بھرپور یقین بحال کیا جائے۔ ٹھوس انقلابی بنیادوں پر کام کیا جائے۔ اسی گفتگو کے دوران تحریک منہاج القرآن کی مساعی جمیلہ کو سراہا۔ اور

Marfat.com

واضح فرمایا کہ جس نہج پر کام کیا جارہا ہے اس سے نتائج کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔

اخلاص کی اہمیت

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے کسی نے عرض کیا کہ علماء کی طرف سے اصلاح کی بڑی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن نتیجہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا !! ہماری روزمرہ کی مصروفیات جو بظاہر عبادت نظر آتی ہیں ان کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان میں سے اکثر کاموں میں مقصود نظر جلب منفعت ہے یا شہرت و ناموری اور نام و نمود کی نمائش، اپنے علم و فضل کا اظہار اور دوسرے لوگوں سے اپنی برتری کا لوہا منوانا۔

"لم تقولون مالا تفعلون" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا !!

کہ یہ آیت دعویٰ کے متعلق ہے کہ دعوت کے متعلق نہیں ہے۔ مثلاً کوئی شخص صحیح نماز نہ پڑھے اور دعویٰ یہ کرے کہ نماز بالکل صحیح پڑھی ہے روزہ، نماز، زکوٰۃ کو ان کے آداب کے مطابق ادا نہ کیا جائے اور دعویٰ یہ کیا جائے کہ ان کو پورے طور پر صحیح ادا کیا ہے۔ اس قسم کے کاموں کی اس آیت میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ دعوت دیتے وقت اپنے نفس کو بھی مخاطب کرنا چاہیئے اور دوسرے لوگوں کو بھی کیونکہ دعوت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ داعی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ ہر عمل کا ایک ڈھانچہ ہوتا ہے اور ایک اس کی روح ہوتی ہے۔ بجلی حاصل کرنے کے لئے پہلے بجلی کے تاروں کی فٹنگ وغیرہ کی جاتی ہے۔ اس کے بعد بلب لگایا جاتا ہے۔ اس کے بعد پاور ہاؤس سے کرنٹ آتا ہے جو بجلی کی روح ہے تب روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر عمل کا ایک ڈھانچہ ہوتا ہے اور ایک اس کی روح ہوتی ہے۔ نماز میں ہاتھ اٹھا تکبیر کہنا، قیام و قعود، اور رکوع و سجود [illegible] ڈھانچہ ہے [illegible] کی روح

Marfat.com

اخلاص ہے۔ کہ دوران نماز غیر اللہ کا خیال نہ آئے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھنے کا عمل ایک دعویٰ ہے کہ ہم نے ماسوی اللہ سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ اسی کو احسان صلوٰۃ کہتے ہیں ۔ تمام اعمال صالحہ کی روح اخلاص ہے۔ اس لئے ہر عمل کے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ اس عمل کا ڈھانچہ بھی درست ہو اور اس میں روح بھی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کے اعداد کا شمار نہیں ہوتا۔ کہ کتنی نمازیں پڑھیں۔ کس قدر روزے رکھے، کتنے حج کیے، بلکہ وہاں بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ قرآن حکیم میں "احسن عملاً" فرمایا گیا ہے۔ "اکثر عملاً" نہیں فرمایا گیا۔ ہر عمل میں حسن عمل معتبر ہے کثرت عمل نہیں۔

اخلاص کے دو اثر ہوتے ہیں۔ ایک آخرت میں وزن بڑھنے کا، دوسرے نقد ثمرہ دنیا میں مخاطب پر اثر انداز ہونے کا، اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے وہ موثر و مفید ہوتی ہے۔ اور اگر تلخ بھی ہو تو ناگوار نہیں ہوتی۔ حضرت والاؒ نے اپنے متعلق نہایت انکسارانہ جملے فرمائے!

"اگر میں اپنا جائزہ لے کر دیکھوں کہ مجھ میں کس قدر اخلاص ہے تو شاید بولنے کی ہمت نہ ہو"۔

آپؒ نے فرمایا!!

اختلاف کی صورت میں جنگ و جدل اور معرکہ آرائیوں کا بڑا سبب اخلاص کی کمی یا اس کا فقدان ہے۔ اگر بات اخلاص کے ساتھ کی جائے تو اس کا انداز محبت، ہمدردی، اور دلسوزی اور فروتنی ہوتا ہے۔ اور اخلاص نہ ہو تو بات وہی ہوتی ہے لیکن انداز متکبرانہ اور توہین آمیز ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ افتراق و انتشار اور جنگ و جدل کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت والاؒ نے فرمایا!

"ہمارا مخلص مرید وہ ہے کہ اگر کسی کو بیمار دیکھے، برے اعمال میں مبتلا پائے

Marfat.com

تو اس کو اس بیماری اور بد عمل سے بچانے کی کوشش پوری ہمدردی [illegible] لگن کے ساتھ کرے۔ اور ایسے ایسے طریقے سے کیا جانا چاہئے کہ مریض بگڑ نہ جائے، پریشان اور بیزار نہ ہو۔ کسی کو بیمار اور خود کو صحت مند دیکھ کر اپنے آپ کو افضل نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنے فضل سے تمہیں اس بری عادت میں مبتلا نہیں کیا۔ آپؒ نے فرمایا!!

حق بات، حق نیت سے، حق طریق سے کہی جائے تو ضرور موثر ہوتی ہے۔ جہاں بات موثر نہیں ہوتی وہاں ان تینوں باتوں میں سے کسی بات کی کمی ہوتی ہے۔ اخلاص عمل میں راستہ میں نام و نمود، جذبہ شہرت، اظہار علم، مالی منفعت وغیرہ رکاوٹ بنتے ہیں۔ اگر انسان ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نظر انداز کر دے تو یہ فوائد مع زوائد کے مل جایا کرتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ٹھوکر مار دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کے قدموں میں تابع بنا کر ڈال دیتے ہیں۔

اسلام نے زمانہ جاہلیت کی ہر بری رسم سے منع کیا ہے

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کسی نے رسم جاہلیت کے متعلق استفسار کیا تو آپؒ نے نہایت عالمانہ انداز میں قرآن و سنت کی روشنی میں ارشاد فرمایا!!

زمانہ جاہلیت کی وہ تمام رسوم و عادات جو نقصان پہنچانے والی، شرک و کفر، توہم پرستی، تکبر، غرور، حسد و کینہ، اور شہرت و مفاخرت جیسے [illegible] ہیں، اسلام نے ان [illegible] کو یکسر چھوڑنے اور مٹانے کا حکم دیا ہے۔ اور اسلام [illegible] کے لئے اس قسم کی کسی بھی رسم جاہلیت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [illegible] نہیں فرمایا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام [illegible]

Marfat.com

جن کا تحفظ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام کے تشخص کو جاہلیت کی کثافتوں سے دھندلا کرنا، یا جاہلیت کے طور طریقوں کی راہ کو ہموار کرنے کے لئے اسلام کی حدود اربعہ میں رخنہ ڈالنا، کسی منافق کا کام تو ہو سکتا ہے مسلمان کا شیوہ نہیں۔

خوشی غمی، راحت و مصیبت، ہر موقعہ کے لئے اسلام کی مقدس تعلیمات موجود ہیں اور اس کے لگے بندھے ایسے معینہ اصول و آداب ہیں جن کا دورِ جاہلیت کی زندگی سے کسی مقام پر ملاپ نہیں ہوتا۔ غم اور مصیبت کے وقت اپنا منہ پیٹنا، گریبان چاک کرنا، چلانا۔ ہائے ہو، واویلا کرنا، جائز نہیں۔ حدیث نبویؐ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت والاؒ نے فرمایا!!

"جب غم اور صدمہ کا اظہار آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت کا اثر ہے اور جب ہاتھ اور زبان سے اظہار غم ہو تو وہ شیطانی عمل ہے"

مصیبت پر دل کا مغموم ہونا، اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اور رونا تو اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا اثر ہے جو انسانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے۔ اگر کسی انسان کے دل میں اتنی بھی رقت نہ ہو کہ دوسرے کے دکھ، درد اور مصیبت پر اس کا دل نہ پسیجے اور آنکھیں نم نہ ہوں وہ سنگدل اور شقی و بے رحم ہے۔ جو انسانیت کے جوہر سے محروم ہے مغموم ہونا تقاضا انسانیت ہے۔ لیکن اگر اظہار غم میں زبان، اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائیں۔ شریعت کی حدود و قیود کا لحاظ کیے بغیر غم اور مصیبت کے وقت جو چاہا زبان سے نکال دیا اور جو چاہا ہاتھ پاؤں سے کر بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ سے گلے شکوے بھی کیے اس کی شان میں گستاخیاں بھی کیں، شور شرابا کیا، کپڑے پھاڑے، بال نوچے۔ سر منڈا دیا، منہ پیٹا، سینہ کوٹا، دیواروں سے سر پھوڑا لہٰذا اظہار غم کے یہ سب طریقے ناجائز ہیں۔

Marfat.com

فرائض و واجبات، نوافل پر بہر حال مقدم ہیں

فرائض و واجبات میں سستی و غفلت کرنے والوں کے متعلق نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا!!

حد تو یہ ہے کہ دینی مراکز جہاں دینی تعلیم و تدریس کا کام ہوتا ہے یا دینی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں وہاں بھی رات کو دیر تک اجتماع جاری رہتا ہے مگر صبح کی فرض نماز میں حاضری افسوسناک حد تک کم ہوتی ہے۔ یہ صورت حال المناک بھی ہے اور لائق توجہ و اصلاح بھی۔ دینی اجتماعات میں منہمک ہوکر صبح کی فرض نماز سے غافل ہوجانا شرعاً ہرگز درست نہیں۔ ایسا کرنا فہم دین کے خلاف، حدود شریعت سے تجاوز اور غفلت و سستی کی علامت ہے۔

حضرت والاؒ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا!!

یہ اصول ہمیشہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ فرائض و واجبات کے سامنے نوافل و مستحبات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ شریعت میں فرائض، واجبات، سنن موکدہ، سنن عادت، اور مستحبات کی جو ترتیب رکھی گئی ہے اس کا خیال رکھنا ہر مسلمان اور دیندار آدمی کے لیے انتہائی ضروری ہے ورنہ آدمی کئی طرح کی عملی اور اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ شریعت کے احکام میں فرائض و واجبات کا درجہ سب سے مقدم ہے۔ نوافل کا درجہ اور مرتبہ فرائض و واجبات سے بہت کم ہے۔ اگر کوئی شخص نوافل و مستحبات پر عمل کرے مگر فرائض و واجبات کو ترک کردے تو یہ اس کی بڑی غلطی ہوگی اور دین سے ناواقفیت کی دلیل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا جو قرب فرائض و واجبات کی ادائیگی سے ہوتا ہے، نوافل سے اس درجہ کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے واضح طور پر لکھا ہے۔

"فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے

Marfat.com

(ارشادات مجدد الف ثانیؒ/ ۲۶)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۔

"صوفیائے خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ اور جماعت ترک کر دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے اور علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں اور یہ کام بدعت کو جنم دیتا ہے ۔ نوافل کا ادا کرنا ظلی قرب بخشتا ہے اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لئے ادا کیے جائیں وہ بھی قرب اصلی کے ممد و معاون ہیں اور فرائض کے ملحقات میں سے ہیں ۔

فتویٰ دینے میں احتیاط

کسی مدرسے کے مفتی کے فتویٰ کے متعلق بات ہو رہی تھی آپؒ نے مسئلہ کا جواب سن کر ارشاد فرمایا !

کہ اس دور میں مفتی بہت کم ہیں ۔ علماء سابق مفتیان کے ناقل ہیں کیونکہ مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے۔ مفتی کا منصب بڑا اہم اور نازک ذمہ داری کا حامل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کئی ایک مسئلہ پر غور و فکر جاری رکھتے ہیں ۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

"ایک مسئلہ کے بارے میں ، میں سترہ سال سے غور و فکر کر رہا ہوں لیکن اب تک اس بارے میں کوئی رائے پکی نہیں ہوئی" ۔

حضرت والاؒ نے اپنے اساتذہ کے متعلق بتایا کہ !

جب کوئی اہم مسئلہ دریافت کیا جاتا تو کئی دن غور و فکر کے بعد جواب دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں !!

"جو شخص کسی مسئلہ کا جواب دینا چاہتا ہے تو وہ جواب دینے سے پہلے اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرے، پھر سوچے کہ نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اس کے بعد جواب دے"

حضرت امام مالکؒ کے شاگردوں میں سے ایک کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! جب امام مالکؒ سے کوئی سوال کیا جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان کھڑے ہیں

حضرت والاؒ نے قرون اولیٰ کے علماء و مفتیان کے متعلق فرمایا !!

کہ ہم نے اپنے سلف صالحین اور قابل اقتداء لوگوں کو نہیں دیکھا کہ وہ بے محابا کہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں اور میری رائے یہ ہے کیونکہ حلال اور حرام کا معاملہ بہت نازک ہے اور یہ اللہ پر افتراء ہے۔ اس لئے کہ حلال تو وہ شے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہو۔ اور حرام وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہو۔ علماء یہ کہتے ہوئے اپنی کسر شان نہیں سمجھتے کہ۔

"لا احسن" یعنی مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں۔

حضرت والاؒ نے افتاء کی اہمیت، فضیلت، ضرورت اور اسکی نزاکت اور وقت اور پیچیدگی پر نہایت عالمانہ گفتگو فرمائی کہ ہمارے علماء کو "اجتماعی غور و فکر" کے بعد فتویٰ جاری کرنا چاہئیے۔ تاکہ وہ مسئلہ واضح نکھر کر سامنے آئے اور عوام میں بے اعتمادی بھی پیدا نہ ہو۔

قوموں اور ملکوں کی تباہی کے اسباب

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپس میں اخبار کی خبروں کے متعلق بات ہو رہی تھی تو آپؒ نے قوموں اور ملکوں کی تباہی کے اسباب پر نہایت بصیرت افروز گفتگو فرمائی۔

Marfat.com

فرمایا !!

کسی مملکت کی تباہی و بربادی کے بنیادی دو سبب ہیں۔

۱۔ قوم کا فسق و فجور ۲۔ حکمرانوں کا ظلم و عدوان

جب کوئی قوم خدا فراموشی کی روش اختیار کرتی ہے قانون اسلامی سے سرکشی کرتی ہے اور فسق و معصیت کے نشہ میں بدمست ہوکر حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حدود علانیہ توڑنے لگتی ہے تو ان پر جفاکش اور جابر و ظالم حاکم مسلط کردیئے جاتے ہیں۔ قوم کا فسق و فجور اور ملوک و سلاطین کا ظلم ہی سب سے پہلے اس عالم کی تباہی و بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ظلم واستبداد کی چکی میں پہلے سرکش قوم پستی ہے، بالآخر یہی چکی ظالم و جابر کو بھی پیس ڈالتی ہے۔ کفر کے ساتھ حکومت رہ سکتی ہے مگر ظلم و استبداد کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

بقائے مملکت اور بقائے حکومت کے لئے بے حد ضروری ہے کہ ارباب اقتدار عدل و انصاف کو قائم کریں اور قوم فسق و معصیت کا راستہ ترک کرکے رجوع الی اللہ کا راستہ اختیار کرے۔ جرم انفرادی ہو تو اس کی سزا بھی افراد تک محدود رہتی ہے اور جب قوم کی قوم ہی جرم و بغاوت کا راستہ اختیار کرلے تو اس کی سزا بھی عام ہوتی ہے۔

صحت حدیث کے متعلق اہم گفتگو

حضرت والاؒ سے کسی نے سوال کیا کہ شیعہ راویوں اور مصنفین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرضی مثالب و عیوب اور حضرت علیؓ اور اولاد علیؓ کے باب میں روایات گھڑی ہیں۔ کیا فضائل اہل بیت کی روایات قبول کرنا درست ہے۔ اس سوال کے جواب میں حضرت والاؒ کا رنگ سرخ ہوگیا آپؒ نے نہایت پروقار انداز میں ارشاد فرمایا !!

کیا کسی مسجد میں کتا آجائے تو مسجد کو گرادیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں پس اسی طرح اگر من

Marfat.com

کثرت ذخیرہ موجود ہے تو اس کا یہ معنی تو نہیں کہ مستند روایات کو بھی قبول نہ کیاجائے۔ آپ نے فرمایا !!

اسی سوال کا ردعمل بعض سنی حضرات پر بھی شدید ہوا ہے کہ وہ اہل بیت کے بارے میں وارشدہ ہر روایت کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو یہ خیال رہتا ہے کہ

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

خصوصاً ایسی روایت جس کے کسی راوی پر تشیع کا الزام ہو، اہل تسنن اس کو بلاتامل شیعوں کی ساختہ پرداختہ دے لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ذہن میں فضائل و مناقب علیؓ و اولاد علیؓ سے ایک کھنچاؤ سا پیدا ہوگیا ہے۔ یہ چیز لائق اصلاح ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و الفت آپ کی توقیر و تعظیم لازمہ ایمان ہے اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب واصحاب اور عزیز و اقارب واہل بیت سے محبت والفت آپؐ ہی کی محبت کا شعبہ و حصہ ہے۔ لہذا شیعوں کی روایات کے طور پر اہل سنت کے دل میں اہل بیت سے کبیدگی ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ اہل بیت کے جو فضائل و مناقب احادیث صحیحہ و مقبولہ میں وارد ہوئے ہیں ان کو پورے انشراح صدر کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے، حسنین کریمینؓ کے فضائل کی احادیث و روایات کو رد کردینے کے درپے ہونا ظلم ہے اور یہ مسلک اہل سنت سے انحراف ہے۔

یہ نفوس قدسیہ شیعوں کے نہیں بلکہ اہل سنت کے محبوب و محترم بزرگ ہیں ہر فن میں اس فن کے مسلمہ ماہرین کا قول لائق اعتبار ہے اس لئے کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں حضرات محدثین کا قول معتبر ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے جو تمام عقلا کے نزدیک مسلم ہے۔

کسی حدیث کی تنقیح کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تمام ماخذ و مصادر کو سامنے رکھاجائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ حدیث کتنے صحابہ سے مروی ہے؟ کن کن محدثین نے اس کی تخریج کی ہے؟ ہر صحابیؓ کی حدیث کتنی اسانید کے ساتھ منقول ہے

Marfat.com

؟ اور فن حدیث کے ماہرین نے ہر سند کے راویوں کے بارے میں کیا رائے قائم کی ہے؟ اور تمام طرق و اسانید کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحیثیت مجموعی اس حدیث کے بارے میں کیا حکم لگایا ہے؟ یہ اصول غلط ہے کہ روایت کے کسی طریق میں کوئی شیعہ راوی یا کوئی مجروح راوی واقع ہو تو یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔

متقدمین کی اصطلاح میں تشیع اور رافضیت میں فرق تھا جو لوگ حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف مائل تھے لیکن باقی خلفائے راشدین کو برا نہیں کہتے تھے ان کو شیعہ کہاجاتاتھا اور جولوگ حضرات خلفائے راشدین کے حق میں برا عقیدہ رکھتے تھے انہیں رافضی کہاجاتاتھا۔ حضرات محدثین روافض کی روایت کو نہیں لیتے لیکن جو لوگ غالی نہ ہوں ان کی روایت لیتے ہیں۔ لہذا حضرات اہل بیت کے فضائل و مناقب کو بغیر کسی شرعی عذر کے رد کرنا غلط ہے۔

تجارتی منافع اور سود میں فرق

حضرت والاؒ کی خدمت میں ایک دوست نے سود کے حامیوں کے دلائل کا تذکرہ کیا کہ وہ تجارتی منافع اور سود کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں تو آپ نے ان نام نہاد متجددین کے دلائل کا بھرپور محاکمہ فرماتے ہوئے سمجھایا!!!

"تجارت اور بیع میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مال کے عوض ہوتا ہے اور قرض میں جو منافع لیاجاتاہے یہ بلا عوض لیاجاتاہے مثلاً اگر کسی نے ایک کلو سیب دس روپے میں خریدا پھر اس کو پندرہ روپے میں فروخت کیا۔ تو جس طرح دس روپیہ کو ایک کلو سیب کا بدل قرار دیا جائے گا لہذا یہ حلال ہے بلکہ ایک کلو دس روپیہ کو اگر بیس روپیہ میں فروخت کرے پچیس روپیہ میں فروخت کرے تب بھی یہ منافع چونکہ مجموعہ کے عوض میں ہے اس لئے جائز و حلال ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ

Marfat.com

مارکیٹ کے بھاؤ سے بہت زیادہ قیمت وصول کرنا غبن فاحش ہے اور یہ مکروہ ہے اگرچہ درست ہے لیکن پھر بھی یہ سود کی طرح حرام نہیں ہے۔

لیکن اگر کسی نے دوسرے کو سو روپیہ قرض دیا ہے تو اس سے اگر ایک سو دس روپیہ لیتا ہے تو سو روپے تو قرض کے بدلہ اور عوض ہوتے لیکن دس روپیہ زائد اور بلا عوض و بلا بدل ہوئے اس لئے اس کا لینا سود ہے، حرام ہے۔ سود میں مقدار کی کمی بیشی سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ سود ہر حال میں حرام ہے۔ مثلاً سو روپے پر ایک روپیہ منافع لینا جیسے سود دس روپے کا منافع لینا بھی سود ہے۔ جب جنس متحد ہو تو تقابل کے وقت، مقابلہ الاجزاء، بالاجزاء ہوگا مثلاً دس روپے کے عوض اگر کسی نے پندرہ روپے لیے تو دس روپے کے اجزاء دس روپے کے عوض میں ہوں گے۔ باقی پانچ روپے بلاعوض ٹھہریں گے۔ اور جب جنس مختلف ہو تو اس وقت مقابلہ الاجزاء بالاجزاء نہ ہوگا۔ بلکہ مجموعہ کا تقابل مجموعہ سے ہوگا مثلاً اگر کسی نے ایک ڈالر کے عوض میں اگر ۲۲ روپے لے تو ایک ڈالر کے مجموعہ کو پورے ۲۲ روپے کے مجموعہ کے مقابل ٹھہرائیں گے۔ ایسا نہیں کہ ایک ڈالر کے بدلہ میں ایک روپے کو اور باقی ۲۱ روپے کو سود قرار دیا جائے۔ کیونکہ دونوں حیثیت میں فرق ہونے کی وجہ سے مالیت اور منافع اور مقصد میں بہت فرق ہے اور دو ملک کی کرنسی ہونے کے اعتبار سے جنس میں بھی فرق ہے اس فرق کے باوجود دونوں کا مقابلہ اجزاء کے اعتبار سے کرنا اور دونوں میں فرق کا لحاظ نہ کرنا عقل و دانش کی بات نہ ہوگی اس لئے کہ مختلف الجنس نقود اور اشیاء میں مقابلہ تو مجموعہ کا مجموعہ سے ہوتا ہے۔ اجزاء سے نہیں ہوتا اور متحد الجنس میں اجزاء کا مقابلہ اجزاء سے ہوتا ہے یہ فرق صرف سمجھنے کے لیے ہے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی کوئی وجہ بھی بیان نہ کی جائے پھر بھی قرض پر سود اور منافع لینا حرام ہے جو شخص دونوں منافع کو برقرار دیتے ہوئے حلال قرار دیتا ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کوئی کہے کہ بیوی جس طرح عورت ہے

Marfat.com

ہیں اگر بیوی حلال ہے تو ماں بہن اور بیٹی بھی حلال ہے کیونکہ عورت ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں ایک کی حلت اور دوسری کی حرمت سمجھ سے باہر ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی کہے کہ چوپائیوں میں بکرے، بھیڑ، دنبے جس طرح جانور ہیں اور کتے، بھیڑیئے، چیتے، ریچھ، گیدڑ بھی جانور ہیں سب ایک جیسے ہیں جسامت شکل و شباہت سب ملتے جلتے ہیں۔ لہذا سب جانور حلال ہونے چاہیئے حالانکہ اسلامی شریعت میں پہلی قسم کے جانور حلال ہیں اور دوسری قسم کے جانور حرام ہیں۔ پس جس طرح حلال اور حرام عورتوں میں فرق نہ کرنا اور حلال اور حرام جانور میں فرق نہ کرنا حددرجہ بیوقوفی اور مخبوط الحواسی ہے اسی طرح سود اور تجارتی منافع میں فرق نہ کرنا بھی حددرجہ بیوقوفی اور بے عقلی کی بات ہے"

حضرت والاؒ کی یہ عالمانہ و محققانہ گفتگو سننے والوں کے دونوں جہان روشن ہو گئے۔ "فلسفہ حلت و حرمت" پر اس عقلی و حکیمانہ گفتگو سے شکوک و شبہات اور ذہنی الجھنیں کافور ہوگئیں۔ قلباً و باطناً ایسا اطمینان نصیب ہوا کہ کئی لوگوں نے وہیں پر سودی کاروبار سے توبہ کرلی۔

منکرین تصوف

ایک روز حضرت والاؒ حسب مبارک دربار میں رونق افروز ہوئے اور منکرین تصوف کے متعلق گفتگو ہوئی تو آپؒ نے فرمایا!!

تصوف کا انکار مختلف بہانوں اور مختلف الزامات و اتہامات کی آڑ میں کیاجاتا ہے حالانکہ اہل سنت کے نزدیک بھی تصوف کی حقیقت مروجہ نہیں ہے اور وہ بھی خرافات اور بدعات کا رد بلیغ فرماتے رہتے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ لوگ جاہل صوفیوں کی باتوں کی وجہ سے اسے بدعت کہہ دیتے ہیں جو سراسر زیادتی ہے"

Marfat.com

اس مجلس میں تصوف کے اسرار و رموز اور حقائق و انکشاف پر مدلل گفتگو جاری رہی تصوف کو بدعت کہنا دین کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

جدید نظریات کی تطبیق

تفسیر قرآن میں جدید نظریات و تحقیقات کے داخل کرنے کے متعلق آپ کا فرمان تھا کہ ان جدید نظریات اور انکشافات کو قرآن حکیم میں داخل کرنے میں اور قرآن حکیم کی ان سے تطبیق کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اس لئے کہ علم ترقی پذیر اور تغیرات کو قبول کرنے والا ہے۔ اور اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ نظریات و تحقیقات اسی طرح مقبول اور مسلم رہیں گی جیسی اب ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے طنطاوی جوہری کی تفسیر کے درست اور نادرست دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جو اس طرز تفسیر کا خاص نمونہ ہے اور اس میں معلومات جدیدہ کو بڑی فیاضی کے ساتھ کتاب میں شامل کرلیا گیا ہے۔

نماز میں کیفیت

میں ان محرومین میں سے ہوں جسکی نمازیں کبھی وہ کیفیت پیدا نہ ہو سکی جو ایک سچے مسلمان کی نماز میں ہونی چاہیے جب صحابہ کرام اور اولیائے و صلحائے امت کی تاثیر صحبت نمازوں کی کیفیت کے بارے میں پڑھتا ہوں تو دل روتا ہے کہ اس سعادت و لذت سے محروم ہوں۔ بس تمنا ہی کرتا رہا اور یہ احساس کانٹے کی طرح ہمیشہ چبھتا رہا ہے کہ کہیں خواہش اور طلب ہی میں کچھ کھوٹ یا کمی تو نہیں جو اس لطف و سعادت سے محرومی ہے بہرحال یہ تمنا بھی بہت پیاری اور عزیز ہے اور کم از کم اس سے محروم ہونا نہیں چاہتا گو۔

وصال یار میسر نہیں آرزو ہی سہی

میری زندگی میں صرف وہ چار نمازیں ایسی ہیں

Marfat.com

ہیں اور جن کی یاد سرمایہ حیات بنی ہوئی ہے۔ ایک حضرت والاؒ کی اقتداء میں پہلی نماز جس کے بعد بیعت کی سعادت حاصل ہوئی اور دوسری حضرت قائد تحریک کی اقتدا میں پڑھی جانے والی عشاء کی نماز۔ یہ نمازیں کتنی مختلف تھیں بس

مت پوچھ کہ دل پہ کیا گزری

والا معاملہ ہے۔ اوہام وساوس کے بادل چھٹ گئے۔ ماضی کی زندگی کے گناہ کا تصور ایسا طاری ہوا کہ اپنے آپ کو رب کے حضور حاضر پاکر آنکھوں نے راستہ نکال لیا۔

لہو کی بوند مژگاں سے جھڑی ہے

یہی گلزار دل کی پنکھڑی ہے

یہ نمازیں لطف دے گئیں، آج بھی اس کی یاد میں ایک حلاوت محسوس کرتا ہوں اب میرا ذہن خود اپنی زندگی پر مرکوز ہوجاتا ہے۔ ماضی کے سارے واقعات ذہن میں تازہ ہونے لگتے ہیں کس طرح بچپن سے طالبعلمی کے زمانے میں عام ڈگر پر چل پڑا اور پھر کس طرح خدا کے فضل و احسانات کا سلسلہ شروع ہوا۔

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن

بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

قرآن مجید ناظرہ سے دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔ دینی تعلیم کا آغاز دارالعلوم دیوبند کے فاضل علامہ پیر سید قاسم علی شاہ صاحب بخاریؒ سے ہوا۔ استاذ العلماء علامہ مفتی محمد غلام اصغر سیالوی دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اسی طرح مختلف اساتذہ کرام سے علمی پیاس بجھاتے ہوئے تحریک منہاج القرآن سے واقفیت ہوئی اور جامعہ میں داخل ہوگیا۔

زندگی کا رخ بدلا، اقدار کا پیمانہ تبدیل ہوا۔ اسی دوران حضرت والاؒ کے دست حق پرست پہ بیعت کی سعادت نصیب ہوئی اور بالکل ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ عجیب کیفیت طاری رہی جو ناقابل بیان ہے بس اسے اس طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے

Marfat.com

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے کہ یارب
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

وقت گزرتا رہا۔ حضرت والاؒ کے احسانات اور لطف و عنایات کا بڑا مشاہدہ کرتا رہا۔ ہر دن کل یوم ھو فی شان کا مصداق بن کر مجھے حضرت والاؒ کے قرب میں کرتا گیا عجب قرب، کہ جس میں لذت و حلاوت عجیب ہی نہیں بلکہ ناقابل بیان بھی ہے۔ میرے واقف کار جانتے ہیں بالخصوص محترمی حاجی محمد فاروق صاحب چشم دید گواہ ہیں کہ کس طرح بن بن آتی تھی۔ اور بعض کیفیات تو علامہ علی اکبر قادری الازہری صاحب (مدیر ماہنامہ منہاج القرآن) بھی آگاہ ہیں کہ حضرت والاؒ کی نگاہ کرم نے کس طرح مجھ جیسے ناکارہ کو نوازا۔

حضرت والاؒ کی مربیانہ شفقت و عنایات کے ساتھ پدرانہ لطف و احسان کا بھی مشاہدہ کیا۔ اس محبت نے جب ہجر و فراق کا روپ دھارا تو

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

عارفِ دیدہ ور

Marfat.com

کارخانہ قدرت کا دستور نرالا و انوکھا ہے۔ اکثر لوگ زندہ رہتے ہیں مگر دنیا انہیں جانتی ہے اور نہ پہچانتی ہے۔ سانس پورے کرتے ہیں اور موت کا جام پی کر عدم کی راہ لیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جسم کو موت چھو لیتی ہے مگر صفات کی گرد کو نہیں پہنچتی وہ اپنے نام اور اپنے کام سے انجام کو جاودانی اور غیر فانی بنا جاتے ہیں۔

خود آسودہ خاک ہوتے ہیں اور آنکھیں ان کے غم میں نمناک، چہرے ان کے ذکر سے دمکتے ہیں اور دل ان کے نام سے دھڑکتے ہیں۔ ایسے ستودہ صفات لوگ وہی ہوتے ہیں جو ایمان و ایقان کی دولت سے مالامال ہوں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوں۔ بارگاہ نبوت میں جن کا سر تسلیم خم ہو۔ جو آلؑ و اصحاب پر دل وجان سے فدا ہوں ان خوش نصیب لوگوں کی موت بھی ایک زندگی ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت والاؒ نے اپنی زندگی تبلیغ دین میں صرف ... زیست زبان اور قلم سے جہاد کرتے رہے۔ لادینی، الحاد اور بداعتقادی کے خلاف آپ نے معرکے سر کیے۔ آپ عاشقان رسولؐ کے جھرمٹ میں ایک یار مہربان اور ناشناسان عظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے برق بے امان تھے۔

امت کو خشوع و خضوع سے نماز پڑھانے کا طریقہ سکھایا۔ سیرت طیبہ یا میلاد پر وعظ دیا تو بصد عقیدت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و صفات کی تمام جلوہ سامانیاں الم نشرح کیں۔ محبان رسولؐ کو نرمی و محبت و شفقت سے پکارا اور ناشناسان مقام رسالت کو ببانگ دہل للکارا۔ آپ کی مدلل گفتگو سے ہمیشہ حقانیت کا بول بالا ہوا اور تاریک دلوں میں اجالا ہوا۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں کو آپؒ نے آسرا دیا۔ گمراہوں کو راہ دکھائی، بے سہاروں کو سہارا دیا۔ آپؒ نے ایسے دلوں میں شمع ایمان روشن کی جو روشنی کی ایک ایک کرن کو ترس رہے تھے۔ ... لوگ

Marfat.com

دائرہ اسلام میں آتے تھے تمام بیٹے کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے، اذان کے لئے ہاتھ اٹھانے لگے اور مسلمانوں کی صف میں شامل ہو کر مسجدوں کو آباد کرنے کا سبب بنے۔ آپ نے عقائد کی درستی کے لئے بہت کچھ کہا اور بد عقیدہ لوگوں کی سرزنش کی۔ سرزنش بھی خوب کی۔ آپ کے پیش نظر یہ ارشاد ربانی ہمیشہ رہا کہ برائی کا دفیعہ ایسی اچھائی سے کرو کہ دشمن جگری دوست بن جائے۔ اس لئے آپ طعن و تعریض کے بجائے حقائق اسناد پیش کرتے تھے۔ آپ کا مسلک دل میں گھر کرتا تھا۔ دلشکنی نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تقریر و تحریر میں گہرائی تھی، مگر دلآزاری نہ تھی۔ آپؒ کا مسلک و مشرب توسط و اعتدال کی شان لئے ہوئے تھا۔ آپؒ شریعت و طریقت پر ثابت قدم، سخاوت اور مروت میں بحر کرم تھے۔ ظاہری اور باطنی حقائق اور معارف میں بے مثال، ہزاراں تشنگان پراگندہ حال کو رحمت کے ظلال سے خوشحال کیا اور بیکراں مفلسان بے سرو ساماں کو نعمت فراواں سے مالامال کر دیا۔ مردمان بے پایاں آپؒ کی بیعت سے ممتاز ہوئے، بہت سے سالکان آپؒ کے فیض سے خلافت کے مجاز ہوئے۔

حضرت والاؒ اسلام کے ایک نامور محقق اور اپنے دور کے بلند پایہ بزرگ تھے۔ آپؒ مسلک اہلسنت کے بے باک ترجمان اور مجمع البحرین تھے۔ آپ نے تحریر و تقریر کے دونوں شعبوں میں ناقابل فراموش گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپؒ کی تصانیف میں زبان عام فہم اور انداز سلیس ہے۔ آپؒ ہر بات دلائل و براہین سے کرتے ہیں۔ مسائل کی تحقیق میں قرآن و سنت اور اسلاف و اکابر کی تائیدات کثرت سے پیش کرتے ہیں۔ جس سے آپ کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی تصانیف واعظانہ مبالغہ آرائیوں سے کلیتاً پاک ہیں اور محققانہ انداز بیان کی آئینہ دار ہیں۔ ان میں اصلاح احوال کا پہلو بھی ہے اور تصحیح عقائد کا بھی۔ پیغام محبت بھی ہے اور کیفیت درد و سوز بھی۔ آپ نے جس موضوع پر بھی لکھا ہے موضوع کا حق ادا کیا ہے۔ آپ تقریر و تحریر ہر دو میدانوں میں " کلموا الناس علی قدر عقولھم " پر کار بند تھے اور یہی سبب تھا کہ آپ عوام و خواص میں مقبول تھے۔ آپ کے ملفوظات کا مطالعہ دل کو

Marfat.com

موہ لیتا ہے۔ ملفوظات میں سادہ زبان، دلکش انداز بیان اور اس پر کمال یہ کہ تحقیق کے
کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ سادگی، تواتر، آفرینش اور دلکشی آپ کا مخصوص اسلوب
نگارش کا یہ مخصوص انداز آپ کی تصانیف و تالیفات سے دلچسپی کا موجب بنا ہوا ہے۔
آپؒ نے عامۃ المسلمین کے لئے متعدد نگارشات اپنی یادگار چھوڑی ہیں اور آپ کی ہر
ایک تصنیف گراں مایہ ہے اور مذہبیات کے موضوع پر ایک شاہکار ہے۔ لیکن
"تذکرہ قادریہ" کا رتبہ ان سب میں بہت بلند ہے۔ جس میں جہاں کلام و عقائد کی
گتھیاں سلجھائی گئی ہیں وہاں تصوف کے حقائق و رموز بھی بیان کئے گئے ہیں۔

ان کی روشنی میں آپ کے عقائد و نظریات کو مرتب کیا ہے۔ جن میں "توازن و
اعتدال" پوری طرح کارفرما ہے۔ یہی اولیاء و صوفیاء کا مسلک و مشرب رہا ہے کہ وہ
ہمیشہ افراط و تفریط سے اپنے آپ کو اور اپنے مریدین و متوسلین کو محفوظ رکھتے ہیں۔ آئیے
حضرت والاؒ کے عقائد و نظریات کا مطالعہ کر کے اپنے آپ کو شاداں و فرحاں کریں اور مستفید ہوں۔

نور اور بشر

حضرت والاؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے یا بشر؟
آپؒ نے ارشاد فرمایا!! جس کا خلاصہ یہ ہے

"میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ محض بشر ہیں اور نہ محض نور، نہ
یہ دونوں آپؐ کی شانیں ہیں۔ آپؐ کی حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جس پر
کثیر دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔

آپؐ نہ صرف نوع بشر میں داخل ہیں بلکہ افضل البشر ہیں [illegible] اشرف الانسان ہیں بلکہ
نوع انسان کے سردار ہیں۔ آپؐ کے بشر ہونے سے انسانیت و بشریت [illegible]
۔ جس طرح آپؐ اپنی نوع کے اعتبار سے بشر ہیں [illegible] داخل
بلکہ نوریوں کے سردار ہیں۔ لہذا آپؐ [illegible]
بشر کے

Marfat.com

درمیان دونوں میں بانٹ کر ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات غلط ہے۔ جس طرح آپؐ کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح آپؐ کے نور ہونے کا انکار بھی جہالت و گمراہی ہے۔ آپؐ کو اپنے جیسا بشر کہنا بھی گمراہی و بدعقیدگی ہے۔ آپؐ کی بشریت پر ملک مقرب فرشتے قربان۔ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمالات و خصوصیات میں کائنات میں سب سے اعلیٰ و اشرف اور یکتا ہیں۔ کوئی آپؐ کے مثل نہیں۔ یہی عقیدہ و مسلک جمہور امت کا ہے اور اسی میں نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو افراط و تفریط سے بچائے۔ آمین

علم غیب

حضرت والاؒ سے استفسار کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں؟ تو آپ نے نہایت محققانہ انداز میں جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ علوم عطا کیے جو کسی مقدس نبی اور کسی مقرب فرشتے کو عطا نہیں کیے گئے۔ بلکہ تمام اولین و آخرین کے علوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہیں۔ وہ تمام علوم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے شایان شان تھے۔ وہ سب آپؐ کو عطا کیے گئے اور ان کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ آپؐ کے علم غیب کی مطلقاً نفی کرنے والا کافر ہے۔ اور آپ کے علم کو ماپنا جہالت و گمراہی ہے۔

اسی کے ساتھ حضرت والاؒ کا یہ عقیدہ بھی تھا!

کہ جس طرح ساری کائنات کے علوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علوم سے کوئی نسبت نہیں، یہی حیثیت آپؐ کی اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلے میں ہے۔ آپؐ مطلع علی الغیب ہیں۔ آپؐ کا علم عطائی ہے ذاتی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی مطلق اور قدیم ہے۔ غیب ذاتی علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ حضور فخر کائنات صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے علوم اس قدر ہیں کہ ان کی وسعت کا اندازہ کسی انسان کسی جن اور کسی فرشتے کو نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔

حاضر و ناظر

حضرت والاؒ سے حاضر و ناظر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؒ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے "جو حاضر و ناظر" کے الفاظ بولے جاتے ہیں اس کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے موجود ہے۔ اہلسنت کے نزدیک معنیٰ یہ ہے کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں موجود ہے اسی طرح روح دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے۔ جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقام پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور اولیاء و صوفیا اکثر و بیشتر حالت بیداری میں اپنی جسمانی آنکھوں سے آپ کے جمال مبارک کا مشاہدہ کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں اپنی رحمت اور نظر عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں۔ گویا آپ کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا آپؐ کے حاضر ہونے کا معنیٰ ہے اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا آپؐ کے ناظر ہونے کا معنیٰ ہے۔ آپؐ کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں ہے کہ آپؐ آن واحد میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور تحت و فوق تمام جہات میں اپنے وجود مقدس بعینہ یا جسد مثالی کے ساتھ تشریف فرما ہوں اور اپنے مقربین کو اپنے جمال جہاں آراء کی زیارت سے نوازیں۔ یہ کمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ آپ کے حاضر و ناظر ہونے پر قرآن و سنت میں بے شمار تائیدات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا اور رحمت اللعالمین ہونے کے ناطے تمام افراد و کائنات کے ساتھ آپ کا رابطہ

تعلق ہے۔ توسل کے بغیر وصول فیض اور حصول رحمت ممکن نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللعالمین ہونے کے ناطے روح کائنات ہیں۔ اس طرح آپ تمام ممکنات و مخلوقات کے حقائق لطیفہ پر حاضر و ناظر ہیں۔ آپ اپنی نگاہ مبارکہ سے کائنات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں آپ کو شاہد کہا گیا ہے اور مفسرین نے شاہد کا معنی حاضر و ناظر کیا ہے کہ آپ مشاہدہ کی بناء پر حاضر ہیں۔

توسل اور دعا

حضرت والا سے سوال کیا گیا ہے کہ بزرگان دین کا توسل یعنی وسیلہ پکڑنا جائز ہے یا نہیں تو آپ نے نہایت لطیف پیرایہ میں جواب عطا فرمایا، جس کا لب لباب یہ ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ و اہلبیت اور دیگر مقبولان بارگاہ خداوندی کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما۔ یا میری فلاں مراد پوری فرما دے۔
اس کا انکار کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ جس طرح اعمال صالحہ وسیلہ ہیں اسی طرح صالحین بھی وسیلہ ہیں حیات اور بعد از وصال دونوں صورتوں میں جائز ہے۔
توسل میں تواضع اور عبدیت کی شان زیادہ پائی جاتی ہے کہ بندہ عرض کرتا ہے اے اللہ! میرا تو کوئی عمل ایسا نہیں جس کو میں تیری بارگاہ میں پیش کر کے اس کے وسیلے سے دعا کروں، البتہ فلاں بندہ تیری بارگاہ میں مقبول ہے اور مجھے اس سے محبت و عقیدت کا تعلق ہے اے اللہ اس تعلق کی لاج رکھتے ہوئے میری درخواست قبول فرما۔ ایسی دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ مگر یہ عقیدہ درست نہیں ہے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتا ہی نہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وسیلے سے جو دعا کی جائے اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور لازم ہو جاتا ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ

Marfat.com

ان مقبولان بارگاہ خداوندی کے طفیل سے جو دعا کی جاتی ہے اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے محبوب و مقرب بندوں کے توسل کو قبول فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مقبول بندوں پر فضل و احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں۔ پس اسے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھنا چاہیے۔

زیارت قبور

حضرت والا نے زیارت قبور کے شرعی طریقہ پر خوبصورت انداز میں بحث فرمائی ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان جائے تو اہل قبور کو ان الفاظ میں سلام کہے۔

"السلام علیکم دار قوم مومنین۔ امنتم لنا سلف و نحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ نسال اللہ لنا و لکم العافیہ"۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے اور کچھ پڑھ کر ان کو ایصال ثواب کرے۔

زیارت قبور کا اہم ترین مقصد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ قبروں کا منظر دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا یقین تازہ ہو۔ آدمی ان سے عبرت پکڑے اپنی موت اور قبر کو یاد کرے اور آخرت کی تیاری کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کرے۔

دوسرا مقصد اہل قرابت کا حق ادا کرنا اور ان کو دعائے مغفرت و بخشش اور ایصال ثواب سے نفع پہنچانا ہے اور اہل اللہ کے مزارات کی زیارت سے ان کے فیوض و برکات سے خود مستفید ہونا اور ان کے راستے پر چلنے کا عزم کرنا ہے۔

نذر

حضرت والا نے نذر و منتوں کے متعلق تصحیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں۔ ہر طرح کی نذر و منت اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

ذات کے لئے خاص ہے۔ نذرونیاز اور منت اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہو اور اس کا کسی بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کرنا درست ہے۔ اور اہل سنت اسی کو ہی درست اور جائز سمجھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی جانور ذبح کرتے ہیں اور اس کا ایصال ثواب بزرگوں کی روحوں کو کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ تعالیٰ کے نام پر اتنے روپے کی شیرینی یا اتنا غلہ ... حضرت داتا علی ہجویری کی خانقاہ کے فقیروں میں تقسیم کروں گا اور اس کا ثواب حضرت کو پہنچاؤں گا تو یہ نذر صحیح ہے۔ نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی ماننا اور تقرب بزرگوں کا چاہنا درست ہے۔ روزوں کے رکھنے کی نذر ماننا بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو کہ میں اللہ کے نام پر اتنے روزے رکھوں گا اور فلاں کو اس کا ایصال ثواب کروں گا درست و جائز ہے اس کو ناجائز کہنا غلط ہے۔

شریعت و طریقت

Marfat.com

حضرت والاؒ کی ذات بابرکات اور آپ کے تبحر علمی پر کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے جہاں آپنے روحانی فیض سے لوگوں کو دین مستقیم کی راہ دکھائی وہاں اپنے وعظ سے بھی ... وں گمشدگان کو حق پر لا کھڑا کیا۔

... حضرت والاؒ قرون اولیٰ کے صوفیاء کی زندہ تصویر تھے آپؒ کے ملفوظات قرآن و سنت کا عطر ہیں۔ ان تعلیمات کی روشنی میں اتنا کچھ لکھا جاتا ہے کہ اس سے الماریوں کی الماریاں کتب خانوں کی بھری جا سکتی ہیں۔ آپ نے شریعت وطریقت، معرفت و حقیقت، بیعت کی حقیقت و ضرورت، شناخت شیخ ضرورت صحبت شیخ، ریاضت و مجاہدہ، توکل، خشوع، خضوع، تقویٰ وغیرہا اور دوسری طرف رذائل، حرص، حسد، تکبر، غرور، حب جاہ، دنیا، وغیرہا کی تحقیق اور ان سب کے طریق کار اور پھر طریق تحصیل یا طریق علاج، مراقبات، اذکار واشغال کی تفصیل غرض کہ تصوف کے سلسلہ میں معلومات وحقائق کا پورا قاموس ہے جس سے ایک طرف تو واقفیت کامل حاصل ہوتی ہے۔ دوسری طرف شریعت وطریقت کا تضاد نظر سے دور ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس کی تھی کہ ان ملفوظات کو الگ حسن ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا جائے تاکہ ان سے استفادہ کیا جا سکے۔

... ان ملفوظات میں بہت سے متفرق یاقوت اور جواہر جمع ہو گئے ہیں یہ دراصل اسلامی تصوف و سلوک کے اصول و فروع کا ایک جامع و مدلل ذخیرہ ہے۔

Marfat.com

جس کے مطالعہ سے تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق اور اصلاح اعمال نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اگر میں ان تعلیمات کے متعلق یہ کہہ دوں

لم یکتحل عین الزمان بمثلہ

آج تک اس جیسی کتاب زمانے کی نگاہوں میں نہیں آئی

کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ خداوند کریم ان تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ لہذا ہر عالم و عامی کو چاہیے کہ ان ملفوظات کو حرز جاں بنائے اور فہم و عمل کے ذریعہ نور باطن میں ترقی کرے۔

ان ملفوظات میں تصوف کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔ شاید ہی تصوف کا کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جس پر ان میں بحث کی گئی ہو۔ احسان و سلوک کے چشم صافی پر بدعات کے ساتھ غلط فہمی اور بدگمانی کی ایک ایسی دبیز اور گرد آلود ہے کہ صدیوں سے دین اسلام کا یہ شعبہ بحث و تحمیص مناظرہ و مجادلہ کا میدان کارزار بنا ہوا ہے۔ جاہل صوفیا نے بدعات و محرمات کو تصوف ٹھہرایا تو اس کے برعکس خشک علما نے اس کا سرے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ دونوں نظریے ازسر تا پا غلط اور گمراہ کن ہیں۔ متاخرین علما میں حضرت والا کا پوری امت پر احسان ہے کہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے شریعت یا صوفی وملا کی باہمی آویزش کو ختم کر ڈالا؛ اور نتیجتاً دونوں ایک دوسرے کے ہم آہنگ و ہم نوا ہو گئے۔ آپؒ کے ملفوظات مطبوعہ غیر مطبوعہ سے اس مجموعہ کو مرتب کیا ہے گو اس مجموعہ کی عبارت احقر کی ہے لیکن معانی و مطالب و مفاہیم اور تعلیمات حضرت والاؒ ہی کے ہیں۔ جملہ وابستگان کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً اس مجموعہ کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ قارئین سے

Marfat.com

گزارش ہے کہ اگر کسی جگہ غلطی ہو تو وہ احقر مولف کی نقل یا عقل کا قصور اور خطا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ اور اس کو حضرت والاؒ کی ذات گرامی کی طرف منسوب نہ فرمائیں۔ کہ ۔۔۔

عنقا را بلند است آشیانہ

شریعت

حضرت والاؒ شریعت کے متعلق فرماتے ہیں کہ شریعت پانچ اجزاء پر مشتمل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ عقائد کہ دل وزبان سے یہ اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی جس طور پر خبر دی ہے اس کے خلاف قول کرنے والا شخص کافر ہے۔

نوٹ۔ اس کی تفصیلات کتب عقائد میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ اس سے مراد نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ اور ان کو بجالانا ہے۔

۳۔ اس سے مراد احکام نکاح وطلاق وحدود و کفارات وبیع وشراء یعنی خرید وفروخت اور اجارہ و زراعت وغیرہ ہیں۔ اس باب میں شریعت بتاتی ہے کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔ اور اس طرح معاملہ نہ کرو جس میں جھگڑے کا اندیشہ ہو۔ اس میں جواز اور عدم جواز بیان کیا جاتا ہے۔

۴۔ معاشرت اس سے مراد یہ ہے کہ اٹھنا، بیٹھنا، ملنا جلنا، مہمان بننا، کسی گھر پر جانا، کیونکر چاہیے۔ اور اس کے آداب کیا ہیں؟ بیوی، بچوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اجنبیوں اور نوکروں وغیرہ کے ساتھ کیونکر برتاؤ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

۵۔ تصوف۔ اس کو اصلاح نفس کہتے ہیں۔ اس کے لئے دنیا کو ترک کرنا غلط ہے۔ یہ جاہل صوفیوں کا قول ہے کہ بیوی بچوں کو چھوڑکر جنگل میں ڈیرے لگائے جائیں۔ ان پانچ چیزوں کا نام دین وشریعت ہے اگر کسی میں ایک ایک جزو بھی کم ہو تو وہ ناقص دین وشریعت ہے۔

شریعت میں ہر چیز کا اعتدال مقصود ہے

مذکورہ بالا چیزوں میں اعتدال مقصود ہے۔ اخلاق اصل ہے اور اعمال فرع ہیں۔ اخلاق کے تین اصول ہیں۔ اخلاق تین قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ قوت عقلیہ ۲۔ قوت شہویہ ۳۔ قوت غضبیہ

ان قوتوں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

اپنے منافع کے حصول اور مضار کے دفع کے لئے (خواہ وہ دنیوی ہوں یا اخروی) دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ ایک وہ قوت ہے جس سے منفعت و مضرت کو سمجھا جائے۔ اس قوت کو "قوت مدرکہ عقلیہ" کہتے ہیں۔

۲۔ منفعت کو سمجھ کر اس کو حاصل کرنا "قوت شہویہ" کا کام ہے۔

۳۔ مضرت کو سمجھ کر اس کو دفع کرنا قوت دافعہ یعنی "قوت غضبیہ" کا کام ہے۔ ان تینوں سے مختلف اعمال صادر ہوتے ہیں۔

اعمال کے مدارج

ان اعمال کے تین مدارج ہیں۔ ۱۔ افراط ۲۔ تفریط ۳۔ اعتدال

Marfat.com

قوت عقلیہ کا افراط

قوت مدرکہ عقلیہ کا افراط یہ ہے کہ اتنی بڑھے کہ وحی کو بھی تسلیم نہ کرے جیسے یونان کے فلسفیوں نے کیا۔

قوت عقلیہ کی تفریط

قوت عقلیہ کی تفریط یہ ہے کہ اتنی گھٹے کہ جہالت و سفاہت پر اتر آئے۔

قوت شہویہ کا افراط

قوت شہویہ کا افراط یہ ہے کہ حلال و حرام میں تمیز نہ رہے۔

قوت شہویہ کی تفریط

قوت شہویہ کی تفریط یہ ہے کہ ایسا پرہیز گار بناجائے کہ نکاح سے فرار اختیار کیا جائے۔ یا مال کا ایسا حریص بن جائے کہ اپنا پرایا سب کو ہضم کرلیا جائے یا ایسا زاہد بن جائے کہ ضرورت کی چیزیں بھی توڑ دی جائیں۔

قوت غضبیہ کا افراط

قوت غضبیہ کا افراط یہ ہے کہ درندہ صفت بن جائے۔

قوت غضبیہ کی تفریط

قوت غضبیہ کی تفریط یہ ہے کہ ایسا نرم بن جائے کہ لوگ جوتوں سے مارتے رہیں، دین کو برا کہتے رہیں تب بھی غصہ نہ آئے۔

قوتوں کا اعتدال

ان تینوں قوتوں کا اعتدال یہ ہے

۱۔ حکمت ۲۔ عفت ۳۔ شجاعت

اخلاق حسنہ کے یہ تین اصول ہیں جس سے انسان میں یہ تینوں یکجا ہو جائیں اور

Marfat.com

رذائل و سیئات ختم ہو جائیں۔ اس کے متعلق کہا جائے گا کہ یہ شخص معنی میں انسان بنتا ہی بڑا کمال ہے

زاہد شدی شیخ شدی و دانشمند

ایں جملہ شدی ولیکن مسلمان نہ شدی

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ تم زاہد، شیخ اور عقلمند اور سب کچھ تو بن گئے لیکن انسان نہ بنے

طریق کار

شریعت نے ہم کو ایسی تعلیم دی ہے جس میں تمام مصلحتوں اور مضرتوں کی رعائت برتی گئی ہے۔ اس لئے ان تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تجربہ کر کے در بدر ٹھوکریں کھانے کی ضرورت نہیں اگر ہم ان تعلیمات پر عمل کریں تو پھر ہمیں تہذیب و تمدن میں کسی قوم کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی سب مصلحتوں اور مضرتوں کی رعائت فرما کر ایسی جامع اور مانع تعلیمات عطا فرمائی ہیں جن میں مضرت کا نام و نشان نہیں بلکہ ان میں راحت ہی راحت ہے۔ راحت تب ہی مل سکتی ہے جب مسلمان اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ شریعت کے ان اجزاء پر عمل کرنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے اور معلم خود بھی ان چیزوں سے بخوبی واقف ہو۔ ایسے معلم تلاش کیے جائیں جو شریعت و طریقت دونوں کے جامع ہوں

Marfat.com

شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا باہمی ربط و تعلق

حضرت والاؒ نے ان چاروں کی بڑی وضاحت فرمائی ہے اور ان کے باہمی ربط و تعلق پر نہایت نفیس و باریک باتیں فرمائی ہیں جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ شریعت	اعمالِ ظاہری کا نام ہے جسے فقہ بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ طریقت	طریقت اعمال باطنی کا نام ہے جسے تصوف کہتے ہیں۔

۳۔ حقیقت	ظاہر و باطن کے اعمال کی درستی سے قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے۔ اس سے قلب پر بعض حقائق منکشف ہوتے ہیں یعنی وہ معاملات جو بندے اور خدا کے درمیان ہیں وہ منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو "حقیقت" کہتے ہیں۔ پس یہ سب امور شریعت ہی کے متعلق ہیں۔

تصوف کی حقیقت

حضرت والاؒ نے تصوف کی حقیقت پر اتنا لکھا ہے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہاں پر اس کا آسان لفظوں میں خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ تصوف کے اصول قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف قرآن و حدیث سے کوئی الگ چیز ہے وہ بالکل غلط ہیں۔ تصوف کو واہیات کا نام دینا غلط ہے اسی طرح تصوف کو علم باطن قرار دے کر یہ کہنا کہ ہم تو باطنی احکام پر عمل کرتے ہیں۔ ظاہر کے مولوی مکلف ہیں ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ تصوف کے مسائل قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ قرآن و سنت سے لبریز ہیں۔ اور جو تصوف قرآن و سنت میں نہیں وہ تصوف نہیں ہے۔ اور شریعت کا تارک کبھی صاحب طریقت نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

طریقت کی حقیقت

طریقت کو قرآن حکیم میں ولایت کہا گیا ہے۔ اور ولایت کا مدار دو چیزوں پر ہے۔

۱۔ ایمان ۲۔ تقویٰ

پس جس درجہ کا ایمان اور تقویٰ حاصل ہوگا اسی مرتبہ کی ولایت حاصل ہوگی۔ ہر کلمہ گو کو ولایت عامہ حاصل ہے۔ اعلیٰ درجہ ایمان و تقویٰ کے حاملین کو ولایت خاصہ حاصل ہوتی ہے اور اصطلاحاً اسی کو ولی کہا جاتا ہے۔ اور قرآن نے اسے مومن کامل کہا ہے۔ ولایت خاصہ کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

۱۔ ایمان کامل ۲۔ تقویٰ کامل

اور یہ دونوں چیزیں اصلاح باطن کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔ ایمان کا محل ظاہر ہے۔ تقویٰ کا محل باطن ہے۔ ایمان کامل اور تقویٰ کامل دونوں کا حصول فرض ہے اور یہ دونوں چیزیں اصلاح باطن پر موقوف ہیں۔ سو اس طرح اصلاح باطن بھی فرض ہوگی۔ شریعت کے اندر جن اعمال کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہے وہ دو قسم کے ہیں۔

۱۔ اوامر ۲۔ نواہی۔ پھر ان دونوں کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ اوامر ظاہری۔ ان کا تعلق ظاہر بدن یا ظاہری چیزوں سے ہے جیسے کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ماں باپ کی خدمت وغیرہ۔

۲۔ اوامر باطنی۔ ان کا تعلق باطن سے ہے جیسے ایمان و تصدیق اور اعتقاد حقہ، صبر، شکر، توکل، تفویض و اخلاص، محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: ان کو فضائل کا بھی نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ نواہی ظاہر۔ ایسے امور جن سے منع کیا گیا ہے اور ان کا تعلق ظاہری بدن

Marfat.com

ہے جیسے کلمات کفر کہنا، شرکیہ افعال کرنا، زنا، چوری، سود خوری، رشوت وغیرہ
۲۔ نواہی باطنی: ایسے امور جن سے منع کیا گیا ہے اور ان کا تعلق باطن سے ہے جیسے عقائد باطلہ، بے صبری، ناشکری، ریا، تکبر، عجب ریا وغیرہ ان کو رذائل کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

جس طرح قرآن و حدیث ظاہری اوامر و نواہی کے متعلق تعلیمات آئی ہیں اسی طرح باطنی کے متعلق بھی ہدایات موجود ہیں۔ ظاہری اوامر و نواہی کو شریعت کہتے ہیں اور باطنی اوامر و نواہی کو طریقت کہتے ہیں۔

ایک فقہ ظاہری اوامر و نواہی پر مشتمل ہے (یعنی کتب فقہ) دوسری فقہ باطنی اوامر و نواہی پر مشتمل ہے۔ (یعنی کتب تصوف)

مشہور کتب فقہ نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ وغیرہ ہیں جن میں کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج اور اسی طرح حلال و حرام کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور مشہور کتب تصوف، کشف المحجوب، احیاء العلوم، کتاب اللمع فی التصوف، قوت القلوب، عوارف المعارف وغیرہ ہیں جن میں باطنی تعلیمات بیان کی گئی ہیں مثلاً کتاب الزہد، کتاب الاخلاص وغیرہ

تصوف کی ضرورت اور اس کا رواج

عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں علم حدیث، علم اصول فقہ و دیگر علوم و فنون وغیرہ جدا جدا متمیز نہ تھے بلکہ بعد میں قرآن و سنت سے استنباط کر کے بہت سے علوم نکالے گئے اور پھر ہر ایک کا جداگانہ نام تجویز کیا گیا اور ان سب علوم کے واضعین کو ان کا امام و مقتدا تسلیم کیا گیا۔

Marfat.com

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ یہ مشہور فقہ کے امام ہوئے۔

۲۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ ائمہ حدیث کہلائے۔

۳۔ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ وغیرہ وغیرہ تزکیہ باطن کی تعلیم میں ائمہ طریقت و صوفیاء و مشائخ کہلائے۔

جس طرح دیگر علوم مستخرجہ و مستنبطہ کا خاص نام تجویز کیا گیا جیسے علم حدیث و فقہ وغیرہ اسی طرح مشائخ کے مستخرجہ طریقہ کا نام تصوف ہوگیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے قائم کرنا ہے اور اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا

اصلاح باطن کے لوازمات

حضرت والاؒ نے مریدین کی اصلاح کے لئے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اور اپنا کے لئے مکتوبات کو بھی ذریعہ بنایا۔ اگر ان مکتوبات کو بدقت نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اصلاح باطن کے بھی کچھ لوازمات ہیں جن کے بغیر باطن کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ مختلف مکتوبات میں اصلاح باطن اور اس کے لوازمات کے متعلق جو ہدایات بکھری ہوئی ہیں ان کا نچوڑ و خلاصہ و مغز یہ ہے۔ باطن کے متعلق دو قسم کے اوصاف ہیں۔

۱۔ محمود ۲۔ مذموم

پس حقیقت اصلاح یہ ہے کہ اوصاف حمیدہ کو پیدا کیا جائے اور اوصاف مذمومہ سے بچا جائے۔

سب سے پہلے اوصاف حمیدہ اور اوصاف مذمومہ کو جاننا و سمجھنا ضروری ہے اس کے بغیر نہ تو اوصاف حمیدہ پر عمل کیا جاسکتا ہے اور نہ اوصاف مذمومہ سے بچا جاسکتا ہے۔

شیخ کامل سے سمجھنے کے بعد ان کو کرنے اور بچنے کے لئے طریق ریاضت و مجاہدہ ہے اور طریق ریاضت و مجاہدہ چار چیزوں سے عبارت ہے۔

۱۔ قلۃ الکلام ۔ کم گفتگو کرنا یعنی ضرورت کے وقت کلام کرنا۔

۲۔ قلۃ الطعام ۔ کم کھانا یعنی زندہ رہنے کے لئے کھانا نہ کہ کھانے کے لئے زندہ رہنا۔

۳۔ قلۃ المنام ۔ کم سونا یعنی رات کو رکوع و سجود و قیام میں گزارنا بستروں سے الگ رہنا۔

۴۔ قلۃ الاختلاط مع الانام ۔ لوگوں سے میل جول کم رکھنا یعنی حسب ضرورت۔

اس سے قلب سالک میں استعداد قربت وصول الی اللہ کی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کے بعد محض فضل خداوندی سے اس کے قلب کو بالفعل ایک خاص تعلق جذبی مطلوب حقیقی کے ساتھ پیدا ہوجاتا ہے اور بعض اوقات محض جذبہ غیبی سے یا کسی بزرگ کی توجہ سے اول نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے اور یہ اقرب طریقت ہے اور یہ بھی مشائخ کا معمول رہا ہے اور اس کو "طریق عشق" کہتے ہیں۔

ہر کہ را جامہ ز عشقے چاک شد
از حرص و عیب کلی پاک شد

بیعت کی ضرورت و اہمیت

حضرت والاؒ نے بیعت کی ضرورت و اہمیت پر نہایت عالمانہ و محققانہ بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ مشائخ کے ہاتھوں پر جو بیعت کی جاتی ہے اس کا حاصل اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت اور اہتمام کا معاہدہ ہے۔ اہل ظواہر کا "بیعت طریقت" کو بدعت کہنا سراسر گمراہی ہے۔ بیعت وارادت کی حقیقت خود لفظوں سے واضح ہے کہ محض آرزو یا تمنا کا نام نہیں ہے بلکہ مراد کو پانے کے لئے ضروری اسباب وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا اور اسی میں زندگی کھپا دینا۔ مقصود بیعت یہ ہے کہ منزل مقصود کے لئے کسی زیادہ واقف کار کو رہبر بنالینا۔ اور باطنی و قلبی اصلاح کا سامان کرنا۔ بالفاظ دیگر کسی مصلح و شیخ کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح دینا جس طرح مریض اپنے آپ کو حاذق طبیب کے سپرد کردیتا ہے۔ اس کو رسم بنا دینا غلط ہے۔ بس دست بوسی و پابوسی کے سوا طریقت کو معدوم سمجھنا غلط ہے۔ پیری مریدی کوئی کاروبار نہیں ہے۔

شیخ کامل کی پہچان

حضرت والاؒ کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں شیخ کامل کی پہچان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

کار مرداں روشنی و گرمی است

کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

شیخ کامل کی پہچان معرفت اور عشق الٰہی ہے اور جھوٹے لوگوں کا کام مکر و فریب

اور بے حیائی ہے۔

علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو، خواہ تحصیل سے ہو یا صحبت علماء و مشائخ سے تاکہ فساد و عقائد و اعمال سے محفوظ رہے اور مریدین کو بھی محفوظ رکھ سکے ورنہ بمصداق ع

۱۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

۲۔ عقائد، اخلاق و اعمال میں شریعت کا پابند ہو۔

۳۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

۴۔ آخرت کی طرف راغب ہو۔

۵۔ بزرگوں کی صحبت کا فیض یافتہ ہو۔

۶۔ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدین کے حال پر شفقت و رافت کرتا ہو۔

۷۔ اس کے ہم عصر منصف علماء مشائخ اس کو بہتر سمجھتے ہوں۔

۸۔ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی ہو اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہو۔ ۹۔ ذکر و شاغل ہو۔

۱۰۔ مصلح ہو محض صالح ہونا کافی نہیں یعنی نبض شناس ہو۔ مرید کے احوال و ظروف سے واقف ہو۔ امراض باطنیہ اوراس کے علاج سے پوری طرح واقف ہو۔

جس شخص میں یہ علامات پائی جائیں وہ اس اہل ہے کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور اصلاح احوال کا سامان کیاجائے۔ ان علامات کو دیکھنے کے بعد کرامت، کشف وغیرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کرامت کا صادر ہونا یا نہ ہونا۔ صاحب تصوف ہونا یا نہ ہونا، کشف کا ہونا یا نہ ہونا، دعا کا قبول ہونا یا نہ ہونا، یہ وہ امور ہیں جو لوازم ولایت نہیں۔

Marfat.com

صحبت شیخ کی ضرورت

حضرت والاؒ نے صحبت شیخ کی ضرورت و اہمیت پر جو کچھ لکھا ہے سب تجربات و مشاہدات سے ہی لکھا گیا ہے۔ آپ نے تقریباً ساٹھ سال سے زائد عمر پائی ہے اور آپ نے بچپن سے ہی طریق زہد و مجاہدہ اور طریق عشق سے ہوتے ہوئے شیخ شریعت و طریقت کہلائے۔

گویا آپ نے وہ کچھ لکھا جو آپ کے تجربات و مشاہدات میں آیا۔ لہذا صحبت کی ضرورت پر آپ کی تعلیمات و ہدایات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ صحابہ کرام کی بھی یہی صحبت ہے اور اس فضیلت کا مدار محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ پایا صرف صحبت سے پایا۔ یہی وجہ ہے ہمیشہ مشائخ نے صحبت کو لازم پکڑا اتنی توجہ کسی اور طرف نہیں ہوئی جتنی صحبت کی طرف کی۔ کتابوں کے مطالعہ سے طریقت نہیں سمجھی جا سکتی۔ واضح بات ہے کہ طب کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے کوئی شخص طبیب نہیں بن جاتا جب تک مشق نہ کی ہو۔ درزی کے پاس بیٹھے بغیر سوئی پکڑنا مشکل ہے اسی طرح شیخ کامل کی صحبت کے بغیر طریقت کو سمجھنا آسان نہیں ہے

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

ہر کہ خواہد ہم ...

گو نشیند در ...

یک زمانہ ...

Marfat.com

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است

بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

صحبت شیخ کے متعلق یہ قطعہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے

رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری

کہ از بوئے دلآویزی تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم

ولیکن مدتے باگل نشستم

جمال ہمنشیں در من اثر کرد

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خلاصہ اشعار یہ ہے:۔

ایک دن حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے خوشبودار مٹی مجھ کو ملی۔ میں نے اس سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری خوشبو میں مست ہوگیا ہوں اس نے جواب دیا کہ میں ناچیز تو معمولی مٹی تھی مگر ایک پھول کے ساتھ رہی یہ خوشبو اس کی صحبت کا اثر ہے ورنہ میں تو خاک ہوں۔

Marfat.com

الصلوٰۃ معراج المومنین

حضرت اقدسؒ نے الصلوٰۃ معراج المومنین کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان جب الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "حمدنی عبدی" میرے بندے نے میری تعریف کی۔ جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مجدنی عبدی" میرے بندے نے میری بڑائی اور بزرگی بیان کی جب "ایاک نعبدو و ایاک نستعین" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ھذا بینی و بین عبدی" یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرا وعدہ ہے کہ جو میری عبادت کرے میں اس کی مدد کروں گا اور جب "اھدنا الصراط المستقیم سے ولاالضالین" تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ھذا بینی و بین عبدی و لعبدی ماسئل" یہ بھی میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے سوال کیا۔

حضرت والاؒ کے اس بیان کا سامعین پر ایسا اثر ہوا کہ جب نماز پڑھنے کا وقت آیا تو گریہ تھمتا نہیں تھا۔ اور حضرت والاؒ تو اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ گویا اللہ تعالیٰ ہر کلمہ کا جواب ارشاد فرما رہا ہے۔

بعض خوش نصیب پیر بھائیوں کا گریہ تو حال بن گیا ہے اب جب کبھی ذکر ہوتا ہے تو زور زور سے روتے ہیں۔ سیلان گریہ سے عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے تسلی دینے کے باوجود ان کا حال یہ ہوتا ہے۔

ٹھہرے گا دل، تھمیں گے اشک آہ مگر ابھی نہیں
غم ہے یہ دل لگی نہیں رونا ہے یہ ہنسی نہیں
اس دل زار سے مفر عشق میں جیتے جی نہیں
رونا ہے مجھ کو عمر بھر غم [illegible]

حضرت والاؒ کی نگاہ میں کیا عجب تاثیر تھی کہ لاکھوں لوگوں کو چشمِ گریاں اور سینہ بریاں میسر ہوئے۔ حضرت قائد تحریک مدظلہ العالیٰ پر نگاہِ مرشد کا اثر ہے کہ نہ اشک رکتے ہیں اور نہ سوزِ دروں کم۔

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے

ہمارے ایک پیر بھائی کا بیان ہے کہ حضرت والاؒ کسی وقت میری نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتے۔ ہر وقت میرے تصور پر چھائے رہتے ہیں۔ جس کے باعث گناہوں سے محفوظ رہتا ہوں۔ جب بھی ان کے سامنے حضرت اقدسؒ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس کو نذر الفاظ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بار احقر سے فرمایا کہ حضرت والاؒ کی نگاہ کرم نے مجھ کو ان اشعار کا مصداق بنا دیا ہے"

موحد چہ برپائے ریزی زرش
چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

حضرت والاؒ کی نگاہ فیض نے فنا کے اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اپنی ہستی ہیچ در ہیچ ہو کر رہ گئی۔ نیز فرمایا کہ حضرت اقدس کی برکت ہی سے ہر ممنوع چیز صانع کا مظہر بن گئی۔

" و فی کل شیئی ء الہ آیۃ ـــــــ تدل علی انہ واحد "

Marfat.com

رجال اللہ کی سہ گانہ تقسیم

حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا !!

مردان خدا کی تین قسمیں ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے

پہلا طبقہ :- پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن پر زہد (ترک دنیا) اور دنیاوی لذتوں سے علیحدگی کا جذبہ غالب ہوجاتا ہے سارے اچھے امور جن کی شریعت میں تعریف کی گئی ہے انکی تعمیل کرتے ہیں۔ اسی طرح اپنے باطن کو بھی ان صفات سے پاک رکھنے کی کوشش میں مشغول رہتے ہیں جن کی شریعت میں مذمت کی گئی ہے ظاہری اعمال [illegible] معنوی صفات و اخلاق کی تصحیح کے سوا احوال، مقامات [illegible] وہبی ولدنی علوم [illegible] اسرار و [illegible] ات وغیرہ جیسی چیزوں کے متعلق کسی قسم کی واقفیت ان [illegible] ان خدا کو عباد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

[illegible] ایسے عبادت گزاروں کی ایک خصوصیت یہ لکھتے [illegible] دعا کر [illegible] کے یہاں کوئی آتا ہے تو عموماً جھڑک دیتے ہیں [illegible] حقیقت بھی یہ ہے، بھلا ان قابل کب ہوں! [illegible] کے لئے

[illegible] ہیں کہ خود [illegible] خود بینی کے جذبات کے ابھر [illegible] ہر وقت نفس کی بری خواہشوں اور نکوہیدہ عادات کے [illegible] دل پر غالب رہتا ہے [illegible] کاری، خود نمائی وغیرہ سے ڈرتے [illegible]

Marfat.com

اپنی خودی کا احساس ہی انسان سے غائب ہوجاتا ہے۔ سب کچھ اللہ ہی کر رہا ہے یا یہی ان کی یافت اور ان کا وجدان بن جاتا ہے تو اپنے آپ کو دکھانے یا نمایاں کرنے کے خیال کی گنجائش ہی ان کے کاروبار میں ختم ہوجاتی ہے۔ شرعی اعمال و افعال اور دینی مطالبات کی تعمیل میں ان کی جدوجہد اور کد و کاوش کی نوعیت وہی ہوتی ہے جو نوعیت رجال اللہ کے پہلے طبقہ کی اس راہ میں ہوتی ہے۔ یہ بلند کردار اور جوانمردی والے لوگ ہیں یہ ستودہ صفات اور عالی ہمت لوگ ہیں۔

تیسرا طبقہ:۔ یہ طبقہ رعونت یا خود پسندی سے کلیۃً پاک نہیں ہوتا۔ یہ اصحاب نفوس ہوتے ہیں یعنی نفسانیت کا اثر ان میں باقی رہتا ہے یہ لوگ اللہ کی ہر مخلوق کے مقابلہ میں کمر کس کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اللہ کے بندوں پر اپنی برتری جتاتے ہیں۔

اخلاص و احسان

حضرت علامہؒ فرماتے ہیں

دین کے اساسی شعبے تین ہیں

۱۔ تصحیح عقائد۔ جس کا ذمہ علمائے امت کے اہل اصول نے اٹھایا اور حق و باطل، شرکت و بدعت اور سنت کو واضح کر دیا۔

۲۔ دوسری چیز اعمال کا صحیح طور پر ادا کرنا۔ اس فن کو امت کے فقہاء نے اپنے ذمہ لیا اور ہر باب میں حرام و حلال، جائز و ناجائز، درست و نادرست، غلط و صحیح، شرائط وغیرہ بیان کر دی ہیں۔

۳۔ تیسری چیز احسان ہے۔ تصحیح اخلاص و احسان کے فن کا تکفل صوفیاء نے کیا ہے۔ یہ دین کا اصل ہے۔ یہ شریعت کے مقاصد کا سب سے وسیع فن ہے اور بہت گہرا ہے۔ احسان کے بغیر اعمال میں پورا اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے اعمال بے روح اور بے قیمت ہیں کیونکہ ان میں کبھی جلی اور کبھی خفی طور پر

Marfat.com

نفس کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ احسان کا منتہاء دریائے عشق میں ڈوب جانا ہے

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا

اولیاء اللہ کی بزرگی کی وجہ بھی یہی اخلاص و احسان ہے۔ اس کی وجہ ہے ان کی عبادت کا ہور جہ عامی کی عبادت سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتا ہے۔ ان بندگان خدا کی یہ کیفیت اخلاص و احسان کے علاوہ ان کے تمام افعال اور ہر حرکت و سکون میں شامل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ہر لحہ بہت تیزی سے ترقی کرتے رہتے ہیں۔

سیر زاہد ہر شے یک روزہ را
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

یہی بات اور کیفیت صحابہ کرامؓ کو بدرجہ اتم حاصل تھی۔ جو ان کے ہر عمل میں شامل رہتی جس کی وجہ سے حدیث پاک میں ان کا ایک مد خرچ کرنا دوسروں کے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے زیادہ قرار دیا گیا۔

اسی کیفیت کی وجہ سے ان پر حب اللہ کا غلبہ تھا کہ جان و مال کو ان کے مقابلہ میں کچھ اصل نہ جانتے تھے۔ ہزار جان اور ہزار دنیا کے عوض رضائے الٰہی کو مقدم جانتے تھے اور اس بات کے عطیہ کو کونین سے بہتر سمجھتے تھے۔ طمع جنت اور خوف نار اور ناراضی الٰہی سے بچنا ان کا شعار تھا۔ غیب پر ایسا یقین ہو گیا تھا کہ دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی رہنا، اپنا لاشی ہونا، حق تعالیٰ کا کارساز ہونا بالمشاہدہ ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنا تمام خاندان اور آبرو و جان بغیر کچھ سوچے قربان کر دیا۔

صاحب اخلاص بجا آوری احکام میں اس امر کی وجہ سے بہت سختی اور عزیمت [illegible] میں وہ محب کو اپنے محبوب کی پسند [illegible] کے اس پر جان لڑا دیتے ہیں۔ حکمائے ظواہر [illegible] کاملین کے زہد و تقویٰ [illegible] سے [illegible] شرعی رخصت [illegible]

جب

Marfat.com

بسا اوقات ایسے بھی صاحب اخلاص اولیاء ہوتے ہیں جو رخصت پر عمل کرنے میں محبوب کی رضا کا احساس کرکے رخصت پر بھی اندرونی جذبہ سے عمل کرتے ہیں ایسوں کو دیکھ کر بھی علمائے ظواہر حیران ہوتے ہیں کہ اتنے بڑے بزرگ ہوکر مستحب کو چھوڑتے ہیں۔ غرضیکہ صاحب اخلاص کبھی عزیمت کو پیش نظر رکھ کر اپنے محبوب حقیقی کے حضور میں عبودیت دکھلاتے ہیں اور کبھی رخصت کو پیش نظر رکھ کر اپنی عبدیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس طرح وہ دونوں حالتوں میں برابر کی رضاو ترقی حاصل کرتے ہیں۔ یہ کیفیت اختلاف ذوق کی بنا پر ہوتا ہے۔

حضوری کی لذتیں

حضرت سرکار فرماتے ہیں۔ بندگان خدا میں اپنے محبوب حقیقی سے خصوصی عشق ایک پوشیدہ امر ہے۔ گویا ایک ملکہ ہے جو شرعی احکام پر عمل کے وقت وہ فعل کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔ جس سے وہ عمل سراسر مغز اور روح کے درجہ میں ہوجاتا ہے۔ اس طرح دوام ذکر حاصل ہوجاتا ہے۔ اسی دوام میں رسوخ ہوکر ذکر اللہ اس کی صفت لازمہ بن جاتی ہے اور اس کو محبوب کی معیت و حضوری حاصل ہوجاتی ہے اور قرآن حکیم میں وعدہ کیا گیا ہے۔ جب تم مجھے یاد کروگے تو میں تمہیں یادکروں گا۔ لہٰذا بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رہے گی تو وہ کریم آقا بھی ہر وقت اس کو اپنی خصوصی رحمت اور اپنے فضل وعطا سے یاد فرماتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی اس توجہ سے بندہ کو سکون قلب محبوبیت عامہ اور حیوۃ طیبہ حاصل ہوجائے گی۔

Marfat.com

تربیت

حضرت والاؒ کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ [illegible] طبیعت نیکی مائل نہیں ہوتی۔ گناہوں کی دلدل میں ایسا پھنسا ہوں کہ اب [illegible] مشکل و ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ دعا فرمائیں اور توجہ فرمائیں کہ یہ کیفیت بدل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ رات کو بستر پر کروٹ بدلنے کے وقت زبان ہلائے بغیر صرف اپنے دل میں تین دفعہ یوں کہا کرو۔

"اللہ معی اللہ ناظر الی اللہ شاهدی"

ترجمہ "اللہ میرے ساتھ ہے۔ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ میرے سامنے ہے"

اسی شخص کا بیان ہے کہ میں نے چند راتوں تک یوں ہی کہا۔ پھر حضرت کو اطلاع دی تو فرمایا کہ اب ہر رات میں سات دفعہ یوں ہی کہا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجے میں مجھے اپنے دل میں اس کی لذت اور حلاوت محسوس ہونے لگی۔ جب اس پر عمل کرتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا [illegible] ذکر میں نے تمہیں سکھایا ہے اسے خوب یاد رکھو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہو۔ تم کو دنیا و آخرت میں نفع کا ذریعہ ہوگا۔ میں چند برسوں تک اسی طرح [illegible] اس کی لذت اور حلاوت اپنے باطن کی گہرائی تک محسوس کرنے لگا۔

پھر ایک دن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو [illegible] شخص ہو گیا وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر [illegible] نافرمانی نہ کرنا۔

[illegible] کا بیان ہے کہ حضرت والاؒ کے [illegible] بدل دیا۔ اب جب کبھی گناہ کی طرف [illegible] دیتا ہے۔ اور دل میں آپؒ کا خطاب [illegible]

Marfat.com

حضور غوث اعظم کا فرمان " مریدی لا تخف" جاگزیں ہو چکا ہے۔ اور میں قلباً و باطناً اس فرمان کی لذت و حلاوت پاتا ہوں۔

اولاد کی تربیت میں والدین کی ذمہ داری

اسلامی احکام و ہدایات کی رو سے بچوں کی صحیح دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کا پورا پورا انتظام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مذہبی لاعلمی و ناواقفیت اور دو سو سال فرنگی حکومت کے تسلط اور اس کے قائم کردہ طاغوتی نظام کی وجہ سے پیدا شدہ سیاسی، معاشی و اقتصادی مشکلات کی بدولت مسلمان جس طرح تمام دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں اسلامی طرز عمل سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعلیم و تربیت کے بارے میں اسلام کے بنیادی اصول اور طریقہ کار کو چھوڑ کر رفتہ رفتہ ان سے ناآشنا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ نصاب تعلیم، طرز تعلیم و تربیت، تعلیمی ماحول، مقاصد تعلیم، انتخاب معلمی غرضیکہ اس سلسلہ کی کوئی کڑی بھی اس وقت پوری اسلامی نقطہ نظر کے مطابق نہیں ہے۔

خط غلط ۔ انشاء غلط ۔ املا غلط

ہست ایں مضمون ز سر تا پا غلط

آپ نے بہت سے والدین کو اپنے بچوں کی بداخلاقیوں، بدکرداریوں اور ناروا شوخیوں اور گستاخیوں کی شکایتیں کرتے ہوئے سنا ہوگا۔ لیکن کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟

معصوم امنگیں جھول رہی ہیں دلداری کے جھولوں میں
یہ کچی کلیاں کیا جانیں کب کھلنا کب مرجھانا ہے

Marfat.com

پس حضرت والاؒ کی خدمت میں والدین اپنی نافرمان اولاد کا رونا روتے اور ان کی ہدایت کے لئے دعا، دم، تعویذ وغیرہ حاصل کرتے، لیکن آپ نے ان تمام چیزوں سے زیادہ اہمیت اس کو دیتے کہ والدین اولاد کی تربیت کریں۔ اس سلسلے میں آپؒ کے فرمودات عالیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

" والدین کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنے بچہ کو مدرسہ و سکول میں داخل کرکے اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے۔ اب یہ صرف اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ اسے انسانیت کاملہ کے کسی سانچہ میں ڈھال کر انسان مکمل کی حیثیت سے انہیں واپس کردیں۔ ایسا خیال غلط ہے۔ بچہ کو اساتذہ کے سپرد کرکے صرف یہ نہیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوجاتی بلکہ اور زیادہ ہوجاتی ہیں۔

اساتذہ اور والدین ہر دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو نصیحتیں کرتے ہیں سب سے پہلے ان پر عمل پیرا ہوں۔ بچوں کو صحیح معنوں میں باایمان، خوش اخلاق اور نیک کردار بنانے کے لئے خود ان کے سامنے تمام دینی و دنیاوی کاموں میں صحیح عملی نمونہ بن کر رہیں۔ بچہ کو نیکیوں کی خوبیاں اور گناہوں کی برائیاں بتاکر زبانی تعلیم دینے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کے چاروں طرف ایسا پاکیزہ ماحول پیدا کردیا جائے جس میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوں۔

بچہ والدین کے پاس خدا کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے۔ جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش و صورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش و اثر کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے اور جس طرح چاہو مائل کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم پڑھایا جائے تو وہ ایسی عمدہ نشو ونما پاکر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرلیتا ہے اور اس کے ثواب میں اس کے والدین اور استاد وغیرہ بھی حصہ دار ہوجاتے ہیں اور اگر اس میں بری عادتیں پیدا کی جائیں اور جانوروں کی طرح بے قید چھوڑا جائے تو وہ [illegible] جس

Marfat.com

کا وبال، گناہ اس کے والی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یاایھاالذین امنوا قوانفسکم و اھلیکم ناراً

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ والدین بچہ کو آداب اور تہذیب سکھائیں اور محاسن اخلاق دیں اور برے ساتھیوں اور ہم نشینوں سے اس کی حفاظت کریں۔ جن حضرات کے نونہال بچے رات گئے سینماؤں، بیہودہ تماشہ گاہوں اور نہ معلوم کیسے کیسے شریر اور بداخلاق خود ساختہ دوستوں کے ساتھ کن کن جگہوں میں طرح طرح کی بیہودگیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اور وہ ان کی خبر تک نہیں لیتے۔ ایسے والدین اپنے فرائض و نگہداشت کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں۔

حضرت والاؒ کی یہ گفتگو والدین کے اندر یہ احساس ذمہ داری پیدا کرتی تھی اور انہیں اپنے فرائض کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ آپ محض شعور ہی بیدار نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ تربیت کے اصول بھی بتایا کرتے کہ جن پر ہم سب عمل پیرا ہوکر اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں۔

۱۔ حضرت والاؒ والدین کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ:-

سب سے پہلے والدین کو اولاد کے لئے رزق حلال فراہم کرنا چاہیئے۔

جب ماں حرام دودھ سے بچہ کی پرورش کرتی ہے تو اس کے مایۂ خمیر میں خباثت رچ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت شیطانی کاموں کی طرف مائل ہوجاتی ہے۔ جن لوگوں کی کمائی میں رشوت، سود، جھوٹے مقدمات کی وکالت، جوا وغیرہ کی آمدنی شامل ہو ان کا اور ان کے بچوں کے اخلاق و اعمال کا حال یہی ہوگا جوکچھ ہورہا ہے لہذا والدین کا پہلا فریضہ رزق حلال کی فراہمی ہے۔

۲۔ والدین بچہ کو سب سے پہلے کھانا کھانے کے آداب سکھائیں۔ ماں پاکیزگی و طہارت میں دودھ پلانے کی کوشش کرے۔ دائیں طرف سے دودھ پلائے۔ دائیں ہاتھ سے پلائے۔ بسم اللہ اور درود شریف پڑھتے ہوئے لوری میں ذکر کرے۔ سننے سمجھنے

Marfat.com

کے لائق ہو جائے تو اچھی اچھی کہانیاں اور باتیں سنائے۔

والدین اولاد کو بچپن میں آداب طعام سکھائیں مثلاً یہ کہ وہ کھانا صرف داہنے ہاتھ سے کھائے۔ بسم اللہ شروع میں ضرور پڑھے اپنے سامنے سے ہی کھائے بزرگوں سے پہلے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔ کھانے کی طرف دیکھتے ہی نہ لگ جائے اور نہ ہی کسی کھانے پر نظر جمائے۔ کھانے میں حد سے زیادہ جلدی بھی نہ کرے۔ اچھی طرح چبا کر کھائے۔ لگاتار لقمے منہ میں نہ ڈالے سالن وغیرہ سے ہاتھ اور کپڑے خراب نہ کرے۔ اور اسی طرح والدین خود عمل کر کے دکھائیں گے تو اولاد خود بخود کہے بغیر ہی کرے گی۔

0 سفید کپڑوں کی محبت و رغبت پیدا کیجائے اس سے دل و دماغ بھی صاف و پاکیزہ رہیں گے۔ گندگی سے بچایا جائے۔ ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنائیں۔

0 خود گھر میں نیک بندوں کے حالات اور سوانح و حکایات سنائی جائیں تاکہ بچپن ہی سے اس کے دل میں اولیاء اللہ کی محبت کی جڑ لگ جائے۔

0 پھر جب کبھی بچہ سے کوئی عمدہ خصلت یا قابل تعریف فعل ظاہر ہو تو والدین کو چاہیے اسے شاباش کہیں۔ اور ایسا انعام دیں جس سے وہ خوش ہو جائے اور لوگوں میں اس کی تعریف کرے۔

0 اگر کبھی غلطی کر بیٹھے تو اس سے بے خبری ظاہر کرنا مناسب ہے بے عزتی اور تذلیل نہ کی جائے۔

غلطی کو نمایاں نہ کیا جائے بلکہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہونے دیں کہ وہ اپنے سامنے اس کا ایسی جرات کرنا ممکن بھی سمجھتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ بچہ خود ہی اپنی غلطی کو ڈھانپتا اور چھپانے کی کوشش کرتا ہو۔ کیونکہ بسا اوقات کسی غلطی کا اظہار کرنا اس کے زیادہ بے باک ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ اپنا عیب ظاہر ہونے کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور اگر ایسی عاقلانہ احتیاط کے باوجود دوبارہ ایسی حرکت کرے تو مناسب انداز میں تنہائی میں جھڑکا جائے اور اس فعل کی برائی اس پر خوب ظاہر کی جائے۔

Marfat.com

زیادہ نہ جھڑکا جائے کیونکہ اس سے بچہ میں طعن و ملامت سننے کی عادت اور
ان کا ارتکاب کرنے کی جرات بڑھتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کے دل سے پندو
نصیحت کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے۔

اسی طرح باپ پر لازم ہے کہ اس سے بات چیت کرنے میں اپنے رعب اور ہیبت کو قائم
رکھے اور صرف کبھی کبھی جھڑکا کرے۔ اور ماں کو چاہیئے کہ کسی بات پر ضد کرنے کے
موقع پر اسے باپ سے ڈرائے۔

0 صبح سونے سے منع کیا جائے کیونکہ اس سے سستی پیدا ہوتی ہے۔ صبح صادق کے
وقت سے سورج بلند ہونے تک سونا نہایت برا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس نحوست سے رزق میں تنگی آتی ہے اور خیروبرکت نہیں رہتی۔ اور صبح
سویرے اٹھنے والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر فرمائی ہے کہ۔

اللھم بارک لامتی فی بکورھا

ترجمہ:۔ یا اللہ میری امت کو صبح سویرے اٹھنے میں برکت دے

0 سونے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ شمال کی جانب سر اور قبلہ کی طرف منہ
کر کے داہنی کروٹ پر لٹایا جائے۔ قبلہ کی جانب پاؤں پھیلا کر نہ لٹایا جائے اور پیٹ کے
بل بھی نہ لٹایا جائے۔

0 اپنے ساتھیوں کے سامنے ماں باپ کی ملکیت میں سے کسی چیز پر فخر کرنے، اپنے کھانے
پینے کی چیزوں کپڑوں، حتی کہ تختی اور دوات تک پر اترانے سے بھی منع کیا جائے۔ بلکہ
اپنے ہر ساتھی سے انکساری اور تعظیم و تکریم سے پیش آنے اور پاکیزہ گفتگو کرنے کا عادی
بنایا جائے۔

بچوں کو سکھایا جائے کہ مجلس میں نہ تھوکے۔ نہ ناک صاف کرے۔ نہ کسی کے سامنے
جمائی لے۔ نہ کسی کی طرف پیٹھ کرے۔ نہ پیر پر پیر رکھے

جب استاد سرزنش کرے تو والدین سفارش نہ کرے۔

0 محدود کھیل کی اجازت بھی ضرور دی جائے جس سے وہ سکول و مکتب و مدرسہ کی

Marfat.com

تکان دور کر کے راحت حاصل کر سکے۔

پڑھنے اور کھیل کود میں اعتدال چاہیئے۔

نہ تفریط بہتر نہ افراط اچھی
توسط کے درجے میں ہر بات اچھی

0 یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ بچے کو والدین، اساتذہ اور ہر اس شخص کی جو عمر میں اس سے بڑا ہو چاہے اپنا رشتہ دار ہو یا نہ ہو سب کی فرمانبرداری کرنا سکھایا جائے۔ اور یہ بھی بتایا جائے کہ وہ ان کی طرف عزت کی نگاہوں سے دیکھے۔ نام کے بجائے کوئی مناسب رشتہ کے ساتھ کلام کرے مثلاً

بھائی جان، چچا جان، ماموں جی وغیرہ وغیرہ۔

0 اور یہ بات بھی بخوبی ذہن نشین کرائی جائے کہ دنیا بذات خود ایک غیر مقصود اور بے اصل، بے بقا اور فنا ہو جانے والی چیز ہے۔ یہ صرف ایک گزرگاہ ہے سکون و قرار کا مقام نہیں اور موت ہر وقت دنیا کی زندگی کو ختم کر دینے کی تاک میں لگی ہوئی ہے۔

حضرت والاؒ بچوں کی تعلیم و تربیت میں محبت و پیار اور شفقت کا انداز اختیار کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ آپؒ کی اہلیہ محترمہ کے رشتہ داروں میں سے کسی کا بچہ گم ہو گیا۔ بچہ جب گھر آ گیا تو انہوں نے اس کو بہت مارا۔ تو حضرت والاؒ نے مارنے والے کو ڈانٹا اور فرمایا کہ بچوں کو مارنے کی بجائے ان کی اچھی تربیت کرتے ہیں۔

شریعت و طریقت

اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ کتاب و سنت ہے۔ جن کی تعلیم مجلس نبویؐ میں دی جاتی تھی۔ ابتدا میں تمام علوم دینیہ یعنی علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور علم تصوف کی تعلیم یکجا دی جاتی تھی۔ کوئی الگ نصاب کی تقسیم نہ تھی۔ البتہ اس نبویؐ یونیورسٹی میں ایک اقامتی شعبہ ایسا موجود تھا جس میں محبان خدا اور عاشقان رسول

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ نفس و اصلاح باطن کی عملی تعلیم و تربیت کے لئے بر وقت موجود رہتے تھے۔ اور یہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ بعدازاں جب اسلام عالم گیر حیثیت اختیار کر گیا تو اس کی تعلیمات کو علماء دین نے الگ الگ کتابی نصاب میں منضبط کر دیا۔ جنہوں نے علم تفسیر کی خدمت کی وہ مفسر کہلائے جنہوں نے علم حدیث کا کام سنبھالا وہ محدث بنے۔ جو فقہ کا کام کرنے میں منہمک ہو گئے وہ فقیہہ بن گئے اور جنہوں نے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا شعبہ سنبھالا وہ صوفیا مشہور ہوئے۔ اکابر سلف میں سے کسی نے شریعت کو طریقت سے الگ نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ طریقت کو شریعت کے تابع رکھا۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے واضح طور پر لکھا ہے۔

"اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ شریعت کے سواء کوئی اور نہیں ہے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ شریعت کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اس کا قول غلط اور جھوٹ ہے۔ پس جس میں شریعت کا ادب نہ اس کی اقتداء نہ کی جائے۔ اگرچہ وہ اپنے حال میں سچا ہو" (فتوحات مکیہ باب ۸۱ /)

اسی سلسلہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔

"اگر تم کسی کو کرامات والا دیکھو۔ حتیٰ کہ ہوا میں اڑتا ہو تو دھوکے میں نہ آجانا، جب تک یہ نہ دیکھو کہ امر و نہی۔ حفظ حدود اور پابندی شریعت میں کیسا ہے"

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

"مخلوق پر سب راہیں بند ہیں سوا اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے"

حضرت نوریؒ فرماتے ہیں

"جس کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کو حد شرعی سے باہر کر دیتا ہے تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکو"

ان حقائق و شواہد سے ظاہر ہے کہ صوفیاء علمائے سلف کے نزدیک طریقت شریعت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بھی،

Marfat.com

دونوں کے احکام پہلو بہ پہلو موجود ہیں اور دونوں کو اس طرح برابر کی حیثیت دی گ
ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنے سے اصل مقصود یعنی رضائے حق حاصل ہو
ناممکن ہوجاتا ہے۔

حضرت والا قدس سرہُ العزیز نے بھی یہی فرمایا !!
کہ شریعت کے احکام کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اوامر

۲۔ نواہی

جس طرح اوامر کا ایک ظاہر ہے اور باطن ہے اسی طرح نواہی کا بھی ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔ جس طرح شریعت نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ کا حکم فرمایا ہے اسی طرح صبر و شکر، توکل و رضا، اخلاص و محبت وغیرہ کا بھی حکم فرمایا ہے۔
شریعت نے جس طرح، شرک، کفر، زنا، چوری، سود وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح بے صبری، ناشکری، ریاء، تکبر، عجب وغیرہ بھی مناہی و رذائل ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الاولیاء قدس سرہُ العزیز نے طریقت اور حقیقت کے متعلق واضح طور پر فرمایا:۔

شریعت اور حقیقت اہل طریقت کے لئے یہ اصطلاحات ہیں۔
شریعت تو ظاہری عمل اور حال کی صحت کو ظاہر کرتی ہے اور حقیقت باطن کے احوال صحت اور ہونے یا نہ ہونے۔ اس لئے ایک مومن حقیقی میں ہر دو کا اجتماع ضروری ہے۔

Marfat.com

علم حقیقی

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ :-

علم فائدہ بخش وہی ہے جس کی شعاعیں سینہ اور دل میں پھیل جائیں اور دل پر سے شکوک وشبہات اور اوہام وساس کے پردے اٹھادے اور تذبذب و تزلزل کے بادل چھٹ جائیں تاریکی و ظلمت کافور ہوجائے ۔

علم فائدہ بخش اور نافع سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اس کی بندگی کی کیفیت و لذت نصیب ہوتی ہے ۔ ایسے علم کی مثال شمع یا چراغ کی سی ہے ۔ کہ جب وہ کسی شخص کے دل میں ڈالا جاتا ہے تو اس کی شعاعوں اور انوار و برکات سے اس شخص کا دل روشن اور منور ہوجاتا ہے ۔ اور تمام شکوک و شبہات اور اوہام خواہ دین کے متعلق ہوں یا دنیا کے زائل ہوجاتے ہیں یقین اور حقیقت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور شہوت و کدورت کی تاریکیاں اس کے دل سے دور ہوجاتی ہیں ۔ اور ایسا علم جس کی یہ شان اور تاثیر نہ ہو وہ علم ہی نہیں ہے وہ محض زبانی علم ہے ۔ عمدہ اور حقیقی علم وہ ہے جس کے ساتھ خوف خدا بھی ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے علم والوں کی قرآن حکیم میں تعریف فرمائی ہے ۔

انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء

یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں

لہذا جس علم کے ساتھ خشیت یعنی خوف خدا نہ ہو وہ علم نہیں اور ایسا شخص نہ عالم ربانی اور نہ عالم حقانی ہے ۔ عالم حقانی کی علامت خوف خدا ہے اور خوف خدا کی علامت اتباع شریعت ہے ۔ اگر متبع شریعت نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس میں خوف خدا بھی نہیں ہے اور جس علم کے ساتھ دنیا کی رغبت ہو اور دنیا داروں کی خوشامد ہو اور

Marfat.com

دنیا کمانے ہی میں توجہ اور تکبر اور بڑی بڑی تمنائیں اور آرزوئیں ہوں اور آخرت سے غفلت ہو ایسا علم علم نہیں ہے۔ اور ایسا علم انبیاء کے وارثوں میں شمار نہیں۔ علماء دنیا خدا سے نڈر اور اپنے علم پر مغرور اور متکبر ہوتے ہیں۔

حضرت والاؒ نے موجودہ بگاڑ کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

"فساد و بگاڑ اور تشتت و افتراق علماء سُو کی وجہ سے ہے" امت کو لڑانے اور جھگڑانے والے اسی زمرے میں شامل ہیں۔

شریعت کے تارک اور طریقت و حقیقت کے دشمن علماء سو ہی کہلاتے ہیں اور انہی کی وجہ سے فتنے پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت قائد محترم مدظلہ راوی ہیں فرماتے ہیں ایک دفعہ میری موجودگی میں ایک خط آیا اس دن کاتب موجود نہ تھا۔ آپؒ نے فرمایا "طاہر بیٹا" آج ہمارا ڈاک آپ نکال دیں۔ اس میں سے ایک خط تھا جس میں کسی نے کہا کہ ہمارے علاقے کے ایک پیر صاحب بڑے گذرے ہیں ان کی بڑی کرامتیں مشہور ہیں۔ مریدین کہتے ہیں ان کا غوثوں سے بھی اونچا درجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت ہم پر معاف ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضور قبلہ پیر صاحبؒ نے فرمایا۔ لکھو! ایسا شخص شیطان ہے۔ اس پر لعنت ہے وہ جہنمی ہے، وہ فقیری اور ولایت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ جھوٹ اور کذب ہے تارک صلوۃ اور تارک شریعت ہے لوگوں کو جھوٹ بیان کرتا ہے۔ ایسے شخص سے بیعت اور ایسے شخص سے نسبت قائم کرنا حرام ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ قبلہ نے فرمایا! کہ کوئی شخص اگر دریاؤں میں چلے یا ہواؤں میں اڑے اگر اس میں ایسی خوارق کرامات بھی دیکھو مگر ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کا تارک تو وہ شخص شیطان ہو سکتا ہے لیکن ولی، متقی اور اہلسنت نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

حضرت والاؒ کے اس فرمان ذیشان سے یہ بات روز روشن کی عیاں ہوگئی کہ کرامت کا نام ولایت نہیں بلکہ شریعت پر عمل کرنے کا نام ولایت ہے۔

حضرت والاؒ سے عرض کیا گیا کہ قلب کیونکر منور ہوسکتا ہے توآپؒ نے فرمایا!!

دل کے آئینے میں دنیا اور دنیا کی چیزوں میں بیہودہ آرزوؤں اور تمناؤں کو ختم کیا جائے جب دل دنیا کی چیزوں کی محبت اور رغبت اور لذت کی تاریکی سے دور ہوجائے گا تو اس وقت دل میں نور کا گزر ہوگا اور جو دل خواہشات نفسانی کی زنجیر میں مقید ہو کر شب و روز اسی خیال میں گزرتا ہے تو ایسے دل میں نور کا گزرنا نہیں ہوسکتا۔ دل کو غفلت سے پاک رکھا جائے، توبہ استغفار کی جائے۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:-

اگر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف سے مڈ بھیڑ ہوگئی تو کوئی گناہ صغیرہ نہیں، اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ فرمائے تو ادنیٰ سے ادنیٰ گناہ بھی صغیرہ نہیں بلکہ سب کے سب کبیرہ گناہ اور قابل گرفت و مواخذہ ہیں اور اگر اس کے فضل و کرم کی صفت ظاہر ہو تو اور ہمارے ساتھ فضل کا معاملہ ہو تو بڑے سے بڑا گناہ بھی ہمارا کبیرہ نہیں۔ بلکہ سب صغائر اور معاف ہیں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا !!

جب کوئی گناہ صادر ہوجائے تو اس گناہ کی وجہ سے آدمی میں دین کی پختگی اور استقامت اور اپنے رب کے ساتھ امید میں ذرا برابر فرق نہ آنا چاہیئے۔ کہ اس گناہ کے صادر ہونے سے یہ سمجھ لیا جائے کہ دین پر استقامت میسر آنا محال ہے۔

اور نہ یہ گمان پیدا ہونا چاہیئے کہ ہر گناہ معاف ہوجائے گا اس طرح اور گناہ کرنے پر دلیر جاؤ۔ یہ گمان غلط ہے۔ گناہ ازراہ بشریت صادر ہونا دین پر استقامت کے خلاف نہیں

Marfat.com

اور توبہ نہ کرنا اور دوسری مرتبہ اس کے کرنے کا قصد کرنا استقامت کے خلاف ہے۔

آپؒ نے فرمایا۔ طاعات و عبادات کے فوت ہوجانے پر غمگین نہ ہونا اور معاصی و سئیات کا ارتکاب پر پریشانی کا نہ ہونا موت قلب کی علامت ہے جس طرح بدن کی زندگی کا مدار غذا پر ہے اسی طرح دل کی زندگی ایمان اور اعمال صالحہ سے ہے اور جس طرح بدن کو اگر غذا نہ ملے تو مردہ ہوجاتا ہے اسی طرح دل میں اگر ایمان نہ ہو تو وہ دل مردہ ہے۔ پس جس شخص کو طاعات و عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے فوت ہوجانے پر غم اور افسوس نہ ہو اور گناہوں کے ہوجانے پر ندامت و شرمندگی نہ ہو تو یہ علامت ہے اس کی کہ اس کا دل مردہ ہوچکا ہے۔ اور ایمان کے آثار اس میں نہیں ہیں۔ اور اگر طاعات و عبادات کرکے دل خوش ہو اور گناہ ہوجانے پر غم اور ندامت و شرمندگی طاری ہو تو یہ صفت اس بات کی علامت ہے کہ دل نور ایمان سے زندہ ہے

اسی کے ساتھ حضرت والاؒ نے یہ بھی فرمایا۔

گناہ کو اتنا بڑا اپنے خیال میں نہ جاننا چاہیئے کہ جس سے رحمت اور فضل سے مایوسی ہوجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان نہ رہے اور یہ خیال پیدا ہوجائے کہ میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اب اس کی مغفرت نہ ہوگی۔ ایسی مایوسی اور ناامیدی اللہ تعالیٰ کی صفات کے نہ پہچاننے سے ہوتی ہے اور جس نے اپنے پروردگار کی صفات کو جانا تو وہ اس کے کرم اور عفو کی صفت کو بھی جانے گا تو اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے مقابلہ میں اپنے گناہ کو حقیر جانے گا۔ اور معافی اور مغفرت کی امید رکھے گا ہاں گناہ دل میں ایسا ہلکا بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اس سے توبہ بھی نہ کرے۔ بہرحال ہر دو معاملے میں توازن درکار ہے۔

Marfat.com

اخلاص

حضرت والاؒ نے اخلاص کے متعلق ارشاد فرمایا !!

بندہ جو اعمال نیک کرتا ہے بلا اخلاص کے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جاندار کی صورت ہو اور اس میں جان نہ ہو اور اخلاص یعنی عمل کو ریا اور نفسانی مزہ سے خالص کرنے کی مثال روح اور جان کی سی ہے۔

اگر عمل کے اندر اخلاص کی صفت موجود ہے تو اس میں جان ہوگی اور وہ عمل کارآمد ہوگا اور اخلاص نہ ہو اور وہ عمل محض مخلوق کو دکھانے یا اپنے مزہ کے لئے کرتا ہے تو وہ عمل مثل صورت بے جان کے ہوگا اور اکارت ہوجائے گا۔

آپؒ نے فرمایا !

طالب مولیٰ کا مقصود اصل یہ ہے کہ ہرکام میں اس کی نظر اپنے مالک کی طرف ہو اور تمام طاعات و عبادات اور ذکر و اذکار کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ سے نظر ہٹ جائے ۔ اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کا وہ عمل زیادہ مقبول ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور دل سے اس کا ہی مشاہدہ کرے اور اپنی طرف سے کسی طرح کی نسبت نہ کرے بلکہ دل کی آنکھ سے اس کا معائنہ کرے ۔کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ کام نہ لینا چاہتا تو ہرگز اس کا صدور نہ ہوتا اور اس عمل کو اس قابل نہ جانے کہ اس کی وجہ سے مجھ کو بارگاہ خداوندی میں نزدیکی حاصل ہوگی۔ بلکہ اس کو اپنا عمل ہونے کی وجہ سے حقیر اور قابل قبول نہ سمجھے جو ایسا عمل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوگا۔

حضرت والاؒ نے فرمایا !

بندہ جو عبادت اور نیک عمل کرتا ہے اس پر اس کو خوش ہونا اور اترانا کہ

Marfat.com

میں نے یہ عمل کیا ہے اور میرے اختیار اور قدرت میں یہ عمل ہوا ہے ایسا خوش ہونا برا اور نعمت کی ناشکری ہے بلکہ اس لئے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کا فضل و کرم میرا دستگیر ہوا اور مجھ سے یہ نیک عمل ہوا۔

حضرت والاؒ نے فرمایا!

بندہ کا کمال اور مرتبہ اور تمام عبادات و طاعات کا اصلی مقصود یہ ہے کہ آدمی کی نظر ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی ہو جیسے منگتا سائل ہوتا ہے اور اپنا عمل اور فعل حتیٰ کہ اپنا وجود نظر سے اٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہو اسی کے ساتھ دل کو قرار ہو، اسی کی طرف دل کا رخ ہو۔

آپؒ نے فرمایا!!

مخلص شخص کی پہچان یہ ہے کہ لوگوں کی رضا و عدم رضا کی اس کو کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت و کرم جو ہر وقت اس کے حال پر ہے پیش نظر ہو کر مخلوق کی نظر کو اپنے خیال سے بالکل نکال دے۔

نماز

حضرت والاؒ نے نماز کے متعلق فرمایا!!

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں ان کے قلوب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتے ہیں۔ لیکن مخلوق سے ملنے جلنے اور طبعی ضرورتوں کے انجام دینے میں ایک قسم کی غفلت اور غیر اللہ کے ساتھ قلب کو اس قسم کا تعلق ہو کر کدورت ہوتی ہے لیکن جب نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کی نماز اغیار کے میل کچیل سے ان کے قلوب کو پاک کر دیتی ہے۔ اور خالص حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دروازے ان کے دلوں پر نماز میں کھلتے ہیں۔ اور ان کی نماز اپنے مولا سے

Marfat.com

سرگوشی کرنے کا محل بنتی ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے" جعلت قرة عینی ف الصلوة"
یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔ نماز میں مجھ کو نہایت لذت و سرور حاصل ہوتا ہے۔
آپؒ سے کسی نے سوال کیا کہ یہ مرتبہ امتیوں کے لئے بھی ہے؟
تو آپ نے جواباً فرمایا!
آنکھ کی ٹھنڈک اور سرور اور دل کی لذت اور حلاوت نماز میں اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے مشاہدہ سے ہے اہل معرفت کو ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جس قدر معرفت کسی شخص کو نصیب ہوگی اسی قدر اس کو نماز میں لذت زیادہ ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سب سے بڑھ کر ہے اور دل کے لئے ان کے مرتبہ کے موافق ہے۔

گوشہ نشینی

حضرت والاؒ نے فرمایا!!
انسان کے نفس کو سب چیزوں سے زیادہ محبوب اور عزیز یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بڑا شمار ہو اور مجھے لوگ بڑا اور عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور انسان شہرت اور ناموری کا طالب ہے اور یہ خصلت اخلاص وصدق کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ مقصود تو بندگی اور غلامی ہے نہ کہ خدائی بڑائی۔
بندہ کا کام غلامی اور اپنے رب کی بارگاہ میں اپنے آپ کو ذلیل اور خوار کرنا ہے۔
حضرت والاؒ نے فرمایا! اس لئے اس مرض کو ختم کرنے کے لئے گمنامی اور خواری (جو مشابہ زمین کے ہے) میں اپنے وجود کو دفن کرے۔ یعنی اپنے آپ کو گمنام کرنے کا

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ جس طرح دانہ زمین میں دفن ہو کر نشوونما پاتا ہے اسی طرح انسان گمنامی کی زمین میں مدفون ہو تاکہ شہرت و ناموری کی محبت اور اسیری سے نجات پائے۔ لیکن گوشہ نشینی کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ترک دنیا اور رہبانیت اختیار کی جائے۔ جنگلوں میں ڈیرے لگائے جائیں بلکہ وقتاً فوقتاً اور کچھ ان امراض پر قابو پانے کے لئے خلوت اختیار کی جائے۔ جس طرح روزہ، اعتکاف، حج وغیرہ ایسی عبادات میں شریعت نے یک گونہ رہبانیت بھی رکھی ہے تاکہ بندہ اپنی اصلاح کرے۔

حضرت قبلہ پیر صاحبؒ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

جو حضرات قرب خداوندی کی حضوری کی دولت سے مشرف ہوتے ہیں ان کے قلوب میں ذکر اور عبادت کے انوار بے شمار ہوتے ہیں اور ان کے دل منور ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان انوار کو ان حضرات کے ظاہری حالات مثل کھانے، پینے، ملنے جلنے اٹھنے بیٹھنے کے کثیف پردوں میں چھپا دیتا ہے کہ جیسے عام لوگ کھاتے پیتے ملتے جلتے اور تمام معاملات دنیوی کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرات بھی یہ سب معاملات کرتے ہیں۔ کوئی امتیاز اور فرق کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ ان ظاہری حالات کی آڑ میں وہ انوار مخلوق کی نظروں سے چھپ جاتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی باطنی نظر تیز ہوتی ہے وہ ان پردوں کی آڑ میں ان انوار کو تاڑ جاتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں۔ لیکن عام لوگ ہرگز معلوم نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ان کی ظاہری نظر ان پردوں ہی تک رہ جاتی ہے۔ آگے نفوذ نہیں کرتی اور وہ یہی کہتے ہیں جیسے کفار انبیاء کرام کی شان میں کہتے تھے۔

” ماانتم الا بشر مثلنا “

”یعنی تم تو ہم جیسے آدمی ہو“ جو ہم کرتے ہیں وہی تم کرتے ہو۔

حضرت والاؒ نے مخفی حالات رہنے کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا!!

کہ اولیاء اللہ کے حالات اور ان کے انوار عام لوگوں کی نظروں سے مخفی کیوں رہتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا احترام اور عظمت محفوظ رہے۔ اور اظہار

Marfat.com

کی لذت سے وہ مصئون رہیں۔ اور شہرت ہوکر تمام زبانوں پر ان کا تذکرہ نہ ہو۔ اس لئے کہ ہر کس و ناکس کی زبان پر وہ پردہ نشین انوار آنے لگیں اور ظاہر ہوجائیں تو یہ امر غیرت الہیہ کے خلاف ہے۔ جیسے پردہ نشین عفیفہ حسین ہوتی ہے کہ غایت ستر و حجاب میں ہونے کی وجہ سے اس کا زبان سے نام لینا بھی اس کے لئے پردہ داری ہے ایسے ہی ان انوار کا ایسا ظہور ان کی قدر رفیع کے خلاف ہے۔ اور اگر یہ امر نہ ہوتا تو کامل ظہور ان انوار کا ہوتا اور ان کی روشنی کا اتنا عطیہ ہوتا کہ یہ ظاہری حالات کے پردے بھی ظاہر بینوں کی نظر سے غائب ہوجاتے۔

حضرت والاؒ نے اس کے متعلق مزید ارشاد فرمایا !!

اللہ تعالیٰ جو اپنے خاص بندوں کو اسرار اور معرفت کی باتیں اور باطنی دوستی مرحمت فرماتے ہیں تو ان کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ اس دولت کو عوام کی نظروں سے چھپایا جاتا ہے۔ اور ان انوار و اسرار پر ان کی بشریت کے اوصاف کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے کہ مخلوق ان کو اپنے جیسا سمجھتی ہے۔

اسلئے بزرگوں نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ولی کی معرفت سخت ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا جمال و جلال تو غایت ظہور میں ہے اور ولی اوروں کی طرح سب کام کرتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، نکاح کرتا ہے، معاملات دنیوی کرتا ہے، اس کا پہچاننا مشکل ہے۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ وہ کسی کو کسی ولی تک پہنچا دے یہ اپنے تک پہنچانے والی بات ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کی محبت اور معرفت اور ان کی صحبت اس شخص کو نصیب فرمائی کہ جس کو یوں چاہا کہ اس شخص کو اپنی ذات کمال تک پہنچائے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں جو محبوب کو چاہتا ہے وہ محبوب ہوجاتا ہے۔ پس جو کوئی ان حضرات سے محبت کرے گا یہ علامت

Marfat.com

ہے اس بات کی کہ اس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اس کو اپنی معرفت نصیب فرمائے گا۔

سالک پر جب اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوتا ہے اور اس کے قلب کو ذکراللہ سے تعلق ہوجاتا ہے تو قلب کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ کبھی اپنی کیفیت ذکر میں مشغول ہوتا ہے اور ماسواء سے بالکل خالی ہوجاتا ہے۔

اس کا بین ثبوت حضرت قائد محترم مدظلہ العالیٰ کا وہ واقعہ ہے کہ جس میں انہوں نے فرمایا کہ حضور قبلہ پیر صاحبؒ کے پاس ذکر کی ایک محفل میں شریک تھا۔ حضرت نے جب نگاہ اٹھاکر میرے سینے کی طرف دیکھا تو میرا دل اس قدر زور سے دھڑکا کہ جیسے سینے میں کوئی برقی رو دوڑ گئی ہو۔ یہ کیفیت کئی لمحے ان پر طاری رہی۔ اور پھر دل بولنے لگا۔ دل کی زبان پر ذکر جاری ہوگیا۔ دل بولتا رہا اورانہوں نے اپنے کانوں سے ذکر الٰہی کی آواز سنی۔

یعنی عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت والاؒ کی مجالس میں محض قال ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر شخص حسب ظرف اور توفیق حال کی لذت سے بھی آشنا ہوتا تھا جس کے متعدد واقعات اس امر پر بطور شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں کہ آپؒ کی توجہ سے کس طرح ذکر الٰہی کی لذت و حلاوت نصیب ہوتی تھی؟ ذکر کرنے والے پر جب آپؒ نظر اٹھا کر دیکھا کرتے تو لوگوں کی دھاڑیں نکل جاتی تھیں۔ لوگ تڑپتے تھے عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ ان کیفیات کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔

ذکر

بہت سے ذاکر شاغل لوگ اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا ذکر میں دل نہیں لگتا۔ وسوسے آتے ہیں اوراسی پریشانی میں بعض ذکر کو چھوڑجاتے ہیں۔ تو حضرت قبلہ پیرصاحبؒ ایسے ہی لوگوں کی نسبت فرماتے تھے!

Marfat.com

کہ ذکر میں حضور قلب نہ ہونے اور دل نہ لگنے کے سبب سے ذکر نہ چھوڑا جائے۔ اس لئے کہ اس وقت تو ایک ہی آفت ہے کہ بحالت ذکر وسوسے آتے ہیں، دل نہیں لگتا، غفلت ہوجاتی ہے، دل دوسری طرف بٹ جاتا ہے۔ لہذا ذہن نشین کرلیا جائے کہ اثناء ذکر میں غفلت ہونے سے ذکر کو بالکل چھوڑ دینے کی غفلت بہت سخت ہے۔ اس لئے کہ ذکر اگرچہ غفلت کے ساتھ ہو اس سے تو بہرحال بدرجہا بہتر ہے کہ بالکل ذکر نہ ہو۔ پہلی صورت میں گو قلب غافل ہے لیکن زبان تو مشغول ہے اور دوسری صورت میں نہ زبان سے ہی ذکر ہوا اور نہ دل سے۔ اور زبانی ذکر بھی بہت بڑی دولت ہے۔ ذکر کرتے رہنے سے وساوس دور ہوجاتے ہیں۔ حضوری قلب کرتے رہنے سے نصیب ہوتی ہے۔

فکر

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:-

مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں اور عجیب وغریب تصرفات جو ہروقت ہوتے رہتے ہیں، مشاہدہ کیا کرو۔ کہ کوئی مرتا ہے، کوئی جیتا ہے، کوئی فقیر ہے، کوئی غنی ہے، اور اس عالم کے ان عجائبات سے عبرت حاصل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال و جمال و جلال کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ مطالعہ و فکر آدمی کو خالق تک پہنچائے گا اور اس کا یقین کامل ہوگا۔ فکر قلب کے لئے بمنزلہ چراغ ہے اور قلب بغیر فکر کے مثل اندھیری کوٹھری کے ہے۔ حق کا حق ہونا، باطل کا باطل ہونا اور دنیا کا فانی ہونا، اور آخرت کا باقی ہونا، یہ سب ایسے حقائق ہیں جن پر فکر کرنے سے قلب روشن ہوتا ہے۔ نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلے بہانے سمجھ میں آجائیں گے۔

Marfat.com

سالک اور مجذوب

حضرت والاؒ نے سالک اور مجذوب کے مقام کو واضح کرتے اور سمجھاتے ہوئے فرمایا!

سالک وہ جو آثار و احوال سے استدلال کر کے مؤثر تک پہنچے۔ یعنی مخلوقات مصنوعات میں اس کو اسمائے الٰہیہ و اوصاف الٰہیہ تک راہ ملتی ہے۔ مثلاً مخلوقات کو دیکھا کہ گناہ کر رہے ہیں، کفر کر رہے ہیں اور سزا نہیں ملتی تو اس کو جزئیات میں فکر کرنے سے اس کے قلب کو مشاہدہ ہوا کہ وہ حلیم ہے اور حلم اس کی صفت ہے اور اشیاء کے حسن و جمال و موزونیت و صنعت کو دیکھ کر اس کے جمیل و حکیم ہونے کا مشاہدہ ہوا۔ اسی طرح قلب کو ذات پاک تک رہ مل جاتی ہے تو یہ سالک آثار سے استدلال کر کے مؤثر یعنی ذات تک پہنچا۔

۲۔ مجذوب وہ ہے کہ مؤثر سے استدلال کر کے آثار پر پہنچے۔ یعنی پہلے اس کے قلب کو ذات کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے پھر اس سے واپس کیا جاتا ہے اور صفات و اسماء کے اندر سیر کرتا ہے۔

پس سالک تو نیچے سے اوپر کو لے جایا جاتا ہے اور مجذوب اوپر سے نیچے کو اتارا جاتا ہے۔ مگر یہ حال ان کا ہے جن کے حال کی تکمیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے ورنہ بعض جذب ہی کی حالت میں رہتے ہیں۔ اور بعض سالک درمیاں ہی میں رہ جاتے ہیں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا!

تصرف اور خوارق عادت امور کا ظہور کوئی شے مقصود نہیں ہے اس لئے کہ اس کا مدار ولایت مقبولہ پر نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو تصرف حاصل ہو وہ مقبول ہی ہو۔ ممکن ہے اور عجب نہیں کہ واقع بھی ہو۔ کہ کوئی شخص ریاضت کر کے ایسا تصرف حاصل کرے اور متبع شریعت نہ ہو اور یا بطور "استدراج" اور مکر کے کسی کے اندر ایسا وصف عنایت ہو جائے اور اگر کسی مقبول

Marfat.com

کے اندر بھی ہو جب بھی کوئی مقصود نہیں ہے۔ حقیقی تصرف تو یہ ہے کہ تم اپنے قلب کے سامنے سے اس دنیا کی مسافت کو قطع کردو اور بالکل پلیٹ دو یعنی دنیا اور دنیا کی لذتیں اور بے جا خواہشیں قلب کے اندر تو کیا سامنے ہی نہ رہیں۔

دعا کے آداب

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو بہت دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی اور بعض جو ذرا نیک کہلاتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ ہم تو گنہ گار ہیں ہماری دعا کیا قبول ہوتی۔ گناہ کو مانع قبولیت دعا جانتے ہیں اور بعض ذاکر و شاغل بھی اس وسوسہ میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم برسوں سے ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں لیکن ہماری حالت درست نہیں ہوتی۔

توحضرت والاؒ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا!

باوجود گڑگڑانے، آہ و زاری کرنے، اور عجز و زاری سے دعا مانگنے کے جو وہ مراد نہیں ملتی تو اس سے دعا کے قبول ہونے سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے ساتھ یہ نہیں فرمایا کہ جو چیز تم مانگو گے وہی ملے گی۔ اس لئے کہ ہماری عقل اور علم بہت ناکافی ہے۔ بسا اوقات جو شے ہم طلب کرتے ہیں بعینہٖ اس کا دینا ہمارے لئے بہتر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہم پر ماں سے زیادہ رحم اور شفقت فرمانے والے ہیں۔ اور ہماری مصلحتوں کو ہم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اس لئے وہ شے نہیں دیتا اگر بچہ ماں سے مضر شے کی ضد کرے تو ماں ہرگز نہ دے گی اور اس سے بہتر شے جو اس کے لئے نافع ہوگی وہ دے گی۔ یوں کہنا صحیح نہیں ہے کہ ماں نے بچہ کی درخواست کو رد کردیا۔ پس وعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو تمہارے لئے ہم پسند کریں اور ہمارے علم میں تمہارے لئے جو بہتر ہو وہ دیں گے۔

Marfat.com

خواہ وہ شے دیں یا اس سے بہتر آخرت میں دیں۔ یا دنیا میں کسی بلا کو رفع کر دیں اور اسی طرح بعض اوقات وہ خوشی ملتی ہے لیکن دیر میں ملتی ہے کسی بہتری کے لئے تاخیر سے ملتی ہے پس آدمی کو چاہئیے کہ اپنی عقل کو دخل نہ دے اور برابر اپنے پروردگار سے مانگتا رہے۔ اور قبولیت سے مایوس نہ ہوں۔

حضرت والاؒ نے اسی کے متعلق مزید یہ بھی فرمایا!

اگر کسی نیک آدمی سے خواب میں یا بذریعہ الہام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا وعدہ کیا گیا ہو اور اگرچہ اس وعدہ کا وقت بھی مقرر کر دیا گیا ہو اور پھر اس وقت میں وہ بات پوری نہ ہوئی تو اس سے وعدہ کے سچے ہونے میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دیکھنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ تعبیر نکالنے میں خطا ہو سکتی ہے یا اس بندہ کے ابتلاء اور امتحان کی غرض سے اس کو نہ بتلائے گئے ہوں تو وہ وعدہ سچا ہے اس لئے کہ مطلب اس کا یہ ہوا کہ فلاں بشرط یا سبب اگر ہوگا تو یہ بات اس تاریخ میں واقع ہوگی وہ شرط پائی نہیں گئی۔ اس لئے وہ واقعہ نہ ہوا۔ بہرحال اطمینان اور یکسوئی سے انتظار کرنا چاہیئے۔

مصیبت و پریشانی

پریشانی و مصیبت میں مبتلا لوگوں کی باتیں اور شکوے بڑے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے بسا اوقات تو کلمات کفریہ سننے میں بھی آتے ہیں۔ انہی لوگوں کے متعلق حضرت قبلہ پیر صاحبؒ نے فرمایا!

جب تک مومن اس دنیا میں مقید ہے تو مصائب و آلام اور حوادث اور خلاف طبع واقعات پیش آتے رہیں گے۔ عجیب و غریب تو وہ شے ہے جس کے واقع ہونے کا خیال نہ ہو اور دنیا کی مصیبتیں تو واقع ہوتی رہتی ہیں۔ یہ دنیا امتحان و ابتلا کا گھر ہے۔ اس لئے خلاف طبع امور کا واقع ہونا اس میں ضروری ہے تاکہ امتحان ہو کہ

Marfat.com

کون ہماری بلا پر صبر کرتا ہے اور کون بے صبری اور موافق طبع واقعات یعنی نعمتوں کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ آزمائش ہو کہ کون شکر کرتا ہے اور کون ناشکری۔ جب مصائب آتے ہیں تو باطنی نعمتیں مومن پر ہوتی ہیں۔ لہذا پریشانی و مصیبت کو اللہ تعالی کی ناراضی نہیں سمجھنی چاہیے۔

مذہب اور عقل

حضرت قبلہ پیر صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا مذہب اور عقل کا آپس میں تصادم ہے؟ تو آپؒ نے نہایت دلچسپ اور روح پرور اور ایمان افروز اور بصیرت سے بھرپور گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!!

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان اور فراست عطا فرمائی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مذہب اور عقل میں تناقص۔ تعارض، تنافر اور تضاد نہیں ہے۔"

عقل کے بغیر مذہب کی فہم نامکمل ہے اور مذہب کے بغیر عقل اپنا مدعا پورا نہیں کر سکتی۔ کورانہ تقلید کے عمیق گڑھوں میں گر جانا اور محض ظواہر کا ہی گرویدہ ہو رہنا پرلے درجے کی پست ہمتی اور بیوقوفی ہے اور صرف عقل ہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر مذہب کو بالکل نظرانداز کر دینا اور ہر مذہبی امر کے متعلق عقل سے کام لینا کمینہ پن ہی نہیں بلکہ قانون قدرت پر سخت حملہ کرنا ہے۔ کورانہ تقلید اور اتباع میں ظواہر کے دلدادے تفریط کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ گئے ہیں اور صرف عقل ہی کا راگ الاپنے والے افراط کی پالیسی کو خوب ترقی دے رہے ہیں۔

پہلے حضرات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ مذہب کا مستند قرآن حکیم یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور قول رسول کی صداقت کو راستی کی کسوٹی پر پرکھنا عقل ہی کا کام ہے اور عقل کے طرفداروں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جب تک مذہب و

Marfat.com

شریعت کی نورانیت سے چراغ دل روشن نہ کیاجائے محض عقل سے مذہبی مشکلات اور پیچیدگیوں کا حل کرنا کار دارد۔

عقل تندرست اور صحیح آنکھ کی مانند تصور کیاجائے ۔ اور قرآن و سنت کو سورج کی مثل ۔ اندھیری رات میں آنکھ تو بدستور قابل دیکھنے کے ہوتی ہے مگر سورج کے نہ ہونے کی وجہ سے بینائی کالعدم ہوتی ہے اور دن کو سورج نصف النہار پر کھڑا ہو کر اپنی نورانی کرنیں اہل زمین پر ڈالتاہے اور اپنی داد و دش میں کوئی کمی نہیں رہنے دیتا مگر بے چارے اندھوں کے حق میں دن اور رات دونوں برابر ہوتے ہیں ۔ ایسے ہی عقلی حضرات اگر محض عقل ہی کے بھروسے پر حقائق و دقائق کے حل کرنے اور مذہبی مشکلات کو کھولنے کھڑے ہوں گے اور شرع کی نورانی شعاعوں سے اپنی آنکھیں بند کردیں گے تو سخت اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتے رہ جائیں گے ۔ الغرض جیسے آنکھ بغیر سورج کے کسی کام کی نہیں اور سورج ہوا اور آنکھ نہ ہوتو سورج کی روشنی بیکار ہوتی ہے ویسے ہی عقل بغیر شرع کے نکمی ہے اور شرع بغیر عقل کے بے سود ہے ۔

حضرت والاؒ نے اسی گفتگو کے تسلسل میں ارشاد فرمایا !

"فلاسفہ اور معتزلہ اور دیگر گمراہ فرق اسی لئے ہوئے کہ انہوں نے عقل کو کل مان لیا ۔ اور اصحاب ظواہر نے شرع کی جاہلانہ اسلوب سے ایسی تقلید کی کہ اس کے احکام کے مغز نکالنے اور ان کی ماہیات کی تہہ تک پہنچنے کو کفریات میں خیال کرنے لگے مگر اہلسنت نے دونوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ۔ اگر انہوں نے عقل سے کام لیا ہے تو شرع کی حدود سے باہر نہیں نکلے اور اگر شرع کو لیا ہے تو بھی عقل کو پورا پورا دخل دے کر غرضیکہ اہل سنت والجماعت نے اس فرمان نبویؐ

" خیر الامور اوساطھا "

کو پورا دستور العمل بنایا ہے اور کسی امر میں بھی اس روحانی مرکز سے ایک انچ بھر بھی باہر قدم نہیں رکھا ۔

Marfat.com

الرحمن علی العرش کا مفہوم

حضرت والاؒ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا کیا معنی ہے؟ تو آپؒ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے۔ موتی لٹاتے ہوئے۔ حقائق و دقائق کو عیاں کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔!!

"اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ عرش پر یا کسی اور جسم پر متمکن ہو۔ یعنی جس طرح بادشاہ کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ بات کہنی جائز نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جسم پر متمکن ہو تو اس کو مقداری تسلیم کرنا پڑے گا اور جسم پر متمکن ہونا جسم یا اعراض کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ نہ جسم ہے نہ عرض لہذا کسی جسم پر متمکن نہیں۔ تو پھر اللہ کے اس قول اور حدیث میں ہے۔

" ینزل اللّٰہ کل لیلۃ الی سمآء الدنیا "

ترجمہ (اللہ تعالیٰ ہر رات نیچے آسمان دنیا پر اترتا ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا!! عام لوگوں کو اس قسم کے مسائل میں ہرگز دخل نہیں دینا چاہیئے ان کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں پر ایمان لے آئیں۔ ان کی حقیقت میں ان کو کسی قسم کا شبہ دے۔ ان کے عقول ایسے امور کو بہت سمجھانے سے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی استعداد پیدا کی گئی ہے کہ وہ شریعت کے موٹے احکام کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں اور بس۔

حضرت مالک بن انس سے کسی شخص نے استواء کے معنی پوچھے تو آپؒ نے فرمایا!

" الاستواء معلوم والکیفیتہ مجہولۃ والسوال عنہ بدعۃ والایمان "

ترجمہ:۔ استواء کے معنی معلوم ہیں اور اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اسکے بارے میں

Marfat.com

سوال کرنا بدعت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

البتہ علماء کے گروہ کو اس قسم کی باتوں پر توغل اور مغززنی کسی حد تک جائز ہے۔ مگر فرض عین نہیں کہ انہی مسائل پر ہی ساری صلاحیتیں صرف کردی جائیں۔ کیونکہ ضروری قدر صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت جمیع عیوب سے پاک ہونے اور ممکنات کی جملہ صفات سے منزہ ہونے کا اعتقاد رکھاجائے۔ قرآن حکیم کے سب معانی سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ ایسی باتوں سے متعلق جتنی قرآنی آیات اور احادیث ہیں جاہل لوگ ان سے ایسے معنی سمجھتے ہیں جو بالکل خلاف شرع واقع ہوتے ہیں۔

علماء جانتے ہیں کہ "استواء علی العرش" سے مراد خدا کی رفعت عملی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے۔

"قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن"

مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جہلا تو انگلیوں کے وہی معنی سمجھتے ہیں جو متعارف ہیں مگر علماء اصلیت کو پاجاتے ہیں کہ اس سے مراد قدرت علی التقلیب ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

من تقرب الی شبراء تقربت الیه ذراعاً ومن اتانی یمشی اتیته بھرولة

جو مجھ سے ایک بالشت بھر قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ کا قدر قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص ذرا سی توجہ بھی میری طرف کرے میں اس پر اپنی رحمت ڈال دیتا ہوں اور اس پر انعامات و اکرامات کا مینہ برسا دیتا ہوں۔

بہرحال استواء کو جو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے اس کا معنی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہر طرح سے قادر ہے۔

حضرت والاؒ کی خدمت میں جس شعبہ کے لوگ بھی حاضر ہوتے تو آپؒ خیر

Marfat.com

وعافیت دریافت فرماتے اور ضروری لوازمات کے بعد ان کے متعلقہ شعبہ کے بارے میں ضروری معلومات پوچھتے اور کچھ از خود فرماتے اور اس طرح سلسلہ کلام متعلقہ شعبہ کے آداب کی نسبت بھی ہوتا تاکہ انہیں اپنے اپنے فرائض اور آداب سے بھی آگاہی حاصل رہے اور اسی طرح حضرت والاؒ اپنا فیض ہر شعبہ میں پہنچایا کرتے تھے۔ آپؒ کی محفل میں شاہ و گدا، شاگرد اور استاد، پیر اور مرید، فیکٹری کے مالک اور مزدور، تاجر اور کسان، سب حاضر ہوتے تھے اور ہر کوئی اپنے حسب حال دامن مراد بھرتا۔

آداب عالم

حضرت والاؒ اساتذہ اور معلمین کو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کسی استاد میں یہ صفات موجود نہ ہوں وہ کامیاب استاد نہیں ہوسکتا اور اس سے شاگرد صحیح معنوں میں اکتساب نہیں کرسکتے۔ ان کے بغیر استاد کا فیض آگے منتقل نہیں ہوسکتا۔ لہذا ضروری ہے کہ ایک استاد اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

۱۔ بردباری ۲۔ حلم ۳۔ درس میں وقار اور یکسوئی کے ساتھ بیٹھے

۴۔ شاگردوں پر شفقت و مہربانی کرے اور حسب ضرورت سختی بھی کرے۔

۵۔ اسباق کو تیاری کے ساتھ پڑھائے۔ ۶۔ جو بات واضح معلوم نہ ہو اس سے صاف اقرار کرنا اور کچھ شرم نہ کرنا۔ ۷۔ دلیل کو ماننا گو دشمن بھی پیش کرے۔ ۸۔ سچی بات کا ماننا اگرچہ اپنے سے کم رتبہ شخص کہے۔ ۹۔ پابندی عمل کیونکہ عمل کے بغیر دوسروں پر نصیحت موثر نہیں ہوتی۔ ۱۰۔ کلموا الناس علی قدر عقولھم یعنی لوگوں کی استعداد کے مطابق گفتگو کرے۔ ۱۱۔ بندگان خدا سے تکبر نہ کرے مگر ظالم کے ساتھ تواضع بھی نہ کرے ۱۲۔ خلوص پیدا کرنے اور تواضع و انکساری سے رہے۔ ۱۳۔ فرقہ وارانہ گفتگو سے

Marfat.com

ہمیشہ پرہیز کرے ۔ ۱۴ ۔ اتحاد و اخوت کو پروان چڑھائے ۔ ۱۵ ۔ ظاہری اصلاح کے ساتھ باطنی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ کرے ۔ ۱۶ ۔ کسی صاحب ارشاد سے نسبت بھی ضرور قائم کرے تاکہ علم کے گھمنڈ اور غرور سے نجات پا سکے ۔

آداب طلباء

حضرت اقدس نے آداب طلباء پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

۱۔ اساتذہ کا ادب ہمیشہ ملحوظ رہے اور ان کی خیرخواہی اور خدمت کو اپنا اعزاز سمجھے ۔

۲۔ جب استاد آئے اٹھ کر استقبال کرنا اور جب واپس جائے تو تعظیماً اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے ۔ ۳۔ ناراضی ہوجائے تو معذرت و معافی کے لئے پہل کرنا ۔ ۴۔ علمی ، فقہی مسائل میں اختلاف پیش آجائے تو پھر بھی ادب و تعظیم ملحوظ رکھنا ۔ ۵ ۔ نصابی سرگرمیوں کو غیر نصابی سرگرمیوں پر ہمیشہ ترجیح دیں ۔ ۶ ۔ کتابوں کا ادب ملحوظ رکھیں ۔

۷ ۔ آغاز سے محنت و مطالعہ کی عادت ڈالیں ۔ ۸ ۔ انسانیت سازی کے لئے علم حاصل کریں کسی اور غرض کے لئے نہیں ۔ ۹ ۔ اساتذہ کی سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کو اپنے لئے شفقت سمجھیں ۔ ۱۰ ۔ بغض ، کینہ ، حسد سے دل کو پاک رکھیں ۔

آداب والدین

حضرت والا نے آداب والدین کے بارے میں ارشاد فرمایا!

۱۔ جو بات ماں باپ کہیں اس کو مانیں ۔ ۲۔ والدین کی تعظیم ہروقت ملحوظ رہے ۔

۳۔ والدین کے بلانے پر جواب بالفاظ تعظیم دیں ۔ ۴۔ ہر بات اور ہر کام میں والدین کی رضامندی کا خیال رہے ۔ ۵۔ والدین سے بعجز و تواضع پیش آئیں ۔ ۶۔ والدین پر کسی بات کی منت نہ رکھیں ۔ ۷۔ ترش روی سے پیش نہ آئیں ۔ ۸ ۔ بغیر اذن والدین کے

Marfat.com

سفر نہ کریں ۔ ۹۔ ان کی خود خدمت کریں ۔ ۱۰۔ فوت ہوجائیں تو دعاؤں میں یاد رکھیں

اجنبیوں کے آداب

حضرت والا نے اجنبیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا!
اگر انسان کو اجنبیوں سے معاملہ پڑجائے تو امور ذیل کا لحاظ رکھے ۔
۱۔ ان کی گفتگو میں دخل نہ دیاجائے ۔ ۲۔ ان کی ناشائستہ باتوں سے بھی درگزر کیاجائے ۔
۳۔ ان سے زیادہ ربط و ضبط نہ رکھاجائے اورنہ اپنا کوئی راز یاحال ان سے بیان کیاجائے
۴۔ حتی الوسع انہیں راحت پہنچانے کی کوشش کی جائے ۔ ۵ ۔ ان کی بے جا قسم کی تفتیش نہ کی جائے البتہ حسب ضرورت پوچھا جاسکتاہے ۔ ۶۔ بہرحال مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کیاجائے ۔

آداب رفاقت

حضرت والاؒ فرمایاکرتے تھے کہ میرا تجربہ ہے کہ احباب و اخوان کے ساتھ ملاقات رکھنے میں دو تین باتوں کا لحاظ رکھناچاہیئے ۔
۱۔ اول یہ کہ آیا وہ صحبت و محبت رکھنے کے لائق ہیں کہ نہیں کیونکہ ہر شخص دوستی کے لائق نہیں ہوسکتا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"المراء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل"

یعنی انسان اپنے دوست کا طریقہ اختیار کرتاہے اس لئے جس سے دوستی کی جائے پہلے اس کی حالت دیکھنی چاہیئے کہ اس میں شرائط رفاقت ہیں یا نہیں ۔
۱۔ عاقل ہو کیونکہ احمق کی صحبت سے بجز وحشت اور قطع محبت کے کوئی نتیجہ نہیں ہے
۲۔ اور احمق سے سوائے ضرر کے نفع کی توقع نہیں ۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ جہلاء نے بہت سے دانشمندوں کو ہلاک کیا ہے۔ آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ لہذا جاہلوں سے پرہیز لازمی ہے۔

۳۔ بد خلق سے قطع تعلق کرنا چاہیئے اور بد خلق وہ ہے کہ جو غضب و شہوت کے وقت اپنے نفس پر حاوی نہ ہوسکے۔

۴۔ مرد صالح ہو۔ جس میں خدا کا خوف نہ ہو وہ نفس کی شرارت میں خود بھی مبتلا ہوگا اور دوسروں کو بھی کرے گا۔

۵۔ حریص نہ ہو۔ حریص کی صحبت بھی سم قاتل ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ انسان بالطبع تشبہ اور اقتدار پر مجبور ہے۔ جیسی صحبت ہو ویسا رنگ آجاتا ہے۔ بلکہ اکثر طبع سلیم طبع فاسد کے تبع ہوجاتی ہے اور صاحب طبع سلیم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔

" احیوا الطاعات بمجالسة من یستحی منه "

یعنی زندہ کرو تم عبادت کو ان لوگوں کی صحبت سے جو عبادت سے زندہ ہیں۔

۶۔ صادق ہو۔ جھوٹے کی صحبت مت رکھو۔ کیونکہ جھوٹے آدمی سے اکثر دھوکہ ہوتا ہے جھوٹی بات مثل سراب کے ہے جس سے امور بعید قریب نظر آتے ہیں۔ اور قریب بعید۔

حضرت والا نے فرمایا

دوست تین قسم کے ہیں

۱۔ ایک دوست عقبیٰ کہ جس میں سوائے دینداری کے کچھ نہ ہوگی۔

۲۔ دوسرا دوست دنیا کہ جو اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو۔

۳۔ تیسرا دوست مونس کہ جس میں کسی قسم کا شر و فساد نہ ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول ہے۔

" الوحدة خیر من جلیس السوء والجلیس الصالح خیر من الوحدة "

تنہائی بد صحبت سے اچھی ہے۔ اور اچھی صحبت تنہائی سے بہتر ہے۔

Marfat.com

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ :-

عام لوگوں کی تین قسمیں ہیں ۔

۱۔ ایک مثل غذا کے ہیں ۔ ان سے طبیعت سیر نہیں ہوتی ۔ یہ علمائے حق کا گروہ ہے

۲۔ دوسرے مثل دواء کے ہیں کہ کبھی ان کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ۔

۳۔ تیسری مثل بیماری کے ہیں ۔ ان کی احتیاج تو نہیں ہے مگر کبھی آدمی ان میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔ جیسے مبتدع ، کذاب ، فاسق وغیرہ ۔ ایسے لوگوں سے تو بلحاظ دفع شر مدارات کرنی چاہیئے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

"مدارا ۃ الناس صدقة"

تالیف قلوب صدقہ ہے ۔ یعنی تالیف قلوب کا ثواب صدقہ کے ہے ۔ جو لوگ کہ مثل بیماری کے ہیں ان کا وجود بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے ۔ان کے دیکھنے سے برے افعال پر آگاہی ہوتی ہے ۔اگر انسان میں مادہ عبرت ہو تو ایسے لوگوں سے بہت کچھ اثر پذیر ہوسکتا ہے ۔ بروں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ۔ اور دوستی سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

آداب اور حقوق صحبت

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ :-

جب تم کو کسی سے مصاحبت و محبت ہو تو آداب صحبت کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔

۱۔ اپنی ضرورت پر دوست کی ضرورت کو ترجیح دو ۔

۲۔ ایثار ۔ اگر ایثار نہ ہوسکے تو جس قدر ممکن ہو حاجت کے وقت مدد کرو ۔

۳۔ حفاظت رازاور ستر عیوب :- اور ایسی چیز کے معلوم کرنے سے سکوت کرنا کہ جس سے اپنے دوست کی ناخوشی کا احتمال ہو ۔ اور راز کو آگے نہ بتانا ۔

Marfat.com

۴۔ اگر لوگ اپنے دوست کی تعریف کریں تو اس کا اظہار اپنے دوست پر کرنا اور خود بھی اس سے خوش ہونا۔

۵۔ اگر اپنے دوست کے متعدد نام ہوں تو جو نام اس کو مرغوب ہو اس سے پکارنا اور اس کے محاسن کا ذکر بلا افراط و تفریط کرنا۔

نیک افعال کی ستائش کرنا اور برائیوں سے درگذر کرنا اور بشرط ضرورت بہ تلطف نصیحت کرنا۔

۶۔ غائبانہ اپنے دوست کے لئے دعائے خیر کرنا (خواہ زندگی میں ہو یا بعد موت)

۷۔ دوست کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ جاہ و مال کے حاصل کرنے میں اپنے دوست سے استمداد نہ چاہنا۔ جس بات میں اپنے دوست کی خوشی ہو اس میں اپنی بھی خوشی سمجھنا۔ اور جس میں اس کی ناخوشی ہو اس سے خود بھی ناخوش ہونا۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

جب تک اس قسم کا برتاؤ سراً و علانیہ نہ ہو اس وقت تک آدمی درجہ اخلاص میں کامل نہیں ہو سکتا۔

حاصل یہ کہ محبت و مروت خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ کیونکہ اس کے بغیر اس قسم کی رعایتوں کا ملحوظ رکھنا از قبل محالات ہے۔

۹۔ اگر ملاقات ہو تو سلام کرنے میں پہلے کرنا۔

۱۰۔ مجلس میں اچھی جگہ دینا۔

۱۱۔ بوقت ملاقات اتباع کرنا۔ مثلاً اگر دوست کھڑا ہو تو خود بھی تعظیماً کھڑے رہنا۔

۱۲۔ قطع تعلق سے پرہیز کی جائے۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سچی محبت کرنے والے بہت کم ہیں۔ اہل دنیا سے مال و جاہ اور اعانت کی توقع نہیں کرنی چاہیئے۔

Marfat.com

طامع اپنے مقاصد کو کم حاصل کرتا ہے بلکہ جس قدر طمع زیادہ ہوگا اسی قدر ذلت حاصل ہوگی۔

اگر کسی اہل ملاقات و شناسا سے تمہارے حق میں کوئی نیکی ہو تو خدا کا شکر کرو کہ تم کو ایسے شخص کا دوست بنایا اور اگر کچھ برائی دیکھو تو اللہ تعالیٰ پر سونپ دو اور اس سے کنارہ کرو۔ مگر عتاب نہ کرو۔ ایسے ناشناسا لوگوں سے شکوہ و شکایت محض حماقت کی علامت ہے۔ حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

جب کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے تو سمجھ لو کہ یا تو صرف تمہارے افعال بد کی پاداش ہے جو تم سے کبھی پیشتر سرزد ہوئی ہیں۔ اس لئے انسان کو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ حق بات گو تلخ ہو بسمع قبول سنا کرو اور کلام باطل پر سکوت کیا کرو۔ لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرو اور برائیوں سے چشم پوشی اختیار کرو۔

حضرت والاؒ اس بات پر زور دے کر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

ایسے عالموں کی صحبت سے جو مجادلہ میں مبتلا ہیں ان سے پرہیز کرو۔ اکثر حسد اور بغض میں مبتلا ہیں۔ ایسے علماء سو کہلاتے ہیں جو کسی کی خطاء سے درگزر نہیں کرتے۔ اور کسی کے عیب نہیں کرتے۔ بلکہ ادنی ادنی عیب ظاہر کر کے دوسروں کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غیر کی تھوڑی منفعت اور عزت پر ان کا دل جلے گا اور طرح طرح کی تہمتیں اور بہتانات تراشتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بظاہر تو نفع رساں معلوم ہوتے ہیں اور باطناً خبیث ہوتے ہیں۔

حضرت والاؒ کا دریا علم و معرفت جب ٹھاٹھیں مارتا تو عجیب دلکشی و دلربائی کا سماں ہوتا تھا۔ ایک ایک بات پر حکمت، ایک ایک اشارہ مقدر ساز ہوتا۔ ایک ایک نصیحت ہزاروں وعظوں پر قربان ہوتی تھی۔

آپ کی خدمت میں مختلف روحانی بیماریوں میں مبتلا لوگ جاتے اور دل میں طرح طرح کے سوالات مچل رہے ہوتے۔

Marfat.com

حضرت والاؒ انہیں بغیر سے حل فرماتے اور دلوں کو منور کرتے تسلسل کلام میں فرمایا

۱۔ دشمن سے ایک بار خوف کرو اور دوست سے ہزار بار۔

۲۔ جب دوست اپنی دوستی سے پھر جاتا ہے تو مضرت پہنچانے سے باز نہیں آتا کیونکہ وہ آشنا ہوتا ہے۔

۳۔ ہر کسی کو رازدان نہ بناؤ۔ ہر کسی کو حال دل نہ دو۔ ہر ملنے والا دوست نہیں ہوا کرتا۔ ہر متبسم چہرہ خوشنما نہیں ہوتا۔

۴۔ دشمن ہمیشہ دوستوں سے نکلا کرتے ہیں اسلئے دوستوں کی تعداد کو نہیں بڑھانا چاہیئے۔

۵۔ اعتدال و توازن اختیار کرو۔ یہی راہ راست پر پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

۶۔ سختی بھی اعتدال کے ساتھ ہو اور مہربانی بھی اعتدال کے ساتھ۔

۷۔ کسی سے جھگڑا ہو جائے تو حلم کو ہاتھ سے نہ جانے دو جہالت کو کام میں مت لاؤ۔ تعجیل کار سے پرہیز کرو۔

۸۔ تقرب سلطانی سے ڈرو۔ ۹۔ وہ دوست جو صرف تمہاری خوشحالی کا رفیق ہو اور برے وقت میں کام نہ آئے۔ اس سے پرہیز کیا کرو۔

۱۰۔ مال کو جان سے زیادہ عزیز نہ رکھو۔

تصوف کی حقیقت

حضرت والاؒ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ:۔

تصوف دو خصلتوں کا نام ہے۔

۱۔ پہلی یہ کہ آدمی اللہ تعالیٰ کا دوست یعنی شریعت پر عمل کرتا ہو۔

۲۔ اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی و بھلائی کرنے والا ہو جس میں شریعت پر ثابت قدمی اور انسانیت کی فلاح کی خوبیاں ہیں وہ "صوفی" ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے وفاداری یہ ہے کہ اپنی خوشی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کردے۔ لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ لوگوں سے صرف اپنی غرض کی خاطر تعلقات نہ رکھے۔ اور خودغرضی اور مفاد پرستی سے کنارہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو لوگوں کی بھلائی کے لئے وقف کرے۔ بشرطیکہ یہ بھلائی شریعت کے مطابق ہو۔

بندگی کی حقیقت

حضرت والاؒ نے بندگی کی حقیقت کے متعلق فرمایا!

بندگی میں تین باتیں ہیں۔

۱۔ پہلی یہ کہ حکم شریعت کی حفاظت کرنا۔

۲۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضا و قدر اور قسمت پر راضی رہنا۔

۳۔ تیسری یہ کہ خواہشات اوراختیارکوچھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کےاختیاراور خواہش پر خوش رہنا۔

توکل کی حقیقت

حضرت والاؒ نے توکل کی حقیقت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا!!

توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں ان پر پختہ یقین ہوناچاہیئے یعنی یہ اعتقاد ہوناچاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھاہے وہ تجھے ضرور ملے گا۔ پھر چاہے پوری دنیا اس کوروکنے کی کوشش کرے تب بھی اس کو روکا نہیں جاسکتا۔ لیکن جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا اس کے لئے تو اور سارا جہاں کتنی بھی کوشش کرے وہ تجھے ہرگز نہیں ملے گا۔ البتہ آدمی کو اسباب کامکلف کیاگیاہے کہ وہ اسباب اختیار کرکے توکل اللہ تعالیٰ پر کرے۔

Marfat.com

اخلاص کی حقیقت

حضرت والاؒ ہمیشہ اخلاص کی تلقین فرماتےورحسن نیت کی طرف متوجہ کرتے اس حوالے سے اکثر ملفوظات آگئے ہیں۔ لہذا چند باتیں یہ ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا!!

اخلاص یا خلوص یہ ہے کہ بندہ کے سب کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں۔ وہ جو کچھ بھی کرے، وہ دکھاوے کے لئے نہ ہو۔ اچھے کام کرتے ہوئے دل لوگوں کی طرف مائل نہ ہو۔ اور نہ ہی لوگوں کی تعریف پر دل کو خوش ہونا چاہیئے۔ نہ کسی سے شکایت پر رنجیدہ ہونا چاہیئے۔

عموماً ریاکاری لوگوں کی تعریف اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے۔ ریاکاری کا علاج یہ ہے کہ سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تابع سمجھا جائے۔ اور ساری مخلوق کو کنکروں اور پتھروں کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جب تک یہ عقیدہ رکھے گا کہ مخلوق کو دکھ سکھ پہنچانے کی طاقت ہے تو پھر دل سے ریاکاری نہیں نکل سکتی۔ ریاکاری کا علاج مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ یہ باطنی مرض ہے سو مذمتوں کے باوجود یہ حملہ آور ہوتی ہے۔ سو سو بھیس بدل کر آتی ہے۔ ہمیشہ سالک احتساب کرتا رہے۔

Marfat.com

تخلقوا باخلاق اللہ کا مفہوم

حضرت والاؒ فرماتے ہیں۔

آدمی کا کمال اور سعادت اس میں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اخلاق الٰہیہ کا خوگر بنے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے معانی سے اپنا باطن آراستہ کرے۔

جو شخص اسمائے باری تعالیٰ کے معانی سے صرف اسی قدر بہرہ یاب ہو کہ ان کو الفاظ کی حیثیت سے سنے۔ لغات کی کتابوں میں ان کی تفسیر پڑھے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ میں ان کے معانی موجود ہیں تو ایسا شخص کامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف الفاظ کا سننا زیادہ سے زیادہ قوت سامعہ کی سلامتی کا مستدعی ہے۔ جس سے وہ آوازوں کو محسوس کرتا ہے اور یہ ایک ایسا رتبہ ہے جس میں چوپائے بھی اس کے ساتھ شریک ہیں اور اسماء کی لغوی وضع کو سمجھنا صرف عربیت جاننے کا مستدعی ہے اور یہ بھی ایک ایسا رتبہ ہے جس میں ایک ادیب، لغت دان بلکہ ایک جاہل عرب اس کے ساتھ شامل ہے۔

اسمائے باری تعالیٰ میں سے مقربین کا حصہ

حضرت والاؒ نے فرمایا۔

مقربین وہ ہوتے ہیں۔ حسنات الابرار سیات المقربین۔
یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی شان کے لئے برائیاں ہیں۔

اسمائے الٰہیہ میں مقربین کا حصہ تین امور ہیں۔

۱۔ ان اسماء کے معنی کو مکاشفہ اور مشاہدہ کے طور پر سمجھنا تاکہ ایسی دلیل کے ساتھ ان کے حقائق معلوم ہو جائیں۔ جس سے خطاء ممکن نہ ہو اور ان صفات سے اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

موصوف ہونا ان پر اس طرح منکشف ہوجائے جس طرح انسان کو اپنی صفات کے متعلق یقین ہوجاتا ہے جو اس کو احساس ظاہر سے نہیں بلکہ مشاہدہ و باطن سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ مقربین کا اس کی صفات جلال کو اس عظمت کی نگاہ سے دیکھنا جس سے ان کو خود ان صفات سے حتی الامکان متصف ہونے کا شوق پیدا ہوجائے تاکہ وہ اس ذریعہ سے ملائکہ مقربین سے مشابہت پیدا کرلیں۔ اور جب کسی صفت کی عظمت دل میں سماجاتی ہے تو اس سے اس صفت کا شوق اور اس جمال و جلال کا عشق اور اس وصف سے اپنے باطن کو آراستہ کرنے کی خواہش پیدا ہوجاتی ہے اور اس سے شوق خالی ہونے کے دو ہی باعث ہوسکتے ہیں۔ یا تو اس وصف کے اوصاف جلال و کمال سے ہونے کا پورا پورا یقین نہ ہو۔ یا دل کسی دوسرے شوق سے ڈوبا ہوا ہو۔ چنانچہ شاگرد جب اپنے استاد کو علم میں کامل دیکھتا ہے تو اس کو شوق برانگیختہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ تشابہ پیدا کرے اور اس کے قدم بقدم چلے۔ صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دل ماسوی اللہ کے خیال سے بالکل خالی ہو۔ معرفت کا تخم شوق ہے لیکن اسی وقت جب ساخت دل خواہشات کے خار و خس سے پاک ہو ورنہ تخم بار آور نہیں ہوگا۔

۳۔ مقربین کا تیسرا حصہ یہ ہے کہ کسی ممکن حد تک ان صفات کا فیض حاصل کریں اور اس سے اپنی باطنی حالت کو آراستہ کریں اس طرح وہ بندہ فرشتگان ملائے اعلیٰ کا رفیق ہوجاتا ہے۔ جو مقربان درگاہ الٰہی ہیں پس جو شخص انکی صفات کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت پیدا کرلیتا ہے۔ وہ اس مشابہت کی مقدار موافق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرلیتا ہے۔

اللہ

حضرت والا نے فرمایا "اللہ" یہ اس موجود حق کا نام ہے جو صفات الٰہیت کا جامع، اوصاف ربوبیت سے موصوف، اور وجود حقیقی سے ممتاز ہے۔ اس کے سواء کوئی موجود، وجود بذاتہ کا مستحق نہیں ہے اور ہر موجود نے اسی سے وجود حاصل کیا ہے۔ ہر موجود اللہ کی ذات کے سواء فانی ہے۔ یہ نام خداوند قدوس کا ذاتی ہے۔ اس کا کسی

Marfat.com

غیر پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا

بندہ جب اس نام کا ذکر کرے تو اس کا دل اور خیال اللہ تعالیٰ میں محو ہو۔ اس کے سواء وہ کسی طرف نہ آنکھ اٹھائے نہ توجہ کرے۔ نہ کسی سے امیدوار ہو اور نہ کسی غیر سے ڈرے۔ حضرت والاؒ جب اللہ اللہ کا ذکر فرماتے تو محفل پر نور کی چادر تن جاتی۔ عجیب سماں ہوتا، حلاوتیں، لذتیں، فرحتیں، راحتیں، عنایتیں، لطافتیں، وارداتیں، حرارتیں، ہاں ہاں حسن و جمال کی خیراتیں اور سوغاتیں ان کیف آور جمال پرور ساعتوں کے متعلق اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔

خدا کے نور کو چھو کر یہ سوچتا ہوں ندیم
کہاں کہاں مجھے لائی میرے خیال کی رو

حضرت والا کی مجالس میں بیٹھنے والوں کے مقدر بدلتے تھے، نوشتے بدلتے تھے، حوادث کے طوفان کے رخ پھر جاتے تھے۔ معصیت کو مغفرت مل جاتی۔ بدحال ماضی کو خوش حال مستقبل مل جاتا۔ گمشدہ برآمد ہوجاتا۔ بھٹکے ہوئے راہی صاحبان منزل بن جاتے۔ گرداب میں گھرے ہوئے سفینے ساحل مراد تک آتے، فراق، مجاز، وصال حق بن جاتا۔ کیا پوچھتے ہو؟ "یہ اللہ ھو" کی صدائیں کیا کام کرتیں، اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ عالم بالا کی خبرلاتیں، مایوس اور مرے ہوئے انسان زندہ ہوجاتے تھے۔

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا
کہ ہم بھولے ہیں راستہ اپنے گھر کا
سحر آئی تو یاد آئے وہ تارے
پتہ ملا جن سے ہم کو سحر کا
بہاریں آگئیں جب آپ آئے
دعاؤں نے بھی منہ دیکھا اثر کا
میری آنکھیں ہوئیں نمناک واصف
خیال آیا کسی کی چشم تر کا

Marfat.com

الرحمن الرحیم

حضرت والاؒ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت تامہ بھی ہے اور عامہ بھی۔ رحمت تامہ ہونا اس حیثیت سے ہے کہ وہ محتاجوں کی حاجت روائی کا ارادہ بھی رکھتا ہے اور اس کو پورا بھی کر دیتا ہے۔ اور عامہ ہونا اس حیثیت سے ہے۔ کہ وہ مستحق اور غیر مستحق سب کو شامل ہے۔ دنیا اور آخرت میں عام ہے۔

"یا رحمن یا رحیم" کا ذکر کیا جائے۔ اور ان دونوں صفات سے بندہ کا خاص حصہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے غافل بندوں پر رحم کر کے وعظ و نصیحت کے ذریعے نرمی کے ساتھ غفلت کے راستے سے پھیر کر خدا کی راہ دکھائے۔ اور نافرمان لوگوں کو رحمت کی نظر سے دیکھے۔ استحکار کی نظر سے نہ دیکھے۔ اور جو برائی دنیا سے واقع ہو اس کو ایسا سمجھے کو خود اسی کے نفس سے وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ لہذا مقدور بھر اس کے ازالہ میں کوتاہی نہ کرے۔ محض اس عاصی کے حال پر ترس کھا کر کہ بیچارہ کہیں خدا کے غضب میں گرفتار نہ ہو جائے اور اس کے قرب سے محروم نہ رہے۔

حسب وسعت بھوکے کا پیٹ بھرے، فقیر کی حاجت پوری کرے اور اس کی محتاجی دور کرے، خواہ اپنے مال سے یا اپنے رسوخ و وجاہت کے ذریعے سے یا اس کے لئے دوسرے سے سفارش کر کے۔ اگر ان ساری باتوں سے عاجز ہو تو ایسی شفقت و عنایت کے ساتھ دعا اور اظہار ہمدردی سے اس کا ہاتھ بٹائے کہ گویا اس کی تکلیف و مصیبت میں شریک ہو۔

حضرت والاؒ یا رحمان یا رحیم کا ورد کراتے، پتھر دل نرم ہوتے، شقی، سعید بن جاتے۔ درد و کرب میں مبتلا انسانیت کا غم لے کر اٹھتے۔ نرم گداز اور لطیف و جمیل ماحول ان کے نیچے حریر و پرنیاں بچھاتا چلا جاتا، ذکر کی نشاط دلوں کو مسحور کرتی اور سرور حاصل ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ انسان خدمت خلق کا جذبہ اور درد لے کر واپس جاتا۔

Marfat.com

قائم تھی یوں تو درد کی محفل جگہ جگہ
ہم ہی سنا سکے نہ غم دل جگہ جگہ
دل ہر مقام شوق سے آگے نکل گیا
دامن کو کھینچتی رہی منزل جگہ جگہ

القدوس ــــ تمام عیبوں سے پاک

حضرت والاؒ "القدوس" کی تشریح حسین پیرایہ میں بیان فرماتے تھے۔
فرماتے
وہ ذات جو اوصاف کمال میں سے اس وصف سے بھی پاک ہے جو اکثر لوگوں کے ظن میں ہے کیونکہ وہ لوگ پہلے اپنے آپ میں غور کرتے ہیں۔ اپنی صفات پہچانتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں
۱۔ ایک وہ جو ان کے حق میں کمال ہیں مثلاً ان کا اپنال علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، اختیار وغیرہ۔ اور ان معانی کے ہی نام رکھ لیتے ہیں اور ان ناموں کو اسمائے کمال کہتے ہیں۔
۲۔ وہ جو ان کے لئے نقص ہیں مثلاً ان کا جہل، عجز، بہرہ پن، کور چشمی، گونگاپن وغیرہ۔ پس ان معانی کے ہی نام رکھ لیتے ہیں
وہ خدا کی زیادہ سے زیادہ تعریف یونہی کر سکتے ہیں کہ اس کو اپنے مذکورہ اوصاف کمال سے موصوف کریں اور اپنے مذکورہ نقص اس سے نفی کردیں حالانکہ وہ نہ صرف ان کے اوصاف نقص سے منزہ ہے بلکہ ان کے لئے اوصاف کمال سے مبرا ہے۔ بلکہ جو بڑی سے بڑی صفت مخلوق کے تصور میں آسکتی ہے وہ اس سے اور اس کی مشابہ و مماثل صفات سے پاک ہے۔
بندہ کا قدوس سے حصہ یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ اور علم کو منزہ کردے۔ علم کو متخیلات

Marfat.com

محسوسات ، موہومات اور ان تمام ادراکات سے جن میں بہائم شریک ہیں پاک کرے بلکہ اس کی جولانی نگاہ ان ازلی و الٰہی علوم کے لئے ہو۔ اپنے ارادے کو ان انسانی لذات کے ساتھ تعلق رکھنے سے پاک کرے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کے ارادہ کا مطمع نظر نہ ہو۔ خدا کی ذات کے قرب کے سوا کسی چیز سے اس کو مسرت نہ ہوتی ہو۔ اگر اس کی بجائے اس کو جنت اور اس کی تمام نعمتیں بھی دلائی جائیں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

"یاقدوس یا قدوس" کا ذکر شروع ہوتا تو خیالات کی کثافتیں دم توڑ جاتیں ، خود فریبیاں دور ہوتیں ، اضطرابات کی کالی اور گھنگھور گھٹائیں دوڑتی دکھائی دیتی تھیں "قدوس" کی نورانی روشنیاں آنگن میں اتر جاتیں تھیں۔ ہر طرف نور و نور بہاریں ہوتی تھیں۔ آج بھی وہ روح پرور مناظر اور کوئٹہ اور کراچی کی دلربا فضائیں یاد آتی ہیں تو دل کھنچنے لگتا ہے۔ اور یہ صدا آرہی ہے۔

اپنی محفل میں مجھے بلوا کے دیکھ
یا مری تنہائیوں ، میں آکے دیکھ
میں تری تاریخ ہوں مجھ کو نہ چھوڑ
بھولنے والے مجھے دہرا کے دیکھ

الغفار

بہت بخشنے والا

حضرت والاؒ یا غفار کا وظیفہ تلقین کرتے ہوئے فرماتے تھے۔

یہ وہ ذات پاک ہے جو خوبی کو ظاہر کرتی ہے اور برائیوں اور گناہوں کو دنیا میں پردہ ڈال کر اور آخرت میں بخشش فرمادیتی ہے۔

غفر کے معنی ستر۔ اللہ تعالیٰ کا پہلا ستر اپنے بندے کے عیوب پر یہ ہے کہ اس کے بدن کے بدنما اور گھناؤنے حصے جو آنکھوں کو برے معلوم ہوتے ہیں اس کے باطن

Marfat.com

میں چھپا دیئے۔ جو اس کے جمال ظاہری کے رنگ و روغن میں پنہاں ہیں۔
دوسرا یہ کہ اس کے برے خیالوں، مذموم ارادوں اور مکروہ عقیدوں کو اس کے دل کی اندھیری کوٹھڑی میں بند کیا ہے تاکہ کوئی شخص ان شرمناک بھیدوں سے واقف نہ ہو۔ اگر مخلوق کو اس کے دل کا حال معلوم ہوجاتا تو لوگ اس کے دشمن بن جاتے بلکہ اس کو جان سے مار ڈالنے کی کوشش کرتے۔
تیسرا ستر یہ ہے کہ وہ بندہ کے ایسے گناہ بخش دیتا ہے جن سے وہ سر عام رسوا ہونے کا مستوجب ہوتا ہے۔
حضرت والاؒ نے فرمایا کہ اس اسم سے بندہ کا حصہ یہ ہے کہ اپنے متعلق جو بات مخفی رکھنا مناسب سمجھتا ہو۔ وہ دوسرے کے متعلق بھی مخفی رکھے۔
ارشاد نبویؐ ہے

"من ستر علی مومن عورته ستر الله عورته یوم القیامة"

یعنی جو شخص کسی مومن کی عیب پوشی کرے قیامت کے روز خدا تعالیٰ اس کے عیب ڈھانکے گا۔
مخلوق کی خوبیوں کے سوا کوئی بات ظاہر نہ کرے۔ مخلوق میں کمال بھی ہے، نقص بھی، خرابی بھی ہے، خوبی بھی۔ جو شخص برائیوں سے چشم پوشی اور خوبیوں کا اظہار کرے وہ اس اسم سے پورا بہرہ مند ہے۔ حضرت والاؒ "یاغفار" کے ذکر میں اس طرح تربیت فرماتے کہ "اتحاد و اتفاق" کی راہیں آسان ہوتی چلی جاتی تھیں!
یہی وجہ ہے کہ حضرت والاؒ ہمیشہ محبت و اتفاق کا درس دیتے رہے اور لوگوں کی تربیت فرماتے رہے۔ حضرت والاؒ کی ان مجالس کے روحانی فیض سے ہم نے کیا پایا؟ بس اتنا ہے کہ مجھ احقر میں جو خیر ہے یہ سب انہی کی نگاہ اور فیض صحبت کا نتیجہ ہے۔ اب ان مجالس کی تازگی کے لئے احساس ہے خیال ہے۔ خواب و خیال۔ اور ساتھ ہی حضرت صاحبزادہ سید نصیرالدین نصیر گیلانی گولڑوی صاحب کا کلام پڑھ کر۔ سن کر یادیں تازہ کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

سکون مل نہ سکا ۔ بار غم اٹھا نہ سکے
تمہارے ہو رہے ۔ اپنا تمہیں بنا نہ سکے
بڑھی کچھ اور بھی اشکوں سے تیرگی دل کی
شب فراق یہ تارے بھی جگمگا نہ سکے
نظر نظر ترا جلوہ ۔ نفس نفس تری یادیں
تجھے بھلانا بھی چاہا تو ہم بھلا نہ سکے

الرزاق ـــــ روزی پہنچانے والا

حضرت والاؒ نے فرمایا

رزاق سے مراد وہ ذات پاک ہے جس نے روزی کی محتاج مخلوقات کو پیدا کر کے اس کو روزی پہنچائی اور اس کے لئے روزی سے فائدہ اٹھانے کے اسباب پیدا کیے۔

رزق کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایک ظاہری رزق ۔ جس سے مراد غذا ، و خوراک ہے اور یہ اشیاء بدن ہیں اور ظاہر کے لئے ہیں۔

۲۔ دوسرا رزق باطن ہے۔ اس سے مراد معرفت اور کشف ہے۔ یہ قلب اور روح کے لئے ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا

اس وصف سے بندہ کا اصلی حصہ دو امر ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ اس وصف کو حقیقت سمجھے اور یقین کرے کہ خدا کے سوا اور کوئی اس وصف کا مستحق نہیں ہے۔ لہذا ہمیشہ خدا ہی کو روزی رساں سمجھے۔ اور اس کے متعلق خدا ہی پر توکل کرے۔ اور اسی کا مظہر کامل آپؒ کی ذات والا صفات تھی۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان آپؒ کے عقیدت مند تھے جب انہوں نے آپ کو بطور ہدیہ

Marfat.com

عقیدت مالی اعانت کی پیشکش کی تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ جب خدا نے اپنے خزانوں کا دروازہ بند کرلیا تو پھر اس کے بندوں سے مانگ لوں گا۔

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے۔

"اس درویش کی طبیعت ایسی ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور کسی دنیا دار پر خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو بھروسہ نہیں کرتا" اور یہی درس مریدین کو دیا کرتے تھے اور حضرت قائد محترم مدظلہ العالیٰ کا استغناء حضرت اقدس کا مظہر ہے۔

قرآن و سنت

حضرت والاؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ منکرین حدیث اور منکرین ختم نبوت کا تذکرہ ہوا تو آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اسلام جامع اور کامل دین ہے نہ اس میں زیادتی کی گنجائش ہے نہ کمی کی۔ اس کے کامل ہونے کی شہادت قرآن حکیم میں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً سے دی گئی ہے اور جامع ہونے کا ثبوت تبیاناًلکل شیئا اور ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سے واضح ہے۔

دین مجموعہ علم و عمل کا نام ہے اس کا علم بھی جامع و کامل ہے اور عمل بھی جامع و کامل ہے اس کمال اور جامعیت کی تخصیص علم محض یا عمل محض سے نہیں کی جا سکتی۔ ایک کی تکمیل دوسرے کی تکمیل کو طبعاً مقتضی ہے۔ دین کے علم کا اساسی و بنیادی سرچشمہ قرآن حکیم ہے اور عمل کا سرچشمہ اسوۂ حسنہ ہے۔ قرآن اور حدیث یہ دونوں باہم مطابق اور ایک دوسرے پر پورے پورے منطبق بھی ہیں۔

" وکان خلقه القرآن "

یہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی گواہی ہے۔ کہ آپؐ کا اخلاق قرآن ہے۔

جو چیزیں قرآن میں علمی شکل میں ہیں وہی چیزیں ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

Marfat.com

عمل کی صورت میں ہیں۔

اور جن باتوں کو قرآن حکیم اصول واقوال کی شکل میں پیش کرتا ہے انہی باتوں کو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم احوال و اعمال کی شکل میں نمایاں کرتی ہے۔ پس قرآن حکیم کا کہا ہوا آپؐ کا کہا ہوا ہے۔ اور آپؐ کا کہا ہوا قرآن حکیم کا کہاہوا ہے۔ اور یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے پر اس شان سے منطبق ہیں کہ نہ عمل نبویؐ قرآن حکیم سے سرمو منحرف ہے اور نہ علم قرآن عمل نبویؐ سے ذرہ برابر متجاوز ہے۔

اس کمال مطابقت کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر قرآن کا علم اور قانون، جامع اور کامل ہے جس سے دین کا کوئی عملی نمونہ رہاہوا نہیں ہے۔ اگر قرآن کے قانون میں بھی کسی ادنیٰ کمی زیادتی کی گنجائش نہیں ہے تو عمل اسوہ نبویؐ میں بھی کسی اضافہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ جس طرح نوع انسانی کی ہدایت کے لئے کسی جدید نمونہ علم کی ضرورت نہیں کہ وہ کسی نئی کتاب یا نوشتہ کی صورت میں نازل ہوا ایسے ہی نبوت کے اسوہ حسنہ کے بعد کسی نئے نمونہ عمل کی ضرورت نہیں ہوسکتی کہ اسے لے کر کوئی مبعوث ہو یا اختراع کر کے عمل کا کوئی نیا ڈھنگ اور نیا روپ خود سے دین میں نکالے

حضرت والاؒ نے نہایت عالمانہ و عارفانہ گفتگو فرمائی کہ جس سے شکوک کے سب بادل چھٹ گئے۔ ہر شخص مسرور تھا۔ چہرے پر تبسم کی لہریں تھیں کیونکہ اس محفل میں حضرت والاؒ پھول کی طرح مسکرا رہے تھے۔ یہی متبسم چہرہ میرا سرمایہ ہے اور اسی کی تلاش و جستجو میرا اثاثہ ہے۔

مسلسل خواب تیری قربتوں کے دیکھتے رہنا
ترے بارے میں اکثر سوچنا، اور سوچتے رہنا
گلاب ہونٹوں کے سارے زاویوں کی یاد دہرانا
ترے لہجے میں گاہے گاہے خود ہی بولتے رہنا
رضا مانا کہ تم کو بھی کسی سے پیار ہے لیکن
بہت اچھا نہیں راز خود ہی کھولتے رہنا

Marfat.com

دعوت و تبلیغ

اسلام میں دعوت و تبلیغ کی جو اہمیت و افادیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ امت مسلمہ ایک داعی امت ہے "کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر"

قرآن حکیم دعوت کے نغموں سے پر سوز اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ سراپا تبلیغ ہے تاہم یہ دعوت و تبلیغ ایک خاص ترتیب اور اپنے حکیمانہ اصول و آداب رکھتی ہے جس کے بغیر ہر کلمہ خیر شر کا باعث اور تحریک عمل ضلالت کا ذریعہ بن سکتی ہے اس لئے ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز اپنے مسترشدین کو اس پرخار گھاٹی کے نشیب و فراز سے اور اس کی نزاکتوں سے آگاہ فرماتے رہتے تھے اور اس میدان میں اترنے سے پہلے جن اوصاف و محامد اور مکارم کی ضرورت ہے اس کے پیدا کرنے کی پیہم تلقین تھی۔ دعوت و تبلیغ کے متعلق حضرت والا کا خاص نظریہ و مسلک تھا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ سالکین بغیر اپنی اصلاح کے اس میدان میں کود پڑیں۔ حضرت والا کے نزدیک سالک کو پہلے اپنی فکر کرنی چاہئیے اس کے بعد دوسروں کی طرف متوجہ ہو ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں کر سکتا۔

ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز کے نزدیک دعوت کی صحیح ترتیب و آداب یہ تھے کہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کی جائے اس کے بعد دوسروں کی۔ یہ نہ ہو کہ اپنی اصلاح سے غفلت تام ہو اور دوسروں کے غم میں گھلنا شروع کر دے۔ اس سے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ اپنی اصلاح ہوتی ہے جو خود مجسم تاریکی ہو وہ دوسروں کو کیا روشن کر سکتا ہے۔ دلوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور زندہ قلوب کی تائید سے میسر

Marfat.com

آتی ہے۔ مردہ دل کسی کی کیا مسیحائی کریں گے۔ الفاظ کی رنگینی، زبان کی روانی اور قلم کی جولانی سے دلوں کو ہدایت نہیں ہوتی۔ یہ نور خداوندی، عطیہ الٰہی اور زندہ دل بزرگوں کی صحبت سے میسر آتا ہے۔ قلبی و باطنی ہدایت کے بغیر میز اور سٹیج کی تقریروں یا کتب و رسائل و جرائد کی تحریروں سے وقتی جوش و تاثر تو پیدا ہوسکتا ہے علم میں بھی ایک گونہ اضافہ اور ذہنی تسلی بھی ایک حد تک ہوسکتی ہے لیکن روح و قلب و باطن کی دنیا شاذ ہی ان سے بدلتی ہے۔ حضرت والاؒ کے نزدیک موچی دروازہ اور مینار پاکستان کے اجتماعات میں اصلاح نہیں ہوا کرتی بلکہ مجرد و خانقاہ یعنی خلوت میں ہوتی ہے سچ ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں سالکین و طالبین لکھا کرتے کہ دل کا تقاضا ہے کہ دین کی خدمت کا کام ہم سے بن جائے۔ آپؒ جواباً ارقام فرماتے۔

دل کا تقاضا بجا ہے لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ آپؒ دوسروں کی اصلاح کا کام کریں۔ اس ہے ایک دعویٰ کی صورت نکلتی ہے۔ یعنی یہ کہ آپؒ خود کو اپنی اصلاح سے فارغ پاتے ہیں اور اپنے کو ہر نقص سے پاک اور کامل و مکمل سمجھتے ہیں۔ لوگ بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں اور اس لئے دوسروں کی اصلاح کے لئے تو بے تاب ہیں مگر اپنی اصلاح سے فارغ ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہمارے اندر کام کے آدمی پیدا نہیں ہوتے۔

حضرت والا "اپنی اصلاح آپ" پر خصوصی توجہ دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے از خود کسی کو خلافت نہیں دی اور نہ ہی اپنا کسی کو خلیفہ یا نائب نامزد فرمایا۔ آپؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے ہاتھوں سے ناپاک کپڑے کو پاک کرنا چاہتا تھا تو آپ فرماتے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو پاک کرلیں۔ آپؒ اس حکیمانہ فقرہ پر خصوصی توجہ مبذول کرواتے تھے۔

"اول خویش بعدہ درویش"

Marfat.com

کہ دوسروں کی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالنے سے پہلے خود اپنی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

پڑی اپنے عیبوں پہ جب نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

آپؒ فرماتے تھے کہ ذرا لوگ پرائے اور بیگانہ سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر اپنی ہی تاک میں آپ بیٹھیں اور غور کریں کہ خود ان میں کیا عیب ہے ...."

حضرت والا کے نزدیک اصلاح خلق ہے مقصود پس پردہ اپنی اصلاح ہونی چاہیئے ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں کرسکتا۔ آپ کے نزدیک دوسروں کے افادہ پر نظر رکھنے سے پہلے اگر اپنے استفادہ پر نظر نہ رہے تو افادہ موثر بھی نہیں ہوتا۔ اپنے نفس کا حق دوسروں کے حقوق سے اہم و اقدم ہے۔ ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز کے نزدیک "ولنفسک علیک حقاء" کے تحت پہلے اپنی ہی خواہی کی جائے پھر دوسروں کی استاد تک پہنچنے سے پہلے استاد بننے کی غلطی سے محفوظ رہا جائے۔ دعوت و تبلیغ کا کام تو کیا جائے مگر نظر اپنے آپ پر رکھی جائے اور اپنی درستی کی نیت ہو۔

حضرت والاؒ داعی دین کو تنبیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ غیر کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح پر نظر رکھے اور غیر کی اصلاح کی فکر بھی اپنی اصلاح اور حصول اجر کی خاطر ہو۔ تفوق اور دینی بڑائی کا خیال بھی نہ آئے۔ ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ دعوت و تبلیغ کا بے اثر ہوجانے کا باعث یہی ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر کم اور دوسروں کی زیادہ اور تفوق اور بڑائی جو ریا ہے وہ زیادہ ہوگئی ہے۔ حضرت والا پہلے خود بننے پھر دوسروں کو بنانے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس زمانے میں یہ مرض عام ہے کہ مسلمان عموماً اپنی اصلاح کی فکر سے بے نیاز رہ کر ملت کی زبوں حالی اور تباہی کا رونا روتے ہیں۔ گو کچھ لوگوں کا جذبہ حسن نیت پر مبنی ہوتا ہے مگر مرض کا ازالہ مرثیہ خوانی اور کف افسوس ملنے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا صحیح علاج پہلے اپنی اس کے بعد دوسروں کی

Marfat.com

اصلاح ہے۔ ہمارے شیخ قدس سرہ العزیز کے نزدیک صحیح دینی دعوت کا خلاصہ یہی ہے کہ دعوت کی پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب و تعلق ہے۔ جو اصلاح ظاہر و باطن کا حاصل اور اطاعت الٰہی، اتباع نبویؐ اور ذکر و فکر غالب کا ثمرہ ہے۔ عالم میں ہدایت کے ان چراغوں کی روشنی اسی تعلق سے عبارت ہے۔ یہ تعلق جتنا قوی ہوگا اتنا ہی اللہ کی ہدایت کا پرتو اس داعی کے ذریعہ منعکس ہوکر دلوں اور روحوں کو ہدایت کے نور سے معمور کرتا رہے گا۔

تعلق مع اللہ و مع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دین کی خدمت کا طریقہ بھی عنداللہ صحیح ہونا ضروری ہے۔ ورنہ انسان بسا اوقات اپنے زعم میں ایک کام دینی خدمت سمجھ کر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دین کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اس لیے دعوت کا "علی منہاج النبوۃ" ہونا ضروری ہے۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو سختی سے دین کی طرف نہیں بلانا چاہیے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا منشاء شفقت و ملاطفت تھی۔ لوگوں کو سب سے پہلے داعی اپنی ہمدردی کا یقین دلائے پھر دین کی طرف بلایا جائے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

ہمارے شیخ قدس سرہ العزیز کے نزدیک جرات حق نام حق کو خوبی اور نرمی کے ساتھ ظاہر کردینا ہے۔ سختی اور سخت کلامی کو آپؒ ناپسند فرماتے تھے کہ وہ تو کام کو اور خراب کردیتی ہے۔ آپؒ فرماتے تھے

"حق گوئی ہو مگر اس طرح ہو کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو"

اس کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ حضرت والا قدس سرہ العزیز اپنے متوسلین و متوصلین کو تبلیغ و دعوت سے منع فرماتے تھے۔ بلکہ حضرت اقدس کا منشاء یہ تھا کہ دعوت سے پہلے اپنی اصلاح ہو اور دعوت صحیح اصولوں کے مطابق ہو ورنہ دعوت و تبلیغ کا جو جذبہ

Marfat.com

حضرت اقدس کے دل میں، تھا اس کی مثالیں کم ملیں گی۔ ایک مرتبہ نہایت درد سے ارشاد فرمایا!

آج سب کچھ موجود ہے لیکن دین کی دعوت جیسی ہونی چاہیے موجود نہیں۔

قائد تحریک منہاج القرآن مدظلہ العالیٰ کا طریقہ دعوت و تبلیغ ہمارے حضرت اقدس کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ اسی لئے آپ نے قائد محترم کی ہمیشہ ظاہراً و باطناً رہنمائی و سرپرستی فرمائی اور اب وصال کے بعد بھی فرمارہے ہیں۔ حضرت اقدس چاہتے تھے کہ مسلمان دین کے لئے اپنی جان و مال اور صلاحیتوں اور استعداد کو دعوت و تبلیغ میں صرف کردیں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ

پہلے زمانوں میں ہزاروں پڑھتے تھے اور ذہانت و دیانت کی بنا پر پچاسوں کام کے نکلتے تھے اب ان مدارس میں جاتے ہی کتنے ہیں تمام بڑے بڑے خاندان جن میں قابلیت و صلاحیت ہے انگریزی پڑھ رہے ہیں اور دینی تعلیم سے پوری غفلت برت رہے ہیں۔ عام طور سے لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی منصب اور ملازمت بنا رکھا ہے۔ غیر اقوام میں مالدار خاندانوں کے لوگ اعلیٰ تعلیم پانے کے بعد مشنری کا کام شروع کردیتے ہیں۔ اور اسے تبلیغ مسیحیت کا ذریعہ بناتے ہیں موجودہ دور میں ایسے اشخاص کی ضرورت ہے کہ اعلیٰ تعلیم پانے کے باوجود دین کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف کرسکیں۔ تاہم حضرت والاؒ کی وسعت نظر، باریک بینی و جامعیت، دینی خدمت اور تبلیغ و دعوت کو کسی ایک "خاص طرز" میں منحصر نہیں سمجھتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔

دین کی خدمت کی راہیں مختلف ہوسکتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو اور سلف کی راہ سے سرمو تجاوز نہ ہو گو قدیم جوہر کی بقاء کے ساتھ جدید نقش و نگار سے پرہیز نہیں۔ لیکن اگر یہ جدید نقش و نگار اصل قدیم جوہر کو فنا کردے تو اس نقش و نگار سے بے نقش ہی رہنا اچھا ہے۔ ہمارے حضرت اقدس کے نزدیک تبلیغی تحریکوں، دعوتی تنظیموں میں وسعت نظر ہو، فراخدلی، وسیع المشربی، رواداری، باہمی رفق و

Marfat.com

ملاطفت، مخلصانہ افہام و تفہیم اور نیکی و خیر کے کاموں میں تعاون و تناصر ہو۔ محدود مسالک و نظریات بلکہ محض رسوم و قیود کی تنگناؤں میں پھنس کر رہ جانا نامناسب ہی نہیں بلکہ غلط ہے۔ اپنے خاص نظریہ فکر، طرز عمل، اور طریقہ دعوت و تبلیغ سے ماسواء ہر فکر کو غلط سمجھنا حماقت و جہالت ہے۔

حضرت والاؒ کے نزدیک باہمی انتشار و خلفشار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حق کی طرف دعوت دینے والوں کے یہ مختلف قافلے مسابقت، مشارکت، اور تعاون کی بجائے مخالفت باہمی کا شکار ہوجاتے ہیں اور وہ قوتیں جو باوجود مخلصانہ اختلاف کے مابہ الاشتراک پر متفق ہو کر بہت کچھ کرسکتی ہیں۔ باہمی شقاق و مخالفت کی وجہ سے تحزب، پراگندگی اور انتشار میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس سرہ العزیز "اختلاف امتی رحمۃ" کا مظہر بننے کی دعوت دیتے تھے۔ اس لئے حضرت والا کی بصیرت حق کے دائرہ میں باہمی مخلصانہ اختلاف کی گنجائش و ضرورت کا شدید احساس رکھتی تھی اور جماعتی گروہ بندیوں کو ناپسند فرماتی تھی۔ حضرت والاؒ اسلامی اور دینی کاموں کی مختلف نوع کی خدمات کو پسند فرماتے تھے اور ان سے تعاون کو اچھا سمجھتے تھے۔ حضرت والا کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہے کہ آپؒ دین کی خدمت کو کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ دین کی کسی مفید و صحیح خدمت میں حسب استطاعت مصروف رہا جائے، لیکن اجتماعی تحریکوں کی کثرت اور ہر کہ و مہ کا ایک نئی دعوت کو پیش کردینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ کہ ہر کس و ناکس کا یہ کام نہیں ہے کہ دین کے نام پر اپنی طرف دعوت دیتا پھرے۔ دین کی خدمت و دعوت کے لئے کسی نئی جماعت کی بالاستقلال بنیاد رکھنے سے بہتر ہے کہ پہلے سے موجود تحریک میں شامل ہو کر قوت عمل کا اظہار کیا جائے اور تحریک کا سررشتہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو جن کے علم و عمل پر مسلمانوں کو اعتبار ہو ہر عامی کا یہ کام نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک نیا راستہ تجویز کرے اور اپنی ایک نئی دعوت پیش کرے۔ اس طوائف الملوکی کا نتیجہ خوش آئند نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے ۔

کہ ملت کا استحکام اور عروج اسلام کے اتحاد پر منحصر ہے ۔ جب تک مسلمان ایک رہے ، غالب رہے ، جب سے وحدت ختم ہوئی غلبہ بھی جاتا رہا ۔

واعتصموا ۔ الخ پر جب تک عمل کیا جاتا رہے گا دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت مسلمانوں کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و مساعی اور اسلام کے تدریجی ارتقا پر نظر ڈالی جائے تو ہر پہلو اور ہر عنوان اور اسلامی تاریخ کے ہر کامیاب دور کے پس منظر میں ملی اور اصل اسلام کا اتحاد کارفرما نظر آئے گا ۔

(علما و اہل اللہ کی محبت نجات کا وسیلہ ہے)

خطیب پاکستان علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کی وفات کی خبر سنی تو ارشاد فرمایا !!

مرحوم بڑے نیک ، پابند صوم وصلوٰۃ اور درویش صفت انسان تھے اور ان کی سب سے بڑی خوبی اور نیکی یہ تھی کہ ان کو اہل اللہ سے بڑی محبت تھی یہ بہت بڑی دولت اور آخرت کا عظیم سرمایہ ہے ۔ اہل اللہ سے محبت نجات کا اہم وسیلہ ہے ۔ دنیا کی کوئی چیز بھی ساتھ لے جانے کی نہیں بس یہی وہ توشہ ہے جو آخرت میں ساتھ لے جانے کا ہے ۔

علمی ماحول بھی بہت بڑی نعمت ہے

حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے !! کہ علم بڑی نعمت ہے اس کے استحکام اور اس پر عمل کرنے کے لئے علمی ماحول کی بڑی ضرورت ہے جسے میسر آجائے اس کی قدر کرے ولئن شکرتم ۔ الخ

یہی وجہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ سے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا تھا ۔ اپنے علم کو برباد

Marfat.com

نہ کرنا۔ مقصد یہ تھا کہ ایسی جگہ قیام نہ کرنا جہاں نہ دین کے طالب ہوں اور نہ علم کی اشاعت ممکن ہو۔ جہاں علم کی اشاعت زیادہ ہو اور زیادہ سے زیادہ رجال کار تیار ہوں۔ مسائل پوچھنے والے اور علم حاصل کرنے والے کثیر ہوں ایسے مقام کو ترجیح دینے سے تھوڑے سے وقت میں زیادہ کام کیا جاسکتا ہے۔ حضرت قائد تحریک منہاج القرآن العالیٰ کا جھنگ سے لاہور منتقل ہونا حضرت والاؒ کے اذن ظاہری و باطنی کا نتیجہ تھا۔

مذمت غرور و تکبر

حضرت والا فرماتے تھے کہ غرور و تکبر کا انجام ذلت و رسوائی ہوتا ہے اور عجز و انکساری اور تواضع و خاکساری سے رفعت حاصل ہوتی ہے۔ جو کوئی شخص ہمچو ما دیگرے نیست کہ میں سب سے بالا ہوں۔ اپنی طاقت و کمال پر غرور کیا اور فخر کیا۔ تو یہ انسان خائب و خاسر اور ذلیل و خوار ہو کر تکالیف و مصائب میں پھنس جائے گا۔

ہمارے حضرت اقدس کے نزدیک ہر کام میں صبر و استقلال اور استقامت سے کام لینا چاہیے کسی نیک کام میں مخالفت لوگوں کی مخالفتوں اور پروپیگنڈوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہیے۔ مخالف کو نہ چھیڑا جائے اور نہ اس کے ساتھ جوابی معاملہ کیا جائے۔ ایک بار فرمایا: ہم پر مخالفتوں کے طوفان آے لیکن ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

منطق و فلسفہ

ہمارے حضرت کے نزدیک منطق و فلسفہ پڑھنے سے اجتہادی ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ سوال و جواب اعتراض و اشکال مقابلہ و مناظرہ اور اساتذہ کی طویل بحثیں، سوال در سوال، جواب در جواب، جو سلسلہ چلتا ہے تو طلباء کو تشحیذ اذہان حاصل ہوتی ہے۔ اور جو

Marfat.com

طلباء اس میں رغبت نہیں کرتے اور شوق و دلجمعی سے نہیں پڑھتے ان کے علوم سطحی رہتے ہیں۔ ذکاوت کی تیزی اور علوم میں عمق حاصل نہیں ہوتا۔ اگر منطق اور فلسفہ کی کتب نصاب سے خارج کردی گئیں تو پھر امام رازی کی تفسیر سمجھنے اور سمجھانے والا کوئی بھی نہ ملے گا۔

حضرت والا نہ تو حد سے زیادہ انہماک پسند فرماتے تھے اور نہ ہی کلیتًا فراموش کرنے کے قائل تھے۔ پس انہیں علوم اصلیہ کو سمجھنے کے لئے ممدومعاون سمجھتے تھے اور اسی حد تک ان میں مہارت کے قائل تھے کہ جن کتب میں منطق و فلسفہ کی زبان و اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں انہیں سمجھا جاسکے۔

اچھے ناموں کا اثر

حضرت والاؒ سے بچوں کے نام دریافت کئے جاتے تو آپ اہل خانہ کے ذوق کو ملحوظ رکھ کر اچھے نام تجویز فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک نام اچھا رکھنا۔ ناموں کا اثر انسان کے کاموں پر ہوتا ہے۔ حدیث نبویؐ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ تم اولاد کے اچھے نام رکھو تو مسمی میں نام کی تاثیر ہوتی ہے۔ نام بگاڑنا ممنوع ہے اور بے معنی و لایعنی نام رکھنا بھی ممنوع ہے۔ ہمارے حضرت جس بچے کا جو نام تجویز فرماتے اس کے لئے یوں دعا فرماتے۔

"اللہ تعالیٰ اس کو اسم بامسمیٰ فرمادیں" آمین

کوفہ علم و معرفت کا مرکز و مخزن تھا

ہمارے حضرت والا کوفہ کے علمی مقام کے لئے رطب اللسان رہا کرتے تھے۔ کہ جناب علی المرتضیٰ نے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ اصول معروف ہے کہ ارباب حل و عقد

Marfat.com

اور اہل علم و دانشور دارالحکومت میں جمع رہتے ہیں۔ مگر یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ارباب حل و عقد علم دین سے واقف اور دین کی طرف راغب تھے۔ آجکل تو بالکل برعکس ہے۔ علم دین کا زمانہ نہیں نہ ان کے ہاں علم دین سے واقفیت حاصل کرنے کا رواج ہے۔ بلکہ دولت و ثروت کا چرچا ہے۔ اس دور میں دارالخلافہ میں دنیا کے عیاش، سرمایہ دار، جاگیردار، اور وڈیرے جمع رہتے ہیں۔ جبکہ مولائے کائنات علی المرتضیٰؓ کا عہد مبارک علم و معرفت کا دور تھا۔ ان کے ہاں علم کی قدر کی جاتی تھی اس لئے تو کوفہ دارالحکومت ہونے کی وجہ سے علوم و فنون کا مرکز اور معدن بن گیا۔ صرف کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ کا قیام تھا۔ کوفہ اور بصرہ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اور فقہاء صحابہ کرامؓ رہتے تھے۔ علم حدیث کی بڑی بڑی درسگاہیں تھیں جہاں سے اہل کوفہ کے علاوہ بغداد اور اہل مصر نے علوم حاصل کیے۔ یہی وجہ تھی کہ صدہا سال تک کوفہ علوم نبویؐ کا مرکز و معدن رہا۔ حتیٰ کہ امام ابوحنیفہؒ کا دور آیا۔ اس دور میں بھی کوفہ علوم و معارف اور فقہ کا سرچشمہ تھا۔ دور دور سے تشنگان علم و حکمت آ کر اپنی پیاس بجھاتے، حضرت امام اعظمؒ کے حلقہ درس سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ جیسے یگانہ روزگار نکلے۔

تحصیل علم کے زمانہ میں اوراد و وظائف کی طرف کم توجہ کرنی چاہیئے

حضرت والا سے اگر کوئی طالب علم لمبے وظائف و اوراد کی اجازت طلب کرتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ طلب کو وظائف کی کم اور کتاب مطالعہ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ اصل وظیفہ تحصیل علم کا اشتیاق اور محنت و مطالعہ اور تکرار ہوتا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں طالب علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص [illegible]

Marfat.com

علم کے بعد وظائف و اوراد کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے ۔ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ کے نزدیک وظائف کا وقت تحصیل علم کا زمانہ نہیں بلکہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد کا زمانہ ہے۔

حضرت والا قدس سرہ العزیز حصول علم کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنا لینے کا فرماتے تھے۔ حضرت امام بخاری نے حدیث " انما الاعمال بالنیات " سے اپنی کتاب کا آغاز فرمایا ہے۔ کہ اعمال کی شرافت و فضیلت اور قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے ۔ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے روز تین آدمی دوزخ میں ڈالے جائیں گے ۔ ان میں ایک ایسا عالم ہوگا جس نے نام و نمود اور دنیاوی وجاہت کے لئے علم حاصل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ تم نے تو عالم کہلانے کے لئے علم سیکھا اور وہ چیز تجھے دنیا میں مل چکی ہے ۔ دوسرا وہ شہید ہے جو شہرت کے لئے جان دے دے اور تیسرا وہ سخی ہے جو لوگوں کو دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو۔

دینیات کا مفہوم

نصاب تعلیم میں دینیات کے لازمی مضمون ہونے کے متعلق ہمارے شیخ قدس سرہ العزیز کی رائے بڑی وسیع تھی۔ آپؒ کے نزدیک دینیات فقط عقائد و عبادات میں ہی منحصر نہیں ہے ۔ اسلام مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے ہر دور میں روشنی بخشتا ہے۔

وعدہ اور قول کے پابند پیشہ ور کو اللہ تعالیٰ کا محبوب گردانتا ہے ۔

" الکاسب حبیب اللہ " کا مژدہ جانفزاء صنعت و تجارت کو عبادت بناتا ہے ۔

کاشتکار کے پیدا کیے ہوئے ہر دانہ پر انعام اور ثواب کی امید دلاتا ہے ۔ بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور بیوی سے تعلق انعام کا مستحق قرار دیتا ہے ۔ راستہ سے پتھر ہٹانے بھوکے پیاسے کتے اور جانوروں کو کھلانے پلانے پر آخرت کی نجات عطا کرتا ہے ۔ اس

Marfat.com

کے دینیات صرف عقائد اور عبادات تک محدود نہیں ہو سکتے۔ جس طرح صوم و صلوٰۃ
حج، زکوٰۃ، پاکی، ناپاکی، وغیرہ کے احکام دینیات کے ابواب میں داخل ہیں بلکہ ان سے
کہیں زیادہ حقوق العباد، اعزہ واقارب کے حقوق، اہل و عیال کے ساتھ حسن معاشرت
اکل حلال، کاروباری اور تجارتی معاملات میں بہترین کردار، رہن سہن، میل ملاقات
کے طریقے، آداب مجلس، میزبانی اور مہمانی وغیرہ کے آداب بھی ان کے دینیات میں
داخل ہیں۔ ہمیں دینی تعلیم کا دامن ایسا ہی وسیع رکھنا چاہیئے تاکہ مسلمان صرف رونق
مسجد ہی نہ ہو بلکہ محفل دنیا میں اس کا کردار صداقت و حق پرستی کا قبلہ نما بن سکے
حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے نزدیک اسلام کی تعلیمات آفاق کی وسعتوں پر حاوی ہیں
آپ اسلام کو مذہب نہیں دین سمجھتے تھے ضابطہ حیات، دستور العمل پر یقین رکھتے تھے۔

دین کی بنیاد نقل صحیح پر ہے

ہمارے حضرت قدس سرہ العزیز کے نزدیک دین کی بنیاد نقل صحیح پر ہے۔ دین نقلی
ہے عقلی نہیں۔ اگر دین محض عقلی اور اختراعی ہوتا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے دنیا
میں تشریف لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہر شخص اپنی عقل سے اور اپنے فہم سے
ایک دین بنالیا کرتا۔ عقل کا ایک دائرہ ہے وہ اسی دائرے میں چل سکتی ہے۔
عقل جتنا بھی کام کرے گی وہ محسوسات کے دائرہ میں رہ کر کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے
انسان میں حواس خمسہ رکھے ہیں۔

۱۔ قوت لامسہ :۔ چھونے کی قوت
۲۔ قوت باصرہ :۔ دیکھنے کی قوت
۳۔ قوت ذائقہ :۔ چکھنے کی قوت
۴۔ قوت سامعہ :۔ سننے کی قوت

Marfat.com

۵۔ قوت شامہ۔ سونگھنے کی قوت

یہ حواس خمسہ ہیں۔ ہر حاسے کا ایک دائرہ ہے۔ عقل اسی میں کام کر سکتی ہے۔ مثلاً آنکھ کا کام یہ ہے کہ وہ صورتیں و شکلیں اور رنگ وغیرہ دیکھے اگر آنکھ یہ چاہے میں وہ آوازیں سنوں تو وہ اس کے دائرہ کی چیز نہیں۔ کان کا کام یہ ہے کہ وہ آوازوں کا ادراک کرے اور ان کا علم حاصل کرے صورتیں دیکھنا چاہے تو یہ کان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اسی طرح زبان کا کام چکھنا ہے یعنی کڑوا میٹھا وغیرہ۔ اس کا آوازوں اور صورتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ دیگر حواس خمسہ کا بھی یہی حال ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب حکیمانہ قدرت ہے کہ تمام حواس چہرے ہی میں جمع ہیں۔ اسی طرح عقل کا ایک دائرہ ہے وہ جزئیات کا ادراک کر کے اس میں سے کلیات نکال لیتی ہے۔ یا کلیات میں سے جزئیات کا استنباط کر لیتی ہے۔ پانچوں حواس اس دائرہ میں بے کار ہیں۔ وہ عقل ہی کر سکی ہے۔ یہ کام نہ کان کا ہے نہ آنکھ کا نہ زبان کا نہ ناک کا بلکہ ان کا دائرہ الگ الگ ہے اور سب کے دائرے محسوسات کے ساتھ محدود ہیں۔ ان سے آگے غیبی امور ہیں ان کا ادراک نہ حواس خمسہ کر سکتے ہیں اور نہ عقل کر سکتی ہے۔ یہ سارے حواس غیبی امور کے لئے بے کار ہیں اور ان کے سامنے عقل بھی کچھ کام نہیں کر سکتی۔ غیبی امور کے لئے وحی خداوندی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ دین کی بنیاد عقل پر نہیں بلکہ نقل روایت پر ہے۔

عقل میں دو درجے ہیں۔

۱۔ ایک درجہ تقلید ۲۔ ایک درجہ تحقیق

عقل کا کام یہ ہے کہ نقل و روایت صحیح میں سے جو دین کی باتیں ثابت ہوں ان کو سمجھنے اور سمجھنے کے بعد وحی کے دائرے کے اندر رہ کر اس کے اندر سے اجتہاد استنباط کرے اور لطائف نکالے، اور علوم و معارف پیدا کرے مگر مراد الٰہی اللہ کی طرف سے متعین ہوگی۔ اور عقل اس کے اندر رہ کر کاوش کرے گی تو دین میں سینکڑوں فنون

Marfat.com

پیدا ہوں گے۔ جو عقلی بھی ہوں گے اور نقلی بھی ہوں گے۔ جب تک عقل نہ ہو اس وقت تک اجتہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ اجتہاد کو رکھا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ عقلی ہے مگر وحی الٰہی کے دائرہ کے اندر ہو۔

ثابت یہ ہوا کہ دین بنانے کے لئے عقل نہیں ہے بلکہ بنے بنائے دین میں تفصیلات پیدا کرنے کے لئے ہے۔ اسلام کے اندر عقل بے کار نہیں ہے بلکہ زیادہ کارآمد ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ دین مجموعہ ہے عقل اور نقل دونوں کا مگر نقل اصل ہے عقل خادم ہے۔ اور فلاسفہ کے یہاں عقل اصل ہے اور نقل ہے ہی نہیں۔ اس لئے وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ دین کی بنیاد درحقیقت نقل پر ہے عقل پر نہیں۔ مگر اسلام میں عقل بے کار بھی نہیں۔ کیونکہ دین کی تفصیلات میں اس کے ذریعہ بہت مدد ملتی رہتی ہے اگر عقل نہ ہو تو دین کو سمجھنا ہی مشکل ہو جائے گا۔

نماز میں خیالات کے دفعیہ کی تدبیر

ہمارے شیخ و مربی قدس سرہ العزیز کی بارگاہ میں کسی صاحب نے سوال کیا کہ اگر نماز میں خیالات آتے ہوئیں تو دفعیہ کی کیا صورت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا۔

کہ ان خیالات کی دفعیہ کی فکر مت کی جائے صرف خیال ہٹالیا جائے اور اگر خیال ہٹانے کے بعد بھی وساوس و خیالات کا ہجوم ہو تو نماز کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہر لفظ اور کلمات شعور اور ارادے سے ادا کیا جائے۔ جب ہر لفظ شعور اور ارادے سے ادا کیا جائے گا تو خیال کے دوسری طرف جانے کی گنجائش ہی نہیں رہے گی۔

Marfat.com

مدار نجات ایمان ہے، اعمال نہیں

حضرت قبلہ سید و مرشدی و مولائی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ایمان مدار نجات ہے۔ اعمال مدار نجات نہیں ہیں۔ بلکہ ترقی درجات کے لئے ہیں۔ اگر ایمان نہیں ہے تو مدار ختم ہوگیا لیکن اگر مدار نجات موجود ہے یعنی ایمان اور پھر کوتاہیاں ہیں تو وہ بخشا جائے گا۔ یا تو فضل و کرم الٰہی سے یا عدل سے بخشا جائے گا۔ عمل نہ کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ وہ ہے کہ عمر بھر کفر میں مبتلا رہا لیکن مرنے سے کچھ دیر پہلے اسلام قبول کیا اور عمل کی نوبت ہی نہیں آئی کہ کچھ عمل کرے بلا شبہ ایسا شخص ناجی ہے اس لئے کہ "الاسلام یھدم ماکان قبلہ" پچھلی ساری چیزیں اسلام ختم کر دیتا ہے۔ کیونکہ عمل کرنے کا وقت ہی نہیں ملا اور وہ فوراً مر گیا۔ اس لئے اس کی نجات ہوگی۔

۲۔ اور ایک وہ شخص ہے کہ عمر بھر عبادت میں لگا رہا لیکن معاذ اللہ مرنے سے چند منٹ پہلے وہ مرتد ہوگیا اور اسلام کو ترک کر دیا تو اس کی جس قدر نیکیاں تھیں سب غارت ہوگئیں۔ وہ قابل نجات نہیں کیونکہ مدار نجات ایمان نہیں ہے جس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ" یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اس سے یہ استدلال کرنا غلط ہے کہ عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ لا الہ مفتاح جنت ہے۔ لیکن لیس المفتاح الا ولہ الاسنان۔ کوئی کنجی ایسی نہیں کہ جس کے دندانے نہ ہوں۔ دندانے ہی تالے کو کھولتے ہیں اگر کنجی صاف ہے تو تالا نہیں کھلے گا۔ تو وہ دندانے اعمال ہیں تو من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ یہ عمل کے لغو کرنے کے لئے نہیں فرمایا گیا۔

بلکہ یہ ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ مدار نجات ایمان ہے اعمال نہیں ہیں لیکن اس سے اعمال کو لغو قرار دینا غلط ہے۔ اسی طرح کفر مدار عذاب ہے۔ اگرچہ اس نے

Marfat.com

لاکھوں نیکیاں کی ہوں حدیث شریف میں مدار بتایا گیا ہے اتی میں عمل کی [illegible] ہے۔ لا الہ الا اللہ پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ کے ساتھ عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

کلام اللہ کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے پر حکیمانہ بحث

حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ العزیز کے نزدیک کلام اللہ مخلوق نہیں ہے بلکہ ذات سے صادر ہوتی ہے۔ مثلاً میں یہ کلام کروں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ خلقت کلامی یعنی میں نے کلام کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ تکلمت یعنی میں کلام کر رہا ہوں۔ مجھ سے کلام سرزد ہو رہا ہے۔ تو کلام متکلم کی مخلوق نہیں ہوتا بلکہ متکلم سے صادر ہوتا ہے۔ کلام خداوندی صفت قدیمہ ہے۔ ازل سے لے کر ابد تک وہ ذات واجب الوجود کے ساتھ قائم ہے۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا!

اس کو متکلمین کلام نفسی کہتے ہیں یعنی وہ ہر وقت ذات واجب الوجود کے ساتھ [illegible] ہے مخلوق ایک بیرونی اور معدوم چیز ہوتی ہے۔ ایسی شے وجود کا پیرہن ڈال دیا وہ پیدا ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں ہے۔ بلکہ ان سے صادر ہوتا ہے جیسے تخلیق کی صفت ایک ازلی اور ابدی صفت ہے جو قائم بالذات ہے ایسے ہی صفت حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ اعمال صالح بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی دلیل ہیں۔ صالح اعمال [illegible] دلیل ہے کہ فضل خداوندی اس کے اوپر نہیں ہے [illegible] وہ فضل کے تحت آگیا۔ اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت فرمائے [illegible] مٹا دے تو اسے حق حاصل ہے۔ وہ مختار مطلق ہے [illegible] وجہ ہوگی۔ خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے [illegible]

Marfat.com

کسی شخص نے لاالہ الا اللہ اتنے اخلاص سے پڑھا کہ سارے گناہ اس سے مٹتے چلے گئے تو وہاں ایمان کا وزن دیکھا جاتا ہے کہ کس درجہ کا وزن ہے مگر اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے دوسرے نہیں جان سکتے ہم تو ظاہر میں یہی سمجھتے ہیں کہ ایک شخص لاالہ الااللہ کا قائل ہے وہ مسلمان ہے لیکن کس درجہ کا لا الہ الا اللہ ہے وہ ہم نہیں سمجھ سکتے۔

ایمان کے درجات ہیں اعلیٰ ادنیٰ اور کم سے کم۔ اسی طرح کفر کے بھی درجات ہیں اعلیٰ ادنیٰ اور کم سے کم۔ ایمان ایک پھیلاؤ ہے۔ ساری نیکیاں اس کے ماتحت ہیں۔ اسی طرح کفر بھی ایک پھیلاؤ ہے اس کے ماتحت سب برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ایمان کی نیکیوں کو اصطلاح میں "بر اور تقویٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور کفر کی برائیوں کو اثم اور عدوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہ بعض چیزیں بر اور تقویٰ کی ہیں اور بعض چیزیں اثم اور عدوان ہیں۔ بر اور تقویٰ کے بہت مراتب ہیں کوئی بہت اعلیٰ اور کوئی اس سے کم اور کوئی بالکل گرا ہوا۔ اسی طرح عدوان اور گناہ کے بھی مراتب ہیں کہ بعض بہت برے اور بعض بیچ درجے کے اور بعض بہت ہلکے۔

من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر۔ کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جس نے قصداً نماز ترک کر دی وہ کافر ہو گیا۔ یعنی اس نے کفر کی حرکت کی۔ ایک مسلمان جتنی بھی برائیاں کرے گا تو کہا جائے گا کہ کافر کی سی حرکت کر رہا ہے مگر کافر نہیں کہیں گے۔ پس کافرانہ حرکت تو کہیں گے مگر کافر نہیں کہیں گے۔ ایک کافر بن جانا اور ہے اور ایک کفر کی حرکت کرنا یہ الگ الگ معنی و مفہوم رکھتا ہے۔

طرز تعلیم و تدریس

حضرت والا قدس سرہ العزیز کے نزدیک ایک کلاس میں طلباء کی تعداد زیادہ نہیں ہونی چاہیے اتنی تعداد ہو کہ مدرس کنٹرول کر سکے۔ ایک طالبعلم کو اتنا مطالعہ کرنا چاہیے کہ

Marfat.com

کتاب حل کر سکے۔ استاد کو سنا دے اور جو اشکال کرنا ہو کر ے
مدرسین الاعلیٰ بلاتعیین کسی طالبعلم سے کہہ دیے کہ عبارت پڑھو۔ اس سے ترجمہ [illegible]
عبارت اور مطلب دریافت کرے اور کوتاہی پر تنبیہ کرے تاکہ ہر ہر طالبعلم کو یہ فکر
پیدا ہو کہ نہ جانے کل کس کا نمبر آجائے۔ لیکن اس دور میں ہمارے مدارس کا نظام
انتہائی قابل افسوس ہے۔ اساتذہ پڑھاتے رہتے ہیں اور طلباء محض سنتے رہتے ہیں جس
کی وجہ سے صلاحیت مفقود ہوتی جارہی ہے۔

طلباء کی تربیت

ہمارے حضرت نوراللہ مرقدہ طلباء کے آداب پر بھی خصوصی تلقین فرمایا کرتے تھے
مثلاً

۱۔ سبق کی غیر حاضری سے پرہیز کیا جائے

۲۔ باوضو رہنا چاہیئے

۳۔ کتابوں کا اور اساتذہ کا ادب بہت ضروری ہے
باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

۴۔ تکرار کرنا، رات کو مطالعہ کرنا

حضرت والا تصحیح نیت کی خصوصی تلقین فرماتے تھے
یعنی علم کے حاصل کرنے میں مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہیئے دنیا [illegible]
یا اس سے دنیا کمانا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔
اغراض دنیا کی نیت سے علم حاصل کرنے سے [illegible] اللہ تعالیٰ
سے کثرت سے توفیق اور حاجت علی الصواب [illegible]
اپنے میں پیدا کرنے کی انتہائی [illegible]
علم میں مشغول ہو کسی دوسری طرف [illegible]

Marfat.com

فرمان ذیشان ہے کہ علم کاہلی اور لاپرواہی سے حاصل نہیں ہوتا اور یہ تو مثل مشہور ہے۔ من طلب العلی سھر اللیالی " جو اونچا مرتبہ حاصل کرنا چاہے وہ راتوں کو بیدار رہے۔

معمولات کا اہتمام

ہمارے شیخ قدس سرہ العزیز اپنے معمولات کے بہت زیادہ پابند تھے انضباط اوقات کا یہ عالم تھا کہ ہر کام کو اپنے وقت اور موقع پر کرتے تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ہر کام کو اپنے وقت پر کیا جائے ناغہ نہ ہونے دیا جائے تاکہ بے برکتی نہ ہو۔ معمولات کے چھوٹنے سے بسا اوقات جسمانی مرض ہوا کرتا ہے۔ کھانا، سونا، مطالعہ، ملاقات وغیرہ سب کے لئے اوقات مقرر کئے جائیں تاکہ زندگی میں نظم و نسق یعنی ڈسپلن آئے۔

حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کے پابندی کے اوقات دو چار دس بیس نہیں بلکہ صدہا واقعات ایسے ملیں گے جن میں ہر واقعہ اس کی مستقل شہادت ہے کہ پابندی وقت کا اہتمام آپ کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا۔ اور کوئی صعوبت کیسی ہی دشوار کیوں نہ ہو آپ کی ہمت اور حوصلہ کو داب نہیں سکتی تھی۔ حضرت والا نے بالکل صحیح فرمایا۔ انضباط اوقات سے جتنا کام عمدہ اور اچھا ہو سکتا ہے بغیر انضباط کے نہیں ہوتا

افراط و تفریط سے اجتناب

حضرت والا کے نزدیک افراط و تفریط سے بچنا ہی سلوک کی روح ہے۔ ارشاد فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردوں کا برائیوں کے ساتھ ذکر نہ کرو بلکہ ان کی

Marfat.com

بھلائیوں اور نیکیوں کا تذکرہ کرو۔ ہم لوگ اس قدر افراط و تفریط میں مبتلا ہیں کہ تعریف میں تو کسی کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں کسی کو تحت الثری میں پہنچا دیتے ہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ربانی ہے۔

ولا یجرمنکم الخ

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ انصاف اختیار کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

مسلمانوں کی نجات و ترقی کا واحد راستہ

حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے نزدیک مسلمانوں کی نجات و ترقی کا واحد راستہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اس کی مرضیات پر عمل ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں اگر عزت ہے تو یہی ہے منفعت ہے تو یہی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ جس وقت شام تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ کیچڑ آگیا۔ اونٹ سے اتر کر موزے نکال کر شانہ پر رکھ لیے اور اونٹ کی نکیل ہاتھ میں پکڑ لی۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے عرض کیا آپ نے ایک ایسی بات کی ہے کہ شام والے اس کو بڑی ذلت کی چیز سمجھتے ہیں۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ اہل شہر آپؓ کو اس حالت میں دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا کہ ابو عبیدہ تمہارے علاوہ کوئی دوسرا ایسی بات کہتا تو میں عبرت انگیز سزا دیتا۔ ہم لوگ ذلیل تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت عزت عطا فرمائی۔ پس جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے عزت دی اس کے سوا کسی چیز کے ساتھ عزت ڈھونڈیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم کو ذلیل کر دے گا۔ حقیقتاً مسلمان کے لئے اصل عزت اللہ تعالیٰ کے ہاں کی عزت ہے دنیا اور دنیا والوں کے نزدیک اگر ذلت ہوئی بھی تو کیا

Marfat.com

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکین
وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

ارشاد نبوی ہے !

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے ساتھ لوگوں میں عزت تلاش کرتا ہے اس کی تعریف کرنے والے اس کی مذمت کرنے والے بن جاتے ہیں۔

حیرت ہے کہ مسلمانوں کے لئے کلام الٰہی اور ارشاد نبویؐ میں علوم و حکمت دارین کی فلاح و ترقی کے اسباب اور خزانے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ ہربات میں دوسروں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ دوسروں کا پس خوردہ کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ الغرض مسلمان کے لئے صلاح و فلاح صرف اتباع سنت اور سلف صالحین کے طریقے میں منحصر ہے۔

Marfat.com

درویشوں کی اقسام

حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا !! ولایت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وہبی ۲۔ کسبی

وہبی کو مادرزاد (۱) ولی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت اقدسؒ نے درویشوں کے متعلق فرمایا !! اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ مجذوبان محض :۔ جو جاذبہ غیب کی کشش سے مغلوب حال ہوجایا کرتے ہیں اور اوامر و نواہی سے بے خبر ہوجاتے ہیں جیسے کوئی آدمی بادشاہ پر عاشق ہوکر اس کے حسن و جمال کی دید میں مستغرق ہوجائے اور دربار شہنشاہی کے آداب کی بجاآوری کا کچھ خیال اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ یہ منزل ناقص ہے۔

۲۔ زاہد خشک :۔ جو محض زہد اور عبادت میں مصروف رہے اور یہ محض وسیلے کو مقصود سمجھ لیتا ہے۔ جیسے کوئی بادشاہ کے جمال جہاں آراء سے بے حظ اور بے بہرہ ہو۔

۳۔ مجذوب سالک :۔ جس کا جذب سلوک پر مقدم ہو۔

۴۔ سالک مجذوب :۔ جس کا سلوک جذب پر مقدم ہو۔

یہ دونوں اقسام انبیاء کرامؑ کے وارث ہیں۔

تذکرہ سالک اور مجذوب

احقر ناکارہ کو اپنی زندگی میں متعدد مادرزاد اولیاء اور مجذوبوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں ایک محترم علامہ محمد [illegible] مصطفوی صاحب کے لخت جگر و نور نظر، حضرت صاحبزادہ محمد [illegible]

Marfat.com

ولی تھے۔ اس سعادت مندروح نے علامہ صاحب قبلہ کی سعادت اور قدر و منزلت میں اضافہ کر دیا۔ بلاشبہ علامہ صاحب قبلہ سالک ہیں اور نور نظر مجذوب تھے۔ اور یہ حسین امتزاج دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

سراپا اخلاص، پیکر مہر و وفا محترم علامہ قبلہ محمد بشیر مصطفوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ممنون احسان ہوں کہ جو اپنی اعلیٰ ظرفی اور وسعت قلبی کی بنا پر مجھ احقر پر بے پناہ مہربان ہیں۔ آپ عالم باعمل اور صوفی باصفا ہیں۔ آپ کا وعظ پیشہ ورانہ نہیں بلکہ مجذوبانہ رنگ کا ہوتا ہے۔ جملے منہ سے نکل کر ہوا میں تحلیل نہیں ہوتے بلکہ تیر بن کر دل میں اتر جاتے ہیں۔ آپ کا خطاب دھواں دار نہیں ہوتا کہ ماحول کو اور دھندلا دے بلکہ اس میں شرارے چھپے ہوتے ہیں جو دلوں میں موجود حرص و حسد کے خس و خاشاک کو جلا کر پھونک ڈالتے ہیں۔ ہر بات زبان سے ہی نہیں کہتے کچھ کام آنکھوں کی روشنی اور دل کی پاکیزگی سے لیتے ہیں۔ آپ صرف واعظانہ کام ہی نہیں کرتے بلکہ مجاہدانہ سرگرمیاں بھی آپ کی شخصیت کا حصہ ہیں۔ قدوۃ السالکین امیر الواصلین حافظ الحدیث علامہ حافظ سید محمد جلال الدین شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے شاگرد رشید اور مرید مخلص ہیں۔ آپ کو شیخ و مرشد سے والہانہ نسبت حاصل ہے۔ اسی نسبت روحانی کا فیض ہے کہ آپ کے لئے سونے کی ڈلی میں کشش اور مٹی کے ڈھیلے میں کوئی نفرت نہیں ہے۔ آپ کو کسی کے پانے کی بے قراری نہیں اور نہ ہی چھن جانے کا خوف دل میں سمایا رہتا ہے۔ بلکہ خالی ہاتھ دل کی خوشی کا راز پا چکے ہیں۔ اس کیفیت اور حال کے حصول میں آپ کے لخت جگر زائر مدینہ، عاشق نگینہ، مجذوب ولی حضرت صاحبزادہ جناب محمد الیاسؒ کا خاصا اثر ہے۔ اس مجذوب ولی کی ولادت با سعادت ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی۔ نمونہ سلف

Marfat.com

حضرت پیر حافظ صاحبؒ دربار عالیہ ڈھانگری شریف نے "محمد الیاس" نام تجویز فرمایا۔ مادرزاد ولی تھے۔ احقر نے متعدد بار زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ان کی زیارت وجہ تسکین قلب و روح ہوا کرتی تھی۔ ایک بار دولت کدہ پر حاضر ہوا تھا تو محترم علامہ صاحب اپنے اس مجذوب ولی لخت جگر کو اپنی گود میں لئے ہوئے تھے تو احقر نے پاؤں پر ہاتھ رکھتے ہوئے خیر و عافیت دریافت کی "بھائی کیسا حال ہے؟" تو مسکراتے ہوئے اپنے والد گرامی کی ریش کو چومنے لگے! یہ دیکھنا بھی عجیب تھا اور میرے جسم پر تھرتھراہٹ اور کپکپاہٹ سی طاری ہوئی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ جیسے کرنٹ۔ پس احقر سمجھ گیا کہ یہ بچہ علامہ صاحب قبلہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں

یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

محترم علامہ محمد بشیر مصطفوی صاحب سے احقر نے اشارہ و کنایہ میں حقیقت حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت حافظ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے طور و طریق میں ہمیں متنبہ کرتے رہتے ہیں کہ دینی معمولات کے ادا ہونے پر باخوشی متوجہ ہوجاتے ہیں اور عدم ادائیگی یا کمی کی صورت میں توجہ ہی نہیں فرماتے۔ چھ ماہ کی عمر میں علالت کے سبب مجذوبیت کی شان سے نوازے گئے۔ وصال کے بعد ایک مجذوب بزرگ نے علامہ سے از خود تعزیت کی اور دعائے خیر کی۔ احقر ناکارہ کو جب وصال کی خبر ملی تو علی الصبح حاضر ہوا۔ کافی دیر تک بیٹھا رہا طبیعت خود بخود گریہ اور خضوع و خشوع کی طرف مائل ہوتی گئی۔

اب مزار عالیہ پر حاضری دینا میرا معمول ہے اور مجھے حاضری کے وقت عجیب حلاوت و سرور اور کیف نصیب ہوتا ہے [illegible]

Marfat.com

ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ " یہ اللہ والی روح " تھی اور مادر زاد ولی تھے۔ محترم علامہ محمد بشیر مصطفوی صاحب کے لخت جگر کی زیارت کر کے مجھے مادر زاد ولی کی حقیقت سمجھ میں آئی اور ساتھ مجذوبیت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا۔

آپ ایک جہاں دیدہ عالم دین ہیں۔ چہرے پر معصومیت اور ذہانت کے آثار نمایاں ہیں اور آنکھوں میں حرارت اور طبیعت میں میدان میں کُود پڑنے کی قوت پائی جاتی ہے۔ آپ کا حلقہ احباب و ارادت بہت وسیع ہے۔ مزاج میں ظرافت بھی ہے۔ خوش طبعی بھی، جو موقع موقع سے اُبھر کر سامنے آتی رہتی ہے مولانا کو کبر و غرور اور نخوت و بڑائی کہیں سے چھُو تک نہیں گئی۔ چھوٹے بڑے سبھوں سے خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور ہر ایک سے بلا تصنُّع و تکلُّف پیش آتے ہیں اور اپنے ہم عصروں کا احترام بھی کرتے ہیں اور ان سے محبت کا اظہار بھی۔ بڑوں کے ساتھ تعظیم و تکریم اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت آپ کا وظیفہ طبعی ہے۔ گلہ شکوہ کی عادت قطعاً نہیں ہے۔ غیبت سے سخت نفرت ہے۔ جب کبھی کوئی کسی کی غیبت کرے تو آپ فوراً موضوع بدل لیتے ہیں اور احقر ناکارہ نے متعدد بار تجربہ کیا ہے۔ مولانا وجیہہ شکل اور نورانی شکل و صورت کے مالک ہیں۔ درمیانہ قد، جسم فربہ، رنگ گورا مائل بہ گندمی، چہرہ گول، مہتابی رخسار پر سفید گھنی داڑھی اور ملائم و خوشنماء، پیشانی کشادہ، آنکھیں روشن، بال ریشم کی طرح نرم اور چہرے پر خشونت و کرختگی کہیں نام کو نہیں ہے۔ بیٹھتے وقت عام طور پر آنکھیں اور سر کو جھکائے رکھتے ہیں۔ کم گو ہیں مگر جب بولنے پر آتے ہیں تو خوب بولتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ گفتگو میں شگفتگی اور روانی ہوتی ہے۔ ہر ہر جملہ سے سخاوت و ذہانت اور شرافت و متانت اور رزانت ٹپکتی ہے۔ مخاطب بھی بہت جلد آپ سے مرعوب

Marfat.com

ہوجاتاہے اور ہمہ تن متوجہ ہوکر آپ کی باتوں سے لطف اندوز ہوتاہے۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہیں۔درمیانہ چال چلتے ہیں نہ زیادہ تیز نہ بہت سُست رفتار۔ پُروقار طور پر چلتےہیں۔ چہرہ مہرہ سے مومنانہ شان لگتی ہے۔ لباس عام طور پر سفید اور واسکٹ کا شوق ضرور رکھتے ہیں۔ طبیعت فطری طور پر سادہ پائی ہے۔ غصہ تقریباً نہیں آتا۔ دوستی اور محبت کے رشتے کو پالنے کا خوب طریقہ جانتے ہیں اس کو ملاقات و زیارت کے پانیوں سے اس طرح پالتے ہیں جس طرح ایک اچھا باغبان اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے پودے کی پرورش کرتاہے۔ شگفتہ طبعی اور خندہ جبینی آپ کی مستقل صفات ہیں۔ زندہ دلی سے آپ کا اٹوٹ رشتہ ہے۔ آپ محبت کا ایک زمزمہ ہیں۔ جس کی محبت کا چشمہ صافی کبھی گدلا نہیں ہوتا۔ محبت ہوتو حکومت کے بغیر بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کی جاسکتی ہے۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف وافر عطا فرمایاہے۔ مولانا باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

آپ سے ملاقات کرنے والا شخص ایسا محسوس کرتاہے جیسے وہ گلستان طریقت و روحانیت میں آگیاہو۔ ملاقات کرنے والا آپ کے حسن اخلاق، طرز گفتگو اور نفاست پسندی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ ایک مذہبی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔

دینی گھرانے میں پیداہوئے اور روحانی اساتذہ و شیوخ سے تربیت حاصل کی۔ ارباب فضل و کمال اور شیفتگان قرآن و سنت کی صحبت نے آپ کو سونا بنادیا۔ ذہن و فکر اور حوصلہ و ولولہ کی بلندی قدرت نے پوری فیاضی سے عطا کررکھی

Marfat.com

ہے ۔ دُرشت مزاجی اور تُند خوئی سے کوسوں دور ہیں ۔ بلکہ اس کی جگہ رفق و ملاطفت اور ہمدردی و خلوص فطرت میں داخل ہے ۔ ہنستے ہنساتے رہتے ہیں ۔ خوش طبع ہیں ۔ خندہ جبین رہا کرتے ہیں ۔ زبان میں مٹھاس ہے ۔ تنقید و تبصرہ کی عادت نہیں ۔ ادب و احترام اور شفقت و محبت کا بڑا پاس و لحاظ فرماتے ہیں ۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں عام لوگوں کی طرح بخیل نہیں ہیں بلکہ کہنا چاہیئے کہ بیحد سخی ہیں ۔ اپنے ہونہار چھوٹوں کی کھل کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں ۔ اعلیٰ پایہ کے مہمان نواز ہیں ۔ اس دن سخت بیقراری ہوتی ہے جس دن کوئی مہمان گھر پر نہ آئے ۔ ہر چھوٹے بڑے مہمان کی خدمت و تواضع اصرار و محبت سے کرتے ہیں ۔ دسترخوان بچھاتے ہیں اور عطا کرتے ہیں اور کھلاتے جاتے ہیں ۔

دسترخوان پر متنوع قسم کے کھانے ہوتے ہیں اور انتہائی لذیذ ہوتے ہیں ۔ محترم علامہ محمد بشیر مصطفوی صاحب جب کسی کو دعوت دیتے ہیں تو اسے خود دعوت شیراز کا نام دیتے ہیں اور یہ دعوت شیراز اپنی نوعیت کی منفرد دعوت ہوتی ہے ۔ دعوت کی لطافت ہفتوں باقی رہتی ہے ۔ اس میں خلوص و محبت کی گھلاوٹ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بار بار کھانے کو جی چاہتا ہے ۔ حضرت صاحب جب بھی مدعو فرماتے ہیں سوا نکاریں دل میں ہزاروں اقرار چھپے ہوتے ہیں۔

دسترخوان پر ہر چیز سلیقہ سے رکھی ہوتی ہے ۔ ایک ایک بات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جاتا ہے ۔ بہرحال یہ دسترخوان شنیدنی سے کہیں زیادہ دیدنی اور خوردنی ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس دسترخوان کو تاقیامت جاری رکھے

محترم علامہ صاحب قرون اولیٰ کی زندہ تصویر ہیں درد و سوز اور عشق و محبت اور رقیق القلبی آپ کی نمایاں صفات ہیں ۔ فرائض و واجبات پر پابندی فرماتے ہیں لیکن مستحباب پر دوام بھی مثالی ہے ۔ نماز تہجد باقاعدگی سے ادا فرماتے ہیں۔

Marfat.com

تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، نماز اوابین ودیگر نوافل پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ درود شریف کی کثرت آپ کا شب و روز کا وظیفہ خاص ہے۔ اس کے علاوہ معمولات کی پابندی آپ کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے جس دن عذر شرعی کی بنا پر کوئی عمل رہ جائے طبیعت میں انقباض رہتا ہے۔ بزرگان دین کے ایام اعراس تو آپ کو انگلیوں پر یاد رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے علاوہ دیگر اجتماعات اور محافل میں انہیں ایصال ثواب کرتے رہتے ہیں۔ سلف صالحین سے عقیدت ہی نہیں عشق ہے۔ صحابہ و تابعین اور مجتہدین کے علاوہ اکثر اولیاء اللہ کے ایام باقاعدہ منعقد کرتے ہیں۔ ایصال ثواب کرتے ہیں۔

اعلیحضرت فاضل بریلویؒ اور اپنے شیخ طریقت حضرت حافظ الحدیث سید محمد جلال الدین شاہ صاحبؒ کا نام سنتے ہی رقت طاری ہوجاتی ہے۔ امید و محبت کے آنسوؤں کی جھڑی محفل کو بھگو دیتی ہے۔ نعت شریف اور تقریر کے دوران آنسوؤں کا سیل رواں جاری رہتا ہے۔ ذکر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت درد وسوز اور ہجر و فراق کی لذت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ متعدد بار حج و عمرہ کی سعادت سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے گنبد خضریٰ سامنے رہتا ہے اور نامعلوم کتنی بار زیارت کی خیرات حاصل ہوئی ہوگی۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ ہمہ وقت حضوری کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ ہمہ وقت وضو کا اہتمام کرنا اور نگاہوں کا برستے رہنا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خاص عنایت ہے۔ اسی نسبت و حضوری کی بدولت طبیعت میں خلوص و محبت اور تواضع پائی جاتی ہے۔ آپ کی شفقت و عنایت ہے کہ مجھ احقر کو ہمیشہ اپنے گوشہ التفات میں جگہ دیتے ہیں۔ گاہے گاہے براہ راست یا فون کے ذریعہ خیر و عافیت دریافت فرماکر حوصلے بلند کرتے ہیں۔ نامعلوم کتنے ایسے ہوں گے کہ جو محترم علامہ محمد بشیر

Marfat.com

مصطفوی صاحب کی اعلیٰ ظرفی کی بدولت آگے بڑھ رہے ہوں گے۔

علماء و اہل دین سے رابطہ رکھنا آپ کا معمول ہے دوسروں کی غمی و خوشی میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ آزاد کشمیر و پاکستان اور بیرون ممالک کے جید علماء سے رابطے استوار رکھتے ہیں۔ کونسا ایسا ذی قدر عالم دین ہے اور سنیوں کا دینی ادارہ ہے جہاں آپ کی جان پہچان و شناخت نہ ہو۔!!

اہل علم میں آپ خوب جانے پہچانے ہوئے عالم ہیں۔ آپ کا خلوص ہر سنی قائد اور تنظیم و جماعت پر عیاں ہے۔ اور آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ آپ شیخ طریقت کہلانے کے مستحق ہیں۔

ظاہر داری اور خود بینی کے اس دور میں حضرت علامہ محمد بشیر مصطفوی صاحب کا دم غنیمت ہے۔ آپ میں حُسنِ رخسار بھی ہے اور حُسنِ کردار بھی، صدو صفا کی مہک بھی ہے، مہر و وفا کی خوشبو بھی، چاہتوں کی سوغات بھی ہے اور عنایات کی خیراتیں اور باراتیں بھی۔ غرضیکہ بعض تعلقات کچھ اتنے زیادہ پوشیدہ ہوتے ہیں کہ ان کا کسی کو تو کیا خود اپنے آپ کو پتہ نہیں چلتا۔ ایک ایسا ہی تعلق مجھے محترم علامہ قبلہ مصطفوی صاحب سے ہو گیا ہے۔ آپ کے خلوص و محبت کی باتیں، محض باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وارداتیں ہوتی ہیں۔ جناب جس پر بھی نظر عنایت فرما دیتے ہیں وہ آپ کا تادم زیست گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی باتیں صرف اچھی ہی نہیں لگتیں بلکہ دل میں اترتی جاتی ہیں۔ اور سرایت کرتی جاتی ہیں۔ آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ دل میں اتر کر دل کو بدل ڈالتے ہیں اور میرے جیسے بددماغوں کے دماغ تو بہت درست کرتے ہیں۔

تجھ کو بھی کچھ آگہی مل جائے گی
تو میری دیوانگی اپنا کے دیکھ

آپ دور حاضر کی تیرہ شبی میں ایسی روشن مشعل ہیں جو خود جل کر دوسروں کو

Marfat.com

لودے رہی ہے۔ آپ نے نفسانفسی اور خود غرضی کے اس طوفان میں محبت کی کشتی کو سنبھالا دیا ہے۔ آپ کی محفل سے ہر اٹھنے والا دل کدورتوں اور نفرتوں کا بوجھ اتار کر اٹھتا ہے، تواضع و انکساری کا خود مظاہرہ ہی نہیں کرتے بلکہ میرے جیسے کم ظرفوں کو اس کی عملی تربیت دے کر خیرات دیتے ہیں۔

آپ کی مجلس میں کوئی آنکھ نم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ خدشات اور مایوسی کی ذلتوں سے نکال کر یقین اور امید کی وسعتوں میں داخل کر دیتے ہیں۔ آپ کے ہاں معافی مانگنے اور معاف کرنے کے جذبوں کی پرورش ہوتی ہے۔ بقول شخصے،

جسے چاہوں اسے اپنا بنا کے چھوڑ دیتا ہوں
حسینوں کو بہت نزدیک لا کے چھوڑ دیتا ہوں

آپ ایک درویش صفت اور خدامست، فقیر عالم دین ہیں۔ آپ کا شب و روز کا معمول یہ ہے کہ آپ دلوں کو محبت آشنا کر کے انہیں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر پر روانہ کرتے ہیں۔ آپ سراپا محبت ہیں اور محبت بانٹتے ہیں اور لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ شخصیت بے حد پروقار، دلکش اور جاذب ہے۔ رخ انور تجلیات باطنی سے منور ہے، دل کے چراغ سے آنکھیں روشن ہیں۔ آپ ان دلنواز آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں کے شیشوں میں انڈیل دیا کرتے ہیں۔ اس حسن و جمال، گفتگو کے کمال سے آپ جسم اور روحوں کی کثافتوں کو نئی زندگی عطا کرنے پر قادر ہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ زمانے بھر کے ستائے ہوئے، حالات سے گھبرائے ہوئے، دنیاوی الجھنوں سے پریشان حال اور مایوس لوگ مدد مانگنے آتے ہیں تو آپ دل کھول کر مدد فرماتے ہیں اور وہ چند جملوں میں دلی مراد پا کر آسودہ و مطمئن لوٹتے ہیں، مایوسیوں، پریشانیوں، الجھنوں کے بادل آن واحد میں چھٹ جاتے ہیں اور امید و عزم کا نیا سورج ان کے لئے طلوع ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کی شخصیت کا کمال ہے۔

Marfat.com

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

فتاویٰ حکیمیہ

جلد دوم و جلد سوم

بحکم

افادات
مفتی اعظم آزاد کشمیر
علامہ حافظ مفتی
محمد عبدالحکیم
(رحمۃ اللہ علیہ)

مرتبہ و محشی
محمد عمر حیات الحسینی

عدالتی دستاویز کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ متن، حاشیہ اور اضافات غرضیکہ ہر چیز کی الگ الگ تحقیق و تخریج کی گئی ہے۔

پاکستان و آزاد کشمیر کے جید علماء اور فاضل قانون دانوں۔ وکلاء اور ججز کے تبصروں اور تاثرات و آراء سے مزین و آراستہ کیا گیا ہے۔

جدید و قدیم تمام مسائل پر محققانہ گفتگو کی گئی ہے مثلاً

کتاب الطہارۃ

- مغربی طرز کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء
- کاغذ سے استنجاء
- پٹرول سے کپڑوں کی دھلائی
- جنس ارض سے مراد
- پمپنگ سیٹ سے کنویں کی صفائی
- حوض و ٹینکیوں کی تطہیر
- پیشاب کا نمک
- صابن میں ناپاک اشیاء ڈالنا

کتاب الصلوٰۃ

- قبلہ نما کی شرعی حیثیت
- دیہات میں جمعہ کی نماز
- بیس تراویح کا ثبوت
- ٹھو تراویح پڑھنا کیسا ہے؟
- غیر رمضان میں تراویح
- عورتوں کی تراویح کی امامت کا حکم
- نفل نمازوں کے متفرق مسائل
- سجدہ تلاوت کے متفرق مسائل
- نماز جنازہ کے متفرق مسائل

- باب زیارۃ القبور
- قبروں کی زیارت کے متفرق مسائل
- ایصال ثواب کے متفرق مسائل

کتاب الزکوٰۃ

- کیا سونے اور چاندی کے نصاب کو بدلا جاسکتا ہے۔؟
- کیا مصارف زکوٰۃ میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔؟
- زکوٰۃ بچت کی رقم پر ہوتی ہے یا ماہانہ تنخواہ پر؟
- سادات کو زکوٰۃ کیوں نہیں دی جاتی؟
- سادات کو اسلام نے زکوٰۃ کا کونسا متبادل دیا ہے؟
- کیا زکوٰۃ کے ڈر سے شیئر لکھایا جاسکتا ہے؟
- خاندان کی اجتماعی زکوٰۃ کا طریقہ
- شراکت والے کاروبار کی زکوٰۃ کا طریقہ
- کیا زکوٰۃ اندازاً دی جاسکتی ہے؟
- نقدی اور مال تجارت کیلئے نصاب چاندی یا سونا؟

- زکوٰۃ کا سال شمار کرنے کا اصول۔
- کیا مسجد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟
- زکوٰۃ دہندہ کیلئے کونسے ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا؟

کتاب الصوم

- رؤیت ہلال۔
- چاند کی رؤیت میں مطلع کا فرق۔
- انجکشن اور ٹیکہ لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔
- ہوائی جہاز میں افطار کس وقت کے لحاظ سے کیا جاتے۔؟
- دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا۔
- روزہ اور اعتکاف کے متفرق مسائل

کتاب الحج

- احرام حج اور حج کی اصطلاحات۔
- حج کیلئے نصاب • حج ضروری ہے یا غریبوں کی اعانت؟ • حج کی فرضیت اور اہل وعیال کی کفالت • ناجائز ذرائع سے حج کا حکم • کیا عمرہ حج کا بدل ہے؟
- بغیر محرم کے حج کا حکم • احرام باندھنے کے مسائل • طواف کے مسائل • حج کے سوال • رمی شیطان کو کنکریاں مارنے کی علت • حج کے دوران قربانی کے احکام و مسائل • حلق (بال منڈانا) کے مسائل • احکام قربانی۔

- قربانی کی کھالوں کے مصارف
- غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم • قربانی کے متفرق مسائل • حلال اور حرام جانور اور متعلقات کا شرعی حکم۔

کتاب الیمین

- قسم کھانے اور کفارہ کے مسائل

کتاب النکاح

- طریق نکاح اور رخصتی • بغیر ولی کی اجازت کے نکاح • نکاح کا وکیل • نابالغ اولاد کا نکاح۔
- کفو و غیر کفو • کن عورتوں سے نکاح جائز ہے • جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں • نکاح پر نکاح کرنا • جبر و اکراہ سے نکاح۔
- رضاعت کے مسائل • خون دینے سے حرمت کے مسائل • جہیز۔
- لاپتہ شوہر کا حکم • حق مہر۔
- دعوت ولیمہ • کن چیزوں سے نکاح ٹوٹتا ہے؟ • اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟ • شادی کے متفرق مسائل۔

کتاب الطلاق

- تحقیق طلاق • تحقیق حلالہ
- طلاق رجعی • طلاق بائن

- طلاق مغلظہ • طلاق معلق
- خلع • ظہار • فسخ نکاح کے متفرق مسائل • عائلی قوانین۔

کتاب المیراث

- ورثہ کی تقسیم کا شرعی ضابطہ • عاق کرنے کا شرعی حکم • لڑکیوں کو وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا • نابالغ، یتیم، معذور، رضاعی، اور متبنیٰ اولاد کا ورثہ میں حصہ • سوتیلے اعزاء میں تقسیم وراثت کے مسائل • والدین کی زندگی میں فوت شدہ اولاد کا حصہ • مورث کی زندگی میں جائیداد کی تقسیم • مورث کی موت پر جہیز و مہر کے حقدار • وراثت کے متفرق مسائل۔

کتاب البیوع

- تجارت، خرید و فروخت، محنت و اجرت کے مسائل • خرید و فروخت اور محنت مزدوری کے اصول و ضوابط • منافع کی شرح کا تعین • تجارت اور مالی معاملات میں دھوکہ دہی • غصب کی ہوئی چیز کا لین دین • ملکیت کے مسائل • مکان، دکان، سامان کرایہ پر دینا • مزارعت • قرض کے مسائل • امانت، رشوت • سود کی رقم کا مصرف • بینک کی ملازمت • پرائز بانڈ کا شرعی حکم • انشورنس کی شرعی حیثیت • [illegible]

نوٹ: عصر حاضر کے جدید، اقتصادی، معاشرتی، ثقافتی، سیاسی، عمرانی تمام مسائل پر حواشی مرتب کئے گئے ہیں۔

منجانب جگر گوشۂ مفتی اعظم آزاد کشمیر صاحبزادہ قاضی عبدالرشید صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ عبدیہ اشاعت القرآن مرکزی جامع مسجد حضرت مفتی عبدالحکیمؒ میرپور آزاد کشمیر
فون: ۲۵

(الفلم عالم ممبر ۱۲)

Marfat.com

محمد عمر حیات الحسینی

کی دیگر اہم تصانیف و تالیفات

(۱) مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی
(۲) قرآن حکیم کا جوہر اور خلاصہ
(۳) قرآن اور انسان
(۴) قرآن اور سائنس
(۵) خلاصہ کائنات قرآن اور صاحب قرآن
(۶) سراج الھدی فی فضائل المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
(۷) الطراز الاعلی فی اقوال المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
(۸) الفضائل المؤبدہ لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(۹) خاند[illegible] ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت
(۱۰) اعضائے انسانی کی پیوندکاری کی شرعی حیثیت
(۱۱) انسان اور مسئلہ تقدیر
(۱۲) میڈیکل تعلیم کی اسلامی تشکیل
(۱۳) کیا اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی ؟
(۱۴) اسلام کا نظام قانون
(۱۵) اسلام کا نظام طلاق
(۱۶) اسلام کا نظام سیاست
(۱۷) اسلام کا نظام معیشت
(۱۸) جدید معاشی مسائل اور ان کا اسلامی حل
(۱۹) تاریخ اُمت (عروج وزوال کے تناظر میں)
(۲۰) اسلامی تحریکوں پر ایک نظر
(۲۱) تحریک منہاج القرآن —— تقابلی جائزہ
(۲۲) احسن الفوائد فی شرح العقائد
(۲۳) اسلام کا نظام تعلیم وتربیت
(۲۴) اسلام کا نظام دعوت وتبلیغ
(۲۵) فقہی اختلافات کی اصل حقیقت
(۲۶) مسلکی اختلافی مسائل کی حقیقت اور ان کا حل۔
(۲۷) شیعہ سُنی اختلافات کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ؟
(۲۸) اسلام اور ہماری زندگی
(۲۹) اسلام کا قانون قصاص ودیت
(۳۰) احکام اسلامی عقل کی نظر میں
(۳۱) مقام حدیث اور منکرین حدیث کے انکار کے اسباب ومحرکات
(۳۲) تقلید کی شرعی حیثیت
(۳۳) قیاس واجتہاد پر ایک نظر
(۳۴) آنحضورؐ بحیثیت معلم کائنات
(۳۵) آنحضورؐ بحیثیت ماہر نفسیات
(۳۶) آنحضورؐ بحیثیت پیکر حسن وجمال
(۳۷) رسوم وبدعات کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ؟
(۳۸) نوجوانوں کے نام اہم پیغام
(۳۹) تذکرہ صحبت اہل دل
(۴۰) خانقاہی نظام پر ایک نظر
(۴۱) اسلام کی نظر میں عورت کا مقام ومرتبہ
(۴۲) سیرت محسن اسلام
(۴۳) حُبِ رسولؐ اور اس کے تقاضے
(۴۴) حُبِ آلِ رسولؐ اور اس کے تقاضے
(۴۵) حُبِ صحابہؓ اور اس کے تقاضے
(۴۶) نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیریؑ
(۴۷) یادوں کے دیپ
(۴۸) اصلی مجرم کون ؟
(۴۹) سراغ زندگی
(۵۰) تلاش حق
(۵۱) قسطوں پر خرید وفروخت کی شرعی حیثیت
(۵۲) اسلامی فلسفہ زندگی
(۵۳) پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک فکر ایک شخصیت ایک تاریخ
(۵۴) عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کے آئینے میں۔
(۵۵) اسلامی تحقیق کا مقصد ومنہاج اور اسلامی نعت
(۵۶) گمنام

(۵۷) مقالات حکیمیہ جلد اول (۵۸) مفتی اعظم آزاد کشمیر مفتی محمد عبد الحکیمؒ ایک تاریخ ساز شخصیت (۵۹) شیخ الاسلام علامہ عبد العزیز پرہارویؒ، نابغہ عصر (۶۰) تذکرہ صحبت با اہل دل (۶۱) مجالس مرشدنا وسیدنا طاہر علاؤالدین القادری البغدادیؒ (۶۲) تذکرہ اہل حق (۶۳) آئینہ نور (۶۴) فتاوی حکیمیہ جلد اول (۶۵) آستینوں کے سانپ (۶۶) آواز دوست (۶۷) حقائق (۶۸) تعاقب (۶۹) مطالب الفرقان۔ (۷۰) معارف النحو (۷۱) معارف الصرف (۷۲) معارف المسائل (۷۳) چہل حدیث (۷۴) اسرار الرحمانی فی احوال الشیخ الجیلانیؒ (۷۵) حضرت لالہ جیؒ یادوں اور دل کے آئینے میں (۷۶) ملاقاتیں اور وارداتیں (۷۷) نالۂ دل (۷۸) تخلیقات (۷۹) نادانیاں (۸۰) آئینہ دل (۸۱) کیا پاکستان کا قیام ضروری تھا؟ (۸۲) کامیاب زندگی کے رہنما اصول۔

ناشر : حضرت ملا امام بوسن ٹرسٹ اڈا بند بوسن ملتان - ۵۲۴۲۲۲

Marfat.com

Marfat.com

1. مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی
2. [illegible]
3. قرآن اور انسان
4. قرآن اور سائنس
5. علامہ کائنات قرآن اور صاحب قرآن
6. سراج الہدیٰ فی فضائل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
7. [illegible]
8. [illegible]
9. [illegible]
10. [illegible]
11. انسان اور [illegible]
12. میڈیکل [illegible]
13. کیا اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی
14. اسلام کا نظام قانون
15. اسلام کا نظام طلاق
16. اسلام کا نظام سیاست
17. اسلام کا نظام معیشت
18. معاشی مسائل اور ان کا اسلامی حل
19. [illegible]

[illegible]

المدینہ پبلیکیشنز

4- یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38- اُردو بازار - لاہور © فون : 7320682

Marfat.com